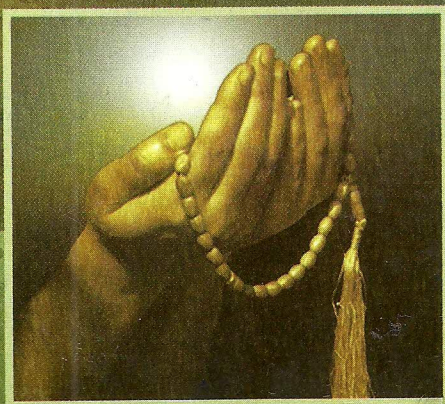


غیرت کا فقدان اور اُس کا علاج

قرآن و سنت کی روشنی میں



تألیف

رضوان اللہ ریاضی

جدید ایڈیشن تصحیح شدہ

غیرت کا فقدان

اور

اس کا علاج

قرآن و سنت کی روشنی میں

رضوان ریاضی

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

غیرت کا فقدان اور اس کا علاج — قرآن و سنت کی روشنی میں

تالیف: رضوان ریاضی

سائز: 23x36 1/2

صفحات: ۳۴۸

باہتمام: محمد ناصر خان

ناشر

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2.
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

Ghairat Ka Fuqdan Aur Uska Ilaj

Qur'an Wa Sunnat Ki Roshni Main

Author: Rizwan Riyazi

Pages: 348

1st Edition: 2006

OUR BRANCHES:

□ Farid Book Depot (P) Ltd.

422, Malia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Ph.: 23264406, 23256590

□ 168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W),

New Delhi-110013 Ph.: 55358122

□ 208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,

Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Printed at: Farid Enterprises, Delhi-2

گزارش: قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے بانی الحاج فرید خان صاحب مرحوم کی مغفرت کے لئے ذمہ دار فرمائیں۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

تاثرات	11
تقدیم	14
مقدمہ [دوسرا ایڈیشن]	15
مقدمہ	23
غیرت کی تعریف	24
غیرت کی اقسام	24
غیرت اور فطرت	27
غیرت اور فطرت کی ایک واضح مثال	29
محرمات اور غیرت مومن	33
اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں غیرت مومن کی ایک مثال	39
زمانہ جاہلیت میں عرب کی غیرت	45
قرآن کریم میں غیرت کے دلائل	52
احادیث نبویہ میں غیرت کے دلائل	57
شریعت اسلامیہ میں غیرت کی ایک انوکھی مثال	63
ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت	79
دورِ حاضر میں غیرت کے عناصر	93
شریعت اسلامیہ عزت و آبرو کی ہر ممکن حفاظت کرتی ہے:	95
غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی سے ممانعت	

- 95 غص بصر (نگاہیں نیچی رکھنا)
- 96 عزت و آبرو کے تحفظ میں شادی کا اہم کردار
- 99 چکدار گفتگو سے ممانعت
- 101 گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم
- 102 اظہارِ ذیبت و زینت پر پابندی
- 103 لباسِ عریاں پر پابندی
- 104 خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت
- 105 مردوں سے الگ تھلگ ہو کر راستہ چلنے کا حکم
- 106 اختلاط مرد و زن کی ممانعت
- 107 اختلاط مرد و زن سے بچنے کے لیے بعض اسلامی احکام کی تبدیلی
- 107 زنا کی حرمت
- 108 عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے قانونِ رجم
- 110 عزت و آبرو کی پامالی پر کوئی معاوضہ قبول نہیں
- 111 بہتان تراشی کی مذمت اور اس کی سزا
- 118 ***** ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی جھلکیاں
- 118 ۱. قریبی رشتہ داروں سے بے احتیاطی
- 121 ۲. سہالی اور بہنوئی کا رشتہ
- 126 ۳. جوان نوکروں کی کھلی آزادی
- 133 ۴. دوستی گھر سے باہر
- 136 ۵. محرم کے بغیر عورت کا سفر

۶. پردہ سے عدم توجہی 140
۷. دوپٹے کا آنچل ہوا کے حوالے 148
۸. مخلوط نظام تعلیم 151
۹. اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط 169
۱۰. دوشیزاؤں اور عورتوں کی مارکیٹنگ 174
۱۱. نسوانی آرائش و زیبائش اور لباس 179
۱۲. بیوٹی پارلر 183
۱۳. لڑکیاں اور ٹیلی فون 186
۱۴. فیشن پرستی 189
۱۵. فلم بنی اور تقریبات میں شرکت 192
۱۶. عورت کا دائرہ عمل 202
۱۷. عورت کے علاج معالجہ میں تساہلی 211
۱۸. جھاڑ پھونک کے نت نئے شیطانی ہتھکنڈے 214
۱۹. مزاروں اور خانقاہوں پر حاضری اور ان کی حقیقت * * * * * 219
- ا. گنبد کون تھی؟ نیز ایسی مکیناؤں سے دربار اٹا پڑا ہے 234
- ب. دربار جہاں عورتوں کی بولی لگتی ہے 236
- ج. داتا دربار کے ”نعت گو“ کی اصل حقیقت 237
- د. نعت خوانی کا کرشمہ جمعرات کو 239
۲۰. اختراعات جدیدہ کے غیر اخلاقی پروگراموں کی مقبولیت 240
۲۱. فحش لٹریچر اور اخبارات کی پذیرائی 245

۲۲. شادی بیاہ میں اسلامی طریقہ اپنانے سے انحراف 251
- سیکولرائزیشن کے ذریعہ اسلامی تشخص پامال کرنے کی زبردست سازشیں * 265
۱. بیوٹی پارلر کلچر 266
 ۲. سیس ایجوکیشن کلچر 267
 ۳. پورنو کلچر 267
 ۴. مانع حمل کلچر 267
 ۵. ایڈس کلچر 267
 ۶. کلچر شو کلچر 268
 ۷. ڈرامہ کلچر 268
 ۸. نیشنل فیسٹول کلچر 268
 ۹. فیشن شو کلچر 269
 ۱۰. بیوٹی کنٹسٹ کلچر 269
 ۱۱. کامیٹک کلچر 269
 ۱۲. پب کلچر 269
 ۱۳. شیئر اور سیکورٹی کلچر 269
 ۱۴. ملبوسات کلچر 270
 ۱۵. x x کلچر 270
- مغربی ممالک میں فقدانِ غیرت کے بھیانک نتائج * * * * * 275
- فقدانِ غیرت کے اسباب اور ان کا علاج: * * * * * 291
۱. ایمان کی کمزوری 291

۲. قرآن و سنت کی تعلیمات سے دوری 292
۳. اسلامی تربیت سے لاپرواہی 293
۴. فواحش و منکرات کی کثرت 294
۵. سود خوری 295
۶. منشیات کا استعمال اور شراب نوشی 297
۷. اندھی تقلید (Blind Following) 300
۸. فکری جنگ کی کامیابی اور ہماری غفلت 302
۹. تصویر جہاد سے خوف 305
۱۰. عورت پر مرد کی حاکمیت کا غلط استعمال 310
۱۱. ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کی سزا میں تفریق 313
۱۲. بیٹھا بیٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو 316
۱۳. خوفِ الہی کی کمی 319
۱۴. شرم و حیا کی قلت 321
۱۵. امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے غفلت 324

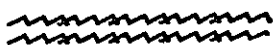
غیرت کی اقسام

- پہلی قسم: غیرتِ محمودہ ***** 331
- ۱- حرمت کی پامالی پر غیرت 331
- ۲- عزت و آبرو پر غیرت 336
- ۳- علم پر غیرت 337
- ۴- وقت پر غیرت 338

340 ***** دوسری قسم: غیرتِ مذمومہ

343 غیرت کے نام پر قتل

347 ***** خاتمہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم
 عزیز گرامی قدر مولوی رضوان اللہ ریاضی صاحب روفقہ اللہ کل خیر
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

معروض اینکه آپ کا ارسال کردہ مسودہ ”غیرت کا فقدان اور اس کا علاج، قرآن و سنت کی روشنی میں“ دستیاب ہوا۔ کتاب کی فہرست مضامین اور اس کے اکثر مقامات کا سرسری مطالعہ کیا۔ آپ نے اس میں بہترین اور قیمتی مواد جمع کیا ہے، یہ کتاب اس حیثیت سے اہمیت کی حامل ہے کہ قومی اور ملی زندگی میں اسلامی غیرت کا اہم کردار ہے، جس سے روگردانی کی وجہ سے پوری نسل تباہ و برباد ہو جایا کرتی ہے۔ ان شاء اللہ اس سے مسلمانوں میں غیرت بیدار ہوگی۔ جس میں غیرت کے فقدان کی تقریباً تمام شکلوں اور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آج مغرب کی اندھا دھند تقالی نے مسلمان خواتین ہی کو نہیں؛ بلکہ پوری امت مسلمہ کو اور اس کے ہر طبقہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

کتاب کے مطالعہ اور حاشیہ میں درج شدہ مراجع سے آپ کی محنت اور کد و کاوش کا پتہ چلتا ہے۔ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے موضوع پر ایک نرالی تصنیف ہے۔ دعا ہے کہ مولائے قدیر آپ کے قلم کو اخلاص و اثر کی نعمتوں سے سرفراز کرے، اور اس کتاب کو دینی غیرت کی بیداری کا سبب بنائے۔ (آمین)

والسلام

مخلص

المركز الثقافی بدو اجن الوطنیة

ص. ب: ۱۶۷۹ بریدۃ، سعودی عرب عبد السلام عبد الحمید (العمری المدنی)

(سابق استاذ جامعہ دار السلام عمر آباد، تامل ناڈو)

۵۱۴۲۳/۳/۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مکرمی جناب رضوان اللہ رباضی صاحب رحمہ اللہ عن نواب الدھر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرحلہ مسودہ دستیاب ہوا، میں نے وقت نکال کر اس کا سرسری مطالعہ کیا۔
درحقیقت آج کے اس پر فتن دور میں جب کہ چہار جانب سے مسلمانوں کے اندر سے
شعائر اسلامی کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں زور شور پر ہیں۔ اور دشمنان اسلام نے
مسلمانوں کے گھر گھر میں لادینیت کے جملہ اسباب داخل کرنے میں بڑی حد تک کامیابی
حاصل کر لی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلم معاشروں میں ایسی برائیاں و بے حیائیاں
جنم لے چکی ہیں، جن کا ایک غیرت مند مومن نام لینا بھی گناہ تصور کرتا ہے۔ لیکن تف ہے آج
کے مسلمانوں پر کہ اسلامی سوسائٹی میں اندھی تقلید کے سبب ان برائیوں و بے حیائیوں سے چشم
پوشی کی جاتی ہے، اور اسلامی غیرت و حمیت بالکل نہیں جاگتی۔

ایسی صورتحال میں یقیناً وہ لوگ قابل تحسین و مبارکباد ہیں جو باحس و غیور ہیں۔ ان کی
غیرت و حمیت اسلامی معاشروں میں پھیلتی بے حیائیوں کو دیکھ کر خاموش نہیں رہتی، بلکہ
معاشرے کے سدھار کیلئے وہ فوراً اپنی زبان و قلم کے ذریعہ اسلامی غیرت و حمیت کو معاشرے
میں بحال کرتے، اور اپنی بساط کے مطابق معاشرے کو خالص اسلامی تعلیمات کی ڈگر پر چلانے
کی جگ و دو کرتے ہیں۔

آپ نے دور حاضر میں فقدان غیرت کے سبب رونما ہونے والے بھیانک نقصانات
سے آگاہ کرتے ہوئے مسلم معاشرے کے اندر اسلامی غیرت و حمیت کی بحالی کے لیے جس
حساس اور نادر موضوع کا انتخاب کیا ہے، یقیناً یہ بڑا مستحسن امر ہے۔ ان شاء اللہ آپ کی محنت
و کوشش اصلاح معاشرہ میں بے حد مفید ثابت ہوگی۔ میری تمنا ہے کہ یہ کتاب جلد از جلد منظر
عام پر آجائے تاکہ مسلم معاشرے کی نوجوان نسلیں اس کے مطالعہ سے خاطر خواہ استفادہ
کریں، اور اسلامی معاشرہ غیروں کی اندھی تقلید سے بالاتر ہو کر اسلامی غیرت و حمیت کے سایہ
میں صاف و شفاف اور پاکیزہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو اخلاص بخشے اور دین و دنیا
دونوں میں آپ کو اعلیٰ کامیابی سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالمبین محمد صالح السلفی (۱۷/۵/۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

الحمد لله نحمده ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل الله فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد:

فإن خير الكتاب كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار.

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [الأنعام: ٥٠]، وقال الرسول ﷺ: "لَيْسَ أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللَّهِ، وَلِذَا حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ". [متفق عليه من حديث ابن مسعود رضي الله عنه].

اسلام اللہ رب العزت کا آخری پسندیدہ دین ہے، جو پاکیزہ معاشرے کا داعی ہے، اسی لیے اس نے ہر طرح کے چھوٹے بڑے اور ظاہری و باطنی فواحش و مکررات پر سختی سے قدغن لگایا ہے۔ اس نے پاکیزہ معاشرہ معرض وجود میں لانے کے لیے جہاں سخت سے سخت مثبت احکام صادر کئے ہیں، وہیں ان جملہ اسباب و محرکات پر بھی سختی کے ساتھ قدغن لگایا ہے، جو کسی بھی قسم کی گندگی و آلودگی سے معاشرے کی صاف ستھری فضا کو مدمر کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں قرآن و سنت کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں!!

شیطان نے روزِ اول ہی سے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو صحیح ڈگر پر چلنے سے بہکا تارے گا، اس لیے وہ رات دن اس چکر میں لگا ہوا ہے اور ہمیشہ نئے نئے فتنوں کے

ذریعہ اچھے خاصے معاشرے کو بے حیائی و برائی میں مبتلا کر دینے کی زبردست ہماز شیں کرنے میں سرگرم عمل ہے؛ تاکہ معاشرے کی نوخیز نسلوں کو اخلاقی جذام میں مبتلا کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ بلکہ دورِ حاضر میں تو اس نے انسانوں میں سے اپنے انجینٹوں کے ذریعہ ایسے ایسے اسباب و محرکات عالم وجود میں لا دیے ہیں کہ قدم قدم پہ انسانی قدم کے ڈمگانے کے سامان مہیا ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اور خود شیطان نے یہ کہا ہے کہ اللہ کے منتخب بندوں پر شیطان کا جادو نہیں چل سکتا۔ مگر چونکہ دنیا عالم اسباب ہے اور اسباب گرچہ پیدا اللہ کرتا ہے لیکن ان کا نفاذ بندے ہی کرتے ہیں؛ سو بنی نوع انسان کو شیطان کی چالوں اور سازشوں سے بچانے کے لیے ہر دور میں کچھ اللہ کے ایسے بندے ہوتے رہے ہیں جو قرآن و سنت اور پیش آمدہ واقعات و حقائق کے ذریعہ بھولی بھٹکی نسلوں کی آنکھوں سے گراہی کی پٹی کھولتے رہے ہیں، اور چونکہ دنیا قیامت تک وہی ہے اس لیے وہ بھی آخری گھڑی تک اپنے فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم عمل رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے عزیز محترم مولانا رضوان اللہ ریاضی کی یہ گراں قدر کوشش بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جنہوں نے قرآن و سنت، تاریخی واقعات، چشم دید مشاہدات اور ثقہ حضرات سے سنے ہوئے واقعات و حقائق کی روشنی میں مسلمانوں کی موجودہ بے غیرتی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ بے غیرتی کے مظاہر!! الأمان والحفیظ!! ایک سچے مومن کا دل انتہائی کڑھن محسوس کر رہا ہے، لیکن کرے بھی تو کیا کرے؟! اس دور میں تو بس فیلسانہ (اپنی زبان سے منکر کو مٹانے) کا ایمان یعنی ایمان کا دوسرا درجہ ہی رہ گیا ہے، بلکہ کہیں تو صرف فبقلبہ (برائی کو اگر زبان سے نہ مٹا سکے تو دل سے برا جانے) یعنی آخری درجہ کا ایمان بھی خال خال لوگوں میں رہ گیا ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے عزیز موصوف نے فیلسانہ کا فریضہ بحسن و خوبی اور انتہائی درد مندانہ اور غیرت مندانہ اسلوب سے ادا

کیا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب میں نے حرفاً حرفاً پڑھی ہے اور از حد متاثر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور آخرت میں ترقی درجات کا ذریعہ بنائے، اور تمام بنی نوع انسان خصوصاً اسلام کے نام لیواؤں کو توفیق دے کہ وہ اپنے خاندان، سماج اور سوسائٹی کو پاک و صاف رکھیں اور اسلامی غیرت و حمیت کو اپنی زندگی کے ہر گوشے میں نافذ کریں۔ نیز اللہ رب العزت سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے ناشر اور اس میں کسی بھی طرح کا تعاون پیش کرنے والے حضرات کو جزائے خیر دے اور نیکی میں تعاون کے اجر و ثواب سے نوازے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ وسلم۔

العبد العاجز
احمد مجتبیٰ نذیر عالم السلفی

۱۷/ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۲۰۰۳ء

(نائب صدر دارالدعوة، شاہین باغ، نئی دہلی)

مَقَلَّمَتَا [دوسرا ایڈیشن]

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده؛ أما بعد:

قارئین کرام! قبل اس کے کہ آپ کتاب کا مطالعہ شروع کریں، چند باتیں مستحضر کر لیں:

یہ کتاب آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل یعنی اپریل 2003ء میں ”مؤسسۃ دارالدعوة“ دہلی کی جانب سے شائع ہو چکی ہے اور الحمد للہ کتاب کے قارئین کی طرف سے اچھے اور خوش کن تاثرات موصول ہوئے ہیں۔ چوں کہ پہلے ایڈیشن میں طباعت، ٹائپل اور اندرونی کاغذ کا معیار کتاب کے شایان شان نہیں تھا، اس لیے ہر قاری کو اس سلسلے میں شکوہ تھا۔ اس نئے ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کے شکوہ کا ازالہ ہو جائے گا۔ اس ایڈیشن کی چند خصوصیات ہیں جو پہلے ایڈیشن سے کتاب کو ممتاز کرتی ہیں، مثلاً:

✽ پہلے ایڈیشن کی سیٹنگ 17x24 کے سائز کے مطابق ہوئی تھی مگر اس ایڈیشن میں 14x21

کے حجم کے مطابق سیٹنگ کی گئی ہے، جس کے سبب کتاب کے حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔

✽ اس ایڈیشن میں ارقام احادیث کی تخریج و ادعبدالباقی کی ترقیم کے مطابق کر دی گئی ہے۔

✽ پہلے ایڈیشن میں طباعت کی بعض غلطیاں رہ گئی تھیں، اس ایڈیشن میں ان کی تصحیح کر دی گئی

ہے؛ نیز عربی عبارتوں پر اعراب بھی لگا دیا گیا ہے۔

✽ انسانی کوشش چوں کہ محدود ہے اس لیے کسی بھی کام کو حرف آخر نہیں کہا جاسکتا، اور خطا

و نسیان تو ناگزیر چیز ہے۔ لہذا اگر اس ایڈیشن میں بھی کچھ مطبعی غلطیاں یا علمی خامیاں رہ

جائیں تو براہ کرم قارئین کرام ہماری طرف سے معذرت قبول کرتے ہوئے ان کی نشاندہی

کرنے میں بخل سے کام نہ لیں، ان شاء اللہ آپ کا مشورہ بصد شکر یہ قبول کیا جائے گا۔

✽ جن اخوان نے تحریری یا منہ زبانی کتاب کے متعلق اپنے حسن ظن کا اظہار کیا ہے اور مفید

تاثرات کے ساتھ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ہے، ہم ان کا بے حد ممنون و مشکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دامن رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

اخو کم: رضوان اللہ ریاضی

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ، مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَقَدِّمَةٌ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد:

صالح معاشرہ کی تشکیل کے لیے شریعت اسلامیہ میں بہت سارے اصول و ضوابط بتائے گئے ہیں، جنہیں بروئے کار لا کر مسلمین اولین نے خوشگوار معاشرہ میں مثبت اور خالص اسلامی زندگی گزاری۔ ان اصول و ضوابط میں سب سے اہم اور بنیادی کردار ”اسلامی غیرت و حمیت“ کو حاصل ہے، کیوں کہ صالح معاشرہ کی تشکیل کے سلسلہ میں شریعت اسلامیہ کی جتنی بھی تعلیمات ہیں، ان کے ہر گوشے میں ”اسلامی غیرت و حمیت“ کا حصہ ضرور ہے۔ اور ایسا اس لیے ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق غیرت و حمیت بھی ایمان کا اہم جزء ہے (۱)۔

اسلامی غیرت و حمیت کے بغیر صالح معاشرہ کی تشکیل کا خواب سطح آب پر دستاویزی تحریر کے مترادف ہے، جو نہ تو موقع پر کام آسکے اور نہ ہی اس کے ذریعہ وکالت کی جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی میں اسلامی غیرت و حمیت کو بہت اہمیت حاصل ہے، حتیٰ کہ ایک غیرت مند مومن کو عفت و عصمت اور عزت و آبرو کے تحفظ میں مرنے پر شہادت کا درجہ دیا گیا ہے، لیکن اسی غیرت و حمیت کے فقدان کے سبب ایک آدمی حدیث کے الفاظ میں ”دبوت“ کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے، جس کے لیے جنت کے دروازے بند

(۱) بخاری و مسلم - تخریج کے لیے دیکھئے ص (۲۲۲)۔

ہو چکے ہیں (۲)۔

دراصل اسلامی غیرت وحمیت اگر ماند پڑ جائے تو معاشرہ کے اندر سے آہستہ آہستہ سارا خیر خیر باد کہہ دیتا ہے، اور اس کی جگہ برائی و بے حیائی لے لیتی ہے۔ آج مسلم معاشروں کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ہر وہ بے حیائی کا کام جس کا ارتکاب کوئی رذیل اور بددین کر سکتا ہے، آج غیرت وحمیت کے فقدان کے سبب وہ مسلم معاشرے میں کیا جانے لگا ہے۔ جن برائیوں اور بے حیائیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے دوسری قوموں پر ہم انگلی اٹھاتے تھے، آج غیرت کے فقدان کے سبب وہی برائیاں اور بے حیائیاں مسلم معاشروں کی ذہنت بنی ہوئی ہیں۔ کل تک فرنگی تہذیب وتمدن کو مسلم معاشرے میں ازراہ تحقیر دیکھا جاتا تھا، آج اندھی تقلید، اسلامی تعلیمات سے دوری اور غیرت وحمیت کے فقدان کے سبب مسلم معاشرے کا تقریباً ہر فرد اسی تہذیب وتمدن کا دلدادہ نظر آ رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کل تک جو خواتین اپنے ہی گھر کے دروازے پر قدم رکھنے میں جھجک محسوس کرتی تھیں، آج فقدان غیرت کے سبب فلمی دنیا سے فحشہ خانوں تک کی بلا جھجک سیر کرتی نظر آ رہی ہیں۔ ابھی کل تک مغربی ممالک میں بے حیائی و بدکاری کی کھلی آزادی کے سبب وہاں کے خاندانی نظام کی تباہی سے ہم درس عبرت لیتے تھے، اور ان کی ہدایت کے لیے قرآن و احادیث کی تعلیمات بطور تحفہ بھیجتے تھے، لیکن آج فقدان غیرت کے سبب وہی کچھ مسلم معاشروں میں بھی ہو رہا ہے جس کی آلودگیوں سے مغرب تنگ آ کر باہر آنا چاہتا ہے۔

ایسی صورت حال میں اگر فلسطینی مظلوم خواتین دنیا کے عرض و طول میں پھیلے مسلمانوں سے اپنی عفت و عصمت کے تحفظ کی فریاد کرتی ہیں تو کیوں کر کوئی مددگار فوج ان کے درد کا سمجھا بن سکتی ہے، جب کہ اسلامی غیرت وحمیت کا ان کے اندر سے جنازہ نکل چکا ہے؟

(۱) مسند امام احمد: ۱۲۸/۲- تحقیق کے لیے دیکھئے ص ۳۲۱ حاشیہ (۲)۔

مسلمانوں کے اندراب وہ غیرت و حمیت کہاں کہ ایک مظلوم مسلم خاتون کی آواز پر ہونے لگے یہودیوں کی طرح مقدس سرزمین فلسطین سے خونخوار اسرائیلی بیٹریوں کو جلا وطن کر سکیں؟ اور ہمارے اندراب وہ اسلامی غیرت و حمیت کہاں کہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلے مجاہدین اسلام کی پسماندگان بیویوں اور بچوں کو تحفظ فراہم کر سکیں، جس طرح خلیفہ معتمد نے ایک مظلوم مسلم خاتون کی آواز پر غیرت کھاتے ہوئے عراق سے چل کر عموریہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی؟؟

اسلامی معاشرے میں اسی غیرت و حمیت کے فقدان اور اخلاقی بحران کو دیکھ کر ہم نے ”غیرت کا فقدان اور اس کا علاج، قرآن و سنت کی روشنی میں“ کے عنوان سے یہ کتاب لکھی ہے، تاکہ ماضی میں مسلمین اولین کی شدید غیرت و حمیت کی آفاقیت، اور حال میں مسلمانوں کی بے غیرتی و بے حمیتی کے سبب رونما ہونے والے اخلاقی و معاشرتی بحران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کے اندر اسلامی غیرت و حمیت کو ازسرنو بحال کیا جاسکے، جو صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی بنیاد ہے، اور معاشرہ کو نیک و صالح افراد بخشنے کی ضامن بھی۔ اس موضوع کے انتخاب کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو زبان میں اس موضوع پر قرآن و احادیث کی روشنی میں کوئی مستقل کتاب میری نگاہ سے نہیں گزری جب کہ اصلاح معاشرہ کے لیے ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے۔

اس کتاب سے متعلق چند باتیں بطور استحضار ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

- ۱۔ میں نے اس کتاب کے اندر قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے علاوہ اُن صحیح واقعات ہی کو جگہ دی ہے، جن میں سے اکثر سے میں خود واقف ہوں، یا وہ کسی معتبر آدمی کے ذریعہ مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ (اس آدمی کا نام صرف اشاراتی حروف میں لکھا گیا ہے، جیسے: ج ل ق)

۲- عوام الناس میں احادیث نبویہ کے متعلق صحیح اور ضعیف کی چھان بین کا جو رجحان پیدا ہوا ہے، ان کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے میں نے بخاری و مسلم کے علاوہ اکثر احادیث کی تخریج کے ساتھ ان پر محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا حکم بھی نقل کر دیا ہے، اور مرجع بھی لکھ دیا ہے۔ نیز کتاب میں نقل کردہ اقتباسات کا حوالہ لکھ دیا ہے؛ خواہ حوالہ جات میں کوئی معمولی سا کتابچہ ہو یا کوئی رسالہ یا میگزین یا اخبار۔

۳- کتاب میں بالکل آسان الفاظ اور عام فہم جملے استعمال کئے گئے ہیں، تاکہ معمولی اردو خواں طبقہ بھی کتاب کا اصل مقصد آسانی سمجھ لے۔ جو کہ مسلم معاشرے میں موجودہ فقدانِ غیرت پر غیرتِ اسلامی کی بحالی کے لیے ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔

۴- اسلامی غیرت و حمیت کی اقسام کی فہرست طویل ہے اور مختصراً بہت ساری قسموں پر بحث بھی وقتاً فوقتاً قارئین ملاحظہ فرمائیں گے جیسا کہ کتاب کے آخری حصے میں چند اہم اقسامِ غیرت پر مثالوں کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاہم اس کتاب کی بنیاد جس غیرت و حمیت پر قائم ہے وہ ہے ”عزت و آبرو اور عفت و عصمت پر غیرت و حمیت“۔ کیوں کہ عفت و عصمت محفوظ ہے تو تاقیامت معاشرے کی نسلیں پاکیزہ رہیں گی لیکن اس کی پامالی سے پورا معاشرہ جنسی انارکی اور اخلاقی جذام میں مبتلا ہو جائے گا۔ پھر عذابِ الہی اس معاشرہ کا مقدر ہوگا۔

۵- قارئین کی آسانی کے لیے کتاب میں جا بجا مفید عنادین قائم کئے گئے ہیں اور لکھتے وقت یہ بات ذہن نشین رہی ہے کہ ان شاء اللہ قارئین کسی بھی عنوان کو پڑھنے کے بعد اصلاحِ معاشرہ کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں مثبت فیصلہ کریں گے۔ اور معاشرے میں فقدانِ غیرت پر غیرت کھاتے ہوئے اسلامی غیرت و حمیت پھر سے بحال کرنے کی کوشش کریں گے۔

۶۔ کتاب میں گزشتہ اور حالیہ غیرت کا موازنہ کرتے ہوئے معاشرے کے اندر فقدانِ غیرت کی چند اہم جھلکیوں پر قرآن و احادیث اور صحیح واقعات کی روشنی میں قدرے تفصیل سے بحث کے ساتھ ساتھ فقدانِ غیرت کے سنگین اور بھیانک نتائج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور غیر اقوام کی تقلید میں اپنی شناخت فراموش کر دینے والے بے غیرت لوگوں کے غیر شرعی خیالات و اعتراضات کا پوسٹ مارٹم بھی کیا گیا ہے۔ نیز مزاروں اور خانقاہوں پر صوفیت کے لبادہ میں مسلم خواتین کی عصمت و عفت کو تار تار کرنے والے خونخوار بھیڑیوں کے چہروں سے نقاب کشائی بھی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کے ان چیلوں اور ایجنٹوں کی حقیقت سامنے آ گئی ہے، اور ان کے نقاب پوش چہرے ظاہر ہو گئے ہیں۔ پھر سیکولرائزیشن کے ذریعہ اسلامی غیرت و حمیت کی پامالی کی جو سازشیں دشمنانِ اسلام کر رہے ہیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے..... مغربی اقوام میں فقدانِ غیرت کے سبب خاندانی، معاشرتی اور نسلی تباہی و بربادی کو ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مسلم معاشرے میں فقدانِ غیرت کے اسباب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فقدانِ غیرت کا قرآن و احادیث کی روشنی میں علاج بھی بتایا گیا ہے۔ جسے اپنا کر مسلم معاشرہ اپنے کھوئے ہوئے سب سے قیمتی سرمایہ یعنی ”اسلامی غیرت و حمیت“ کو از سر نو بحال کر سکتا ہے، اور انتہائی قلیل مدت میں ایک مثالی اور اسلامی معاشرہ بن کر دوسری اقوام کے لیے قابلِ نمونہ بن سکتا ہے، جیسا کہ آج سے تقریباً پندرہ سو سال قبل رسول اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام کا معاشرہ تھا۔

مذکورہ نکات کے علاوہ اور بھی بہت ساری باتیں کتابِ ہذا میں موجود ہیں، جن کی طرف اشارہ مقدمہ کی بطورالت کا باعث ہوگا۔ البتہ قارئین بوقتِ مطالعہ بخوبی اس کا اندازہ

کریں گے، اس کے لیے فہرست مضامین پر ایک نظر ڈال لیں۔

واضح رہے کہ مقدمہ لکھنے سے قبل میں نے بعض محسنین کے اشارہ پر اس کتاب کو بعض باصلاحیت شخصیات سے مراجعہ کرایا۔ اس کے لیے مسودہ کا تصویر شدہ ایک نسخہ اپنے بخاری شریف کے استاذ مکرم جناب مولانا عبدالمبین السلفی حفظہ اللہ (سابق استاذ بخاری جامعہ ریاض العلوم دہلی) کے حوالے کیا اور ایک نسخہ استاذ محترم جناب مولانا عبدالسلام بن عبد الحمید عمری وندنی حفظہ اللہ (سابق استاذ جامعہ دارالسلام عمر آباد تامل ناڈو) کو پڑھنے کے لیے دیا، جنہوں نے ۱۹۹۵ء میں ”جمعية البر الاسلامیہ علی گڑھ“ کے کل ہند تحریری انعامی مقابلہ میں مقالہ بعنوان ”حجیت حدیث پر شکوک و شبہات - ایک تنقیدی جائزہ“ لکھتے وقت میری رہنمائی فرمائی تھی، جس کی بدولت الحمد للہ میرے اس مقالہ کو پہلی پوزیشن حاصل ہوئی تھی۔ فلله الحمد والمنة۔

مسودہ پڑھنے کے بعد دونوں صاحبان نے الحمد للہ خوش کن اور ہمت افزا تاثرات دیے، اور اس کتاب کو اصلاح معاشرہ کے عنوان پر ایک بہترین اور مفید کتاب قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا حسن ظن پورا کرے۔

نیز عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت جناب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس) مارچ ۲۰۰۲ء میں مملکت سعودیہ عرب کے دورہ پر آئے تھے تو میں نے اپنا یہ مسودہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، موصوف نے کتاب کی فہرست اور اندرونی صفحات پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد خوشی کا اظہار کیا اور چند بنیادی اور مفید باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کا جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

یہ واضح رہے کہ مسودہ کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کے بعد جس شخصیت کی رہنمائی مجھے سب سے زیادہ ملی، وہ فضیلۃ الدکتور عبدالرحمن بن عبد الجبار الفریوای (عضو هیئۃ التدیس

بکلیۃ اصول الدین بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية بالرياض) ہیں۔ آپ نے جابجا اصلاحات کے ساتھ مفید مشوروں سے نوازا اور مواد کی فراہمی میں بڑی حد تک میری مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاص کا بہتر بدلہ عطا فرمائے، اور عمر میں برکت دے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ آپ کی ذات سے استفادہ کر سکیں۔


آخر میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ مسلم معاشروں میں فقدانِ غیرت اور اس کے اسباب و علاج کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ ایک طالب علم کی ادنیٰ سی کوشش ہے۔ جو باتیں کلام اللہ اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوں، وہ ضرور قابل قبول ہیں، لیکن جو باتیں اسلامی تعلیمات کی مخالف ہوں ان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری ہیں۔ یہاں میں بھی وہی کچھ کہوں گا جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

”أَقُولُ فِيهَا بِرَأْيِي فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللَّهِ وَإِنْ يَكُنْ خَطَأً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطَانِ، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ بَرِئَانِ مِنْهُ“۔ ”اس مسئلہ میں میری یہ رائے ہے، اگر میری رائے صواب و درست ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر میری رائے غلط ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہیں“۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا شریعتِ اسلامیہ کے خلاف کوئی بات ہو تو براہ کرم مطلع کرنے کی زحمت گوارہ کریں۔ صد شکر یہ کہ ساتھ آپ کا مخلصانہ مشورہ قبول کیا جائے گا۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرنا بھول جاؤں جنہوں نے دیا یہ عرب میں اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود میری اس کتاب کا مراجعہ کیا۔ نیز میں بہت ہی ممنون و مشکور ہوں عزت مآب جناب مولانا احمد مجتبیٰ سلفی و مدنی حفظہ اللہ کا جنہوں نے میری کتاب کا بڑی ہی دقت نگاہ سے از اول تا آخر مراجعہ کیا اور جابجا مفید تصحیحات کیں۔ برادرِ مکرم جناب نظام الدین

صاحب ریاضی کا بھی بہت بہت مشکور ہوں جنہوں نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں کمپیوٹر پر کتاب کی سیٹنگ کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان تمام حضرات کو جنہوں نے کتاب کی تیاری میں کسی بھی طرح کا تعاون پیش کیا ہو، جزائے خیر سے نوازے اور میری اس کوشش کو شرف قبولیت سے نواز کر اسے توشیحہ آخرت بنائے۔ (یوم لا ینفع مال ولا بنون إلا من اتی اللہ بقلب سلیم)

وصلی اللہ وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔


رضوان اللہ ریاضی

۳ رمضان ۱۴۲۳ھ بمطابق ۸ نومبر ۲۰۰۲ء

ریاض، سعودی عرب

موبائل نمبر 00966-567354917

Email: drizwanfs@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیرت کی تعریف:

قاضی عیاض وغیرہ غیرت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”دل کا متغیر ہو جانا اور اپنی خاص چیز میں کسی کی مشارکت کے سبب غصہ کا برا بیچتہ ہو جانا، یا اپنے حق میں کسی کی مداخلت و مشارکت کو ناپسند کرنا، اور عام طور پر یہ غیرت شوہر اور بیوی کے درمیان کچھ زیادہ اور شدید ہی ہوتی ہے۔“

ابن سیدہ کہتے ہیں:

”غَارَ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةُ عَلَى بَعْلِهَا تَغَارٌ“

”یعنی شوہر اپنی بیوی پر غیرت کھاتا ہے اور اسی طرح بیوی اپنے شوہر پر غیرت مند ہوتی ہے (۱)۔“

علم نفسیات کی رو سے غیرت کی جو تعریف کی جاتی ہے، انگلش ڈکشنری بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے؛ چنانچہ وہ غیرت کی تعریف یوں کرتی ہے:

”غیرت آدمی کا اندرونی ڈر اور خوف ہے جو اس لیے رونما ہوتا ہے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بالمقابل ایک مزاحم پیدا ہوا ہے۔“

جب کہ عربی زبان کی لغات غیرت کی تعریف ان الفاظ سے کرتی ہیں:

”حمیت کے ساتھ خودداری اور بڑائی کا وہ جذبہ جو غیر کی شرکت کو لمحہ بھر کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔“ (۲)۔

(۱) غیرت کے متعلق تفصیلی تحقیق کے لیے دیکھئے لسان العرب (۱۵۶/۱۰-۱۵۷)۔

(۲) مجلہ ”التربية الحديثة“ (۳۳ سہ ۱۲)۔

غیرت کی اقسام:

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَمِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُبْغِضُهُ اللَّهُ ؛ فَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ: فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيَّةِ، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُ اللَّهُ: الْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيَّةٍ“ (۱)۔ ”بعض غیرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے اور بعض مبغوض؛ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب غیرت وہ ہے جو شک کی بنیاد پر ہو، اور جو غیرت خواہ مخواہ بغیر شک کے ہو تو ایسی غیرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔“

اس حدیث نبوی ﷺ کے پیش نظر ہم نے غیرت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۲- غیرت مذمومہ

۱- غیرت محمودہ۔

ہم ان دونوں اقسام کو قدرے تفصیل سے مثالوں کے ساتھ کتاب کے آخری حصے میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

غیرت اور فطرت:

غیرت کا تعلق فطرت سے ہے، فطری طور پر تخلیق انسانی میں غیرت ودیعت کی گئی ہے۔ غیرت سے محروم شخص پاکیزہ زندگی سے محروم ہے اور جس کے اندر پاکیزہ زندگی معدوم ہو تو پھر اس کی زندگی جانوروں کی زندگی سے بھی گئی گزری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ذات کے سلسلہ میں غیرت مند اور منفعل بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی مجبور و لاچار کیوں نہ ہو لیکن آخری دم تک اپنی عزت و آبرو کی حفاظت

(۱) مسند امام احمد (۴۳۵/۵)، ابوداؤد: کتاب الجہاد، باب الخلاء فی الحرب، رقم: (۲۶۵۹)، نسائی: کتاب الزکاۃ،

باب الاخیال فی الصدقۃ، رقم: (۲۵۵۸)، دارمی: (۱۳۹/۲)، ابن حبان: (۱۳۱۳)، بیہقی: (۳۰۷/۷)، علامہ

ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، دیکھیے: إرداء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل:

وصیات میں جان کی بازی لگائے رکھتا ہے۔ اگر کسی قسم کی بے وفائی یا دغا بازی کا حربہ استعمال کر کے اس کی یا اس کے کسی متعلق کی عزت و آبرو کو داغدار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تو پھر وہ جذباتی یا فطری طور پر غیرت کا سہارا لے کر میدان کارزار میں کود پڑتا ہے، اور ہر طرح کی کمزوری و لاچاری کے باوجود عظیم سے عظیم چٹانوں کو چکنا چور کر کے اپنی عزت و آبرو پر آنچ نہ آنے دینے کی سعی پیہم کرتا ہے۔ اور سچی بات تو یہی ہے کہ جس قوم کے اندر غیرت و حمیت کا جذبہ موجود ہوگا اس کی نسل پاکیزہ اور تعمیری زندگی گزار سکے گی، اور وہی معاشرہ حسن اخلاق کا پیکر بن کر اعلیٰ اقدار کا مستحق بھی ہوگا۔

غیرت کے تعلق سے جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان تو انسان، حیوان بھی اس سے معمور ہیں اور قدرت کی طرف سے ان کی جبلت و فطرت میں بھی غیرت و حمیت کا جذبہ موجزن ہے۔ کمال الدین الدمیری نے اپنی کتاب ”حیاء الحیوان الکبریٰ“ میں حیوانات کی غیرت و حمیت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”حصان (گھوڑا) کو حصان اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنی قوتِ حیات یعنی منی کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کا استعمال کسی نسلی اور پاکدامن گھوڑی ہی پر کرتا ہے۔“

غیرتِ حیوان کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن ميمون رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پڑھئے، وہ بیان کرتے ہیں:

”رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً زَنْتٌ فَاجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرْدَةٌ فَرَجَمُوهَا، وَرَجَمُوهَا مَعَهُمْ“۔ ”میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندریا کو دیکھا جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، تو دوسرے بندر اس کے پاس اکٹھا ہوئے اور اس کو سنگسار کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ اسے پتھر مارا،“ (۱)

(۱) بخاری کتاب مناقب الأنصار، باب القسامة فی الجاهلیة۔ رقم: ۳۸۵۰۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

”اسماعیلی نے اس قصہ کو دوسری سند سے عیسیٰ بن حطان کے طریق سے مطول ذکر کیا ہے، جس میں حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک یمن میں اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھا اور ایک ٹیلہ پر سے ان کی رکھوالی کر رہا تھا، اتنے میں ایک بندر ایک بندریا کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر نیند کی آغوش میں چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرا بندر آیا جو پہلے بندر سے قد میں چھوٹا تھا۔ اس نے بندریا کو کنکھی مارا اور اپنی آنکھوں سے اشارہ کر کے اسے بلانے لگا۔ بندریا نے پہلے بندر کے سر کے نیچے سے اپنا ہاتھ آہستہ سے کھینچا اور چپکے سے دوسرے بندر کے ساتھ چل پڑی۔ پھر یہ دوسرا پست قد کا بندر بندریا سے زنا کرنے لگا اور میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بندریا واپس آئی اور چپکے سے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ سوئے ہوئے بندر کے رخسار کے نیچے گھسانے لگی؛ اچانک وہ بندر گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا اور بندریا کی بوسوگھ کر زور زور سے چلانے لگا، اس کی یہ آواز سن کر دوسرے بہت سے بندر اس جگہ جمع ہو گئے۔ وہ بندر زور زور سے آواز لگا رہا تھا اور بندریا کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا، اکٹھا ہونے والے بندر اس کی بات سمجھ کر دائیں بائیں (اس زانی بندر کی تلاش میں) پھیل گئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بندر پکڑ کر لایا گیا جس کو میں پہچان رہا تھا۔ پھر سب بندروں نے مل کر ان دونوں (زنا کرنے والے بندر اور بندریا) کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں کو سنگسار کر دیا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بنی آدم کے علاوہ مخلوق میں یہ رجم دیکھا (۱)“

جب حیوان کی غیرت کا عالم یہ ہے تو پھر انسانی غیرت و حمیت کا اندازہ آپ خود لگائیں جب کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔

(۱) فتح الباری: (۱۹۶/۷)۔ طبع دار الریان للتراث۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۷ء قاہرہ، مصر۔

شدید غیرت ہی کا نتیجہ تھا کہ قرۃن وسطیٰ کے فرنگی گھوڑ سوار دستے جب میدان جنگ کا رخ کرتے تو قتل والی لوہے کی سلاخیں استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنی بیویوں کو تالے لگی ہوئی ان سلاخوں کے پیچھے ڈال کر جاتے تھے تاکہ اس طرح ان کی عصمت و عفت یقینی طور پر محفوظ رہ سکے۔

انسانی غیرت کی مثال کے لیے امام بخاریؒ کی بیان کردہ یہ حدیث ملاحظہ کریں جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھ لوں تو اسے تلوار کی دھار سے قتل کر ڈالوں گا، جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

”تم لوگ سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ میں تو ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے (۱)۔“

غیرت اور فطرت کی ایک واضح مثال:

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت مل جائے۔ لوگ سنتے ہی اسے جھڑکنے اور ڈانٹنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قریب آؤ اور بیٹھ جاؤ“۔ وہ جوان قریب آ کر بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(جس چیز کی تو اجازت طلب کر رہا ہے) کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟“۔

جوان نے کہا: قربان جاؤں، نہیں۔ (میں اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتا ہوں)۔

(۱) بخاری: کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة، باب من رای امراته رجلاً فقتله،

(۶۳۵۳) مسلم: کتاب اللعان، (۱۴۹۹)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کر سکتا“۔
 پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟“
 جوان بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ”ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا“۔
 پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟“
 جوان بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ”ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بہن کے لیے ایسا پسند نہیں کرتا“۔
 پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟“
 جوان بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ”ہاں، کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا“۔
 پھر پوچھا: ”تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟“
 جوان بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیے اسے پسند نہیں کرتا“۔
 اس گفتگو کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس جوان کے اوپر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور یہ دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَأَخْصِنْ فَرْجَهُ“

”اے الہی! اس کا گناہ بخش دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ محفوظ کر دے۔“ (۱)

(۱) مسند احمد (۲۵۶/۵-۲۵۷/۵) بیہقی نے مجمع الزوائد (۱۳۴/۱) میں کہا ہے کہ اس کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے ”الکبیر“ میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

اس کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کرتا تھا۔

قبل از دعا نبی کریم ﷺ اس جوان کو دلیل کے ساتھ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر زنا کی اجازت دی جائے تو زانیہ بہر حال کسی کی بیٹی، یا بہن، یا ماں، یا خالہ، یا پھوپھی وغیرہ ہوگی اور یہ رشتے ایسے ہیں کہ خود سائل اور جملہ دیگر اشخاص بھی فطرتاً پسند نہیں کرتے کہ ان کی ایسی قربت میں زنا کا وجود پایا جائے۔ لہذا اجواز زنا کی درخواست جیسا کہ ایک غیور انسان کی فطرت کے خلاف ہے، اسی طرح وہ جملہ نوع بشری کی غیرت و حمیت کے خلاف ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی انسان زنا کو پسند نہیں کر سکتا۔ یہ نکتہ سمجھانے کے بعد پھر نبی کریم ﷺ نے اس جوان کے حق میں دعائے خیر و عفت فرمائی۔ اور اس کے بعد وہ شخص جس طرح اپنی عورتوں پر غیرت کھاتا تھا اسی طرح دوسری عورتوں پر بھی غیرت مند ہو گیا اور یہ مثال اس کے دل کو بہت بھائی۔

محرمات اور غیرتِ مومن:

جب انسان اور حیوان کی غیرت کا عالم یہ ہے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ تو پھر اللہ کی حدود و حرمت کو پامال ہوتے دیکھ کر ایک مرد مومن کی غیرت کا عالم کیا ہوگا، اس کا اندازہ وہ شخص خوب اچھی طرح لگا سکتا ہے جس نے حدیث رسول ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو رب کی حیثیت سے، اسلام کو دین کی حیثیت سے اور محمد ﷺ کو رسول کی حیثیت سے برضا و رغبت تسلیم کر کے ایمان کی حلاوت و مناس چکھ لی ہے (۱)

غیرت کی خواہ جتنی بھی اقسام بنائی جائیں لیکن ان تمام میں سب سے محبوب اور قابل ستائش غیرت وہ ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان ہوتی ہے۔ یہی وہ پاکیزہ غیرت ہے کہ ایک

(۱) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”ذَاقْ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا“۔ [مسلم: کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من رضی باللہ رباً..... رقم: (۳۲)]۔

بندہ مومن اللہ کی حرمت و حدود کو پامال ہوتے دیکھ کر طیش میں آجاتا ہے، اس کی غیرت اس کو لگا کرتی ہے، اس کے ضمیر کو بیدار کرتی ہے، اس کے حس کو جھنجھوڑتی ہے اور اس کے جذبات کو برا بیچتہ کرتی ہے؛ چنانچہ وہ بندہ مومن اپنے مقابل میں ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس محرمات^(۱) سے کھلواڑ کرنے والے فرعون کے چیلوں کی عظیم طاقت و قوت کے سامنے علم جہاد اٹھائے ہوئے ایک ہاتھ میں اللہ کا فرمان اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیے برسرِ پیکار ہوتا ہے اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی دھن میں اپنی بے بضاعتی و بے سروسامانی کی قطعی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ جی ہاں، لائقِ تعریف غیرت اور پسندیدہ محبت کی نشانی بھی تو یہی ہے کہ عاشق و معشوق یا محبت و محبوب کے مابین کسی بھی قسم کی مداخلت و مشارکت کو روانہ رکھا جائے۔ تو بھلا بندہ مومن اپنے اور اپنے خالق و معبود کے مابین محبت کے رشتہ میں محرمات کی پامالی کو کیوں کر گوارا کر سکتا ہے؟؟؟

جی بات یہی ہے کہ ایک مرد مومن اپنے تئیں سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، لیکن محرمات کی پامالی کو لمحہ بھر کے لیے بھی روا نہیں رکھ سکتا۔ ایسی صورت میں غیرت مند مومن کے جذبات کا برا بیچتہ ہو جانا اور اس کے تن بدن میں شعلوں کا بھڑک اٹھنا ایک بدیہی امر ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر صبر و تحمل کا پیکر اور ظلم و بربریت کو خندہ پیشانی سے قبول کر کے اہل ستم ظالموں کے حق میں دعائیں دینے والا مظلوم دنیا کی تاریخ نے کسی اور کو نہیں دیکھا ہوگا، لیکن جہاں حرمتِ الہی کی پامالی کی باری آتی ہے، آپ ﷺ کے اندر انتقام کا جذبہ انگڑائی لینے لگتا ہے اور اپنے فوجی دستہ کی طاقت و قوت کی پروا کیے بغیر فوراً اللہ کی حدود و حرمت کو روندنے والوں کو سبق سکھانے کی غرض سے میدانِ کارزار میں آنکلتے ہیں۔

(۱) محرمات سے مراد ہے: ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اس کے رسول ﷺ نے

حدیث شریف میں حرام قرار دیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”مَا اَنْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ بِهَا“ (۱) ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں، اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال ہوتے دیکھ کر آپ نے اللہ کے لیے ہی انتقام لیا“۔

دینی اعتبار سے سب سے زیادہ قوی وہی شخص ہوگا جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی حرمت و حدود پر سب سے زیادہ غیرت و نجیت ہوگی۔ اللہ کی حرمت و حدود کی پامالی ہو لیکن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعویدار کی غیرت و حمیت منجمد رہے تو پھر اس کا دعویٰ زبانی جمع خرچ ہے اور وہ اپنے دعویٰ میں کاذب اور جھوٹا ہے۔ امام ابن قیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں (۲):

”جس شخص کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہوگی وہ ان کی محبت اور عظمت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کے لیے غیرت کرے گا، اور اگر اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی خاطر غیرت نہیں تو محبت سے اس کا دل خالی ہوگا۔ اور اگر وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والوں میں شامل ہے تو وہ جھوٹا ہے، کیوں کہ انسانی دنیا میں جو شخص کسی انسان سے محبت کا دم بھرتا ہے اور غیروں پر لگا ہیں ڈالتا ہے تو ایسا شخص محبوب کی عزت سے کھلواڑ کرتا ہے، اس کی توہین کرتا ہے، اس کے نام پر بیٹہ لگاتا ہے جب کہ اسے غیرت آنی چاہئے، لیکن اسے غیرت اس لیے نہیں آتی کہ اس کا دل سرد پڑ چکا ہے۔ اس لیے جو شخص اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے ایسے شخص کے سامنے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے حلال کئے جانے پر اسے غیرت نہ آئے، اللہ کے حقوق کی پامالی ہو اور اسے کچھ احساس نہ ہو، تو کیا ایسے شخص کی غیرت درست ہو سکتی ہے؟..... غیرت کی کمترین قسم یہ ہے کہ اپنے نفس اور

(۱) بخاری: المناقب، صفحہ النبی ﷺ (۳۵۶۰) مسلم: الفضائل، باب..... وانتقامہ اللہ عند انتہاک (۲۳۲۷)۔

(۲) روضة المحبین: ص ۲۷۴-۲۷۵۔

شیطان کے خلاف اسے غیرت آئے، اگر یہ غیرت اس کے دل میں پیدا ہوئی تو حقوق میں حد سے تجاوز پر اسے اپنے محبوب پر بھی غصہ آئے گا، وہ معصیت اور نافرمانی کرے گا تو اس پر بھی اسے غیرت آئے گی، اور اگر اس کے اندر سے یہ غیرت نکل گئی تو اس کے ساتھ محبت بھی رخصت ہو جائے گی، اس کا دین بھی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا، خواہ اس کے آثار اس کے اندر باقی رہیں۔

یہی غیرت اللہ کی راہ میں جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد اور جڑ ہے۔ اگر غیرت ہو تب ہی آدمی جہاد کا جھنڈا اٹھانے، برائیوں کا خاتمہ کرنے اور بھلائی عام کرنے کے لیے آمادہ ہوگا۔ اور اگر دل اس دولت سے خالی ہوگا تو ایسا آدمی نہ تو جہاد کرے گا، نہ بھلائی کا حکم دے گا اور نہ برائیوں سے روکے گا۔ کیوں کہ وہ یہ سب اپنے پروردگار سے غیرت کھانے کی وجہ سے ہی کر سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب لوگوں کی نشانی جہاد کو بتایا ہے؛ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَئِيمَةً ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ”اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ لوگ اللہ سے محبت کریں گے، جو مومنوں کے لیے جھکنے والے (نرم دل) اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی بخشش والا، بڑا علم والا ہے“ (۱)۔

اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں غیرت مومن کی ایک مثال:
 اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے مومن اللہ اور اس کے رسول کے بارے
 میں کس قدر شدید غیرت مند ہوتے ہیں، اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگائیں:

کعب بن اشرف یہودی بڑا مالدار اور سرمایہ دار شخص تھا، عرب میں اس کے حسن و جمال
 کا شہرہ تھا اور یہ ایک مشہور شاعر بھی تھا۔ اس کا قلعہ مدینے کے جنوب میں بنو نضیر کی آبادی کے
 پیچھے واقع تھا، یہ اسلام اور اہل اسلام سے شدید بغض و عداوت رکھتا تھا۔ غزوہ بدر میں
 مسلمانوں کی شاندار کامیابی کی خبر سن کر اللہ کا یہ دشمن رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ججو اور
 دشمنان اسلام کی مدح سرائی پر اتر آیا، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگا۔ اس سے بھی
 اس کے جذبات آسودہ نہ ہوئے تو مکہ میں قریش کے پاس پہنچا، پھر ان کی غیرت بھڑکانے،
 ان کی آتش انتقام تیز کرنے اور انہیں نبی کریم ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ کرنے کے لیے
 اشعار کہہ کہہ کر ان سردارانِ قریش کا نوحہ و ماتم شروع کر دیا جنہیں میدانِ بدر میں قتل کئے
 جانے کے بعد کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف دشمنانِ
 اسلام کے اندر بغاوت و عداوت اور انتقام کی آگ بھڑکانے اور آپ ﷺ کے خلاف ان کی
 ہر طرح مدد کرنے کا وعدہ دے کر کعب بن اشرف جب مدینہ واپس آیا تو یہاں اس نے صحابہ
 کرامؓ کی عورتوں کے بارے میں گندے اور واہیات اشعار کہنے شروع کر دیے، اور اپنی زبان
 درازی و بدگوئی کے ذریعہ سخت اذیت پہنچائی۔

جب اس ظالم کی زبان درازی و بدگوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور عام مسلمانوں
 کے متعلق حد سے تجاوز کر گئی اور نبی کریم ﷺ کا پیاناہ صبر لبریز ہو گیا تو آپ کو شدید غیرت
 آئی اور آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

”مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ آذَى اللَّهِ وَرَسُولَهُ“۔

”کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیوں کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔“

اس کے جواب میں محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابونا نکلہ۔ ان کا نام سلکان بن سلامہ تھا اور یہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبر نے اپنی خدمات پیش کیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں اپنی شدید غیرت کا اظہار کیا۔ اس مختصر دستہ کے کمانڈر محمد بن مسلمہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے مجھے کچھ کہنے کی اجازت فرمائیں، تاکہ اس بہانہ سے اس کا کام تمام کرنے میں آسانی ہو سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہہ سکتے ہو۔“

اس مشورہ کے بعد محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے اور بولے: اس شخص نے۔ اشارہ نبی کریم ﷺ کی طرف تھا۔ ہم سے صدقہ طلب کیا ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے ہمیں تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔

کعب نے کہا: اللہ کی قسم! ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

محمد بن مسلمہ نے کہا: اب جب کہ اس کا مذہب اختیار کر کے اس کا پیروکار بن ہی چکے ہیں تو اس کا ساتھ چھوڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک یا دو وسق غلہ بطور قرض دے دیں۔

کعب بن اشرف نے کہا: میرے پاس کچھ رہن (گروی) رکھو۔

محمد بن مسلمہ نے کہا: آپ کو کنسی چیز گروی رکھنا پسند کریں گے؟

کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو ہمارے پاس گروی رکھ دو۔

محمد بن مسلمہ نے کہا: بھلا ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کیسے گروی رکھ دیں جب کہ

آپ عرب کے سب سے حسین و جمیل اور خوبصورت انسان ہیں؟!

کعب نے کہا: تو پھر اپنے بیٹوں ہی کو گروی رکھ دو۔

محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم اپنے بیٹوں کو کیسے گروی رکھ دیں؟ اگر ہم ایسا کر دیں تو انہیں طعنہ دیا جائے گا کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے عوض رہن رکھا گیا تھا، یہ ہمارے لیے عار کی بات ہے؛ البتہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد دونوں کے درمیان یہ اتفاق ہو گیا کہ محمد بن مسلمہ ہتھیار لے کر اس کے پاس رہن رکھنے آئیں گے۔

ادھر ابونا نکلہ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، نے بھی ایسا ہی اقدام کیا۔ وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کچھ دیر ادھر ادھر کے اشعار سنانے کے بعد بولے: بھئی ابن اشرف! میں ایک ضرورت کے پیش نظر آپ کی خدمت میں آیا ہوں، لیکن آپ میری اس بات کو صیغہ راز ہی میں رکھیں گے۔

کعب نے کہا: چلو ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

ابونا نکلہ نے کہا: بھئی اس شخص۔ یعنی محمد ﷺ۔ کی آمد تو ہمارے لیے آزمائش بن گئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن بن گیا ہے، سب نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے، ہماری (تجارت وغیرہ کی) راہیں بند ہو گئی ہیں، اہل و عیال ہلاک ہو رہے ہیں، جانوں پر بن آئی ہے، ہم اور ہمارے بال بچے مشقتوں سے چور ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بھی کچھ اسی ڈھنگ کی گفتگو کی جیسی محمد بن مسلمہ نے کی تھی۔ دورانِ گفتگو ابونا نکلہ نے یہ بھی کہا کہ میرے کچھ ساتھی ہیں جن کے خیالات بھی میرے ہی جیسے ہیں، میں انہیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں، آپ ان کے ہاتھ کچھ بچیں اور ان پر احسان کریں۔

محمد بن مسلمہ اور نکلہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے کیوں کہ اس گفتگو کے بعد ہتھیار اور

ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں کی آمد پر کعب بن اشرف چونک نہیں سکتا تھا۔ اس ابتدائی مرحلہ کی تکمیل کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری کی چاندنی رات کو یہ مختصر سادستہ نبی کریم ﷺ کے پاس اکٹھا ہوا۔ آپ ﷺ بقیع غرقہ تک ان کو رخصت کرنے کے لیے چل کر آئے اور فرمایا: ”اللہ کا نام لے کر جاؤ، اے اللہ! ان کی مدد فرما“۔ پھر آپ ﷺ گھر واپس ہو گئے اور نماز و مناجات میں مشغول ہو گئے۔

ادھر جب یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعے کے دامن میں پہنچا تو اسے ابونا نملہ نے کچھ بلند آواز سے پکارا۔ آواز سن کر کعب بن اشرف ان کے پاس آنے کے لیے اٹھا تو اس کی بیوی نے۔ جو ابھی نئی نویلی دہن تھی۔ کہا: اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں ایسی آوازیں سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔

کعب نے کہا: یہ تو میرا دوست محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونا نملہ ہے، کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ جاتا ہے (إِنَّ الْكَوْنِمْ لَوُدُعِي إِلَى طَغْنَةِ أَجَابَ)۔ اس کے بعد وہ باہر نکل آیا، خوشبو میں بسا ہوا تھا اور سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔

ابونا نملہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب کعب بن اشرف آجائے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھنا کہ میں نے اس کا سر پکڑ کر اسے قابو میں کر لیا ہے تو اس پر پل پڑنا اور اسے مار ڈالنا؛ چنانچہ کعب آیا تو کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ابونا نملہ نے کہا: ابن اشرف! کیوں نہ شعب عجز تک چلیں، ذرا آج رات باتیں کی جائیں۔ کعب نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو چلتے ہیں۔ پھر سب لوگ چل پڑے، دورانِ راہ ابونا نملہ نے کہا: آج جیسی عمدہ خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ یہ سن کر کعب کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا، کہنے لگا: میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت ہے، ابونا نملہ نے کہا:

اگر اجازت ہو تو ذرا آپ کا سر سونگھوں؟ وہ بولا: ہاں ہاں، سونگھو، ابونا نلہ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈالا اور خود بھی سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔ کچھ اور چلے تو ابونا نلہ نے پھر کہا: بھیئی ایک بار اور۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے۔ اب کی بار ابونا نلہ نے پھر وہی حرکت کی یہاں تک کہ کعب مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ اور چلے تو ابونا نلہ نے پھر کہا: بھیئی ایک بار اور۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس مرتبہ ابونا نلہ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر ذرا اچھی طرح پکڑ لیا تو بولے: لے لو اللہ کے دشمن کو۔ اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں لیکن کچھ کام نہ دے سکیں۔ یہ دیکھ کر محمد بن مسلمہ نے جھٹ اپنی کدال لی اور اس کے پیڑ و پر لگا کر چڑھ بیٹھے، کدال آر پار ہو گئی اور اللہ کا یہ دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حملے کے دوران اس نے اتنی زبردست چیخ ماری کہ گرد و پیش میں ہلچل مچ گئی، اور کوئی ایسا قلعہ نہ بچا تھا جس پر آگ روشن نہ کی گئی ہو۔

کارروائی کے دوران حضرت حارث بن اوس کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی، جس سے وہ زخمی ہو گئے تھے اور ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا؛ چنانچہ جب واپسی میں یہ دستہ حرہ عریض پہنچا تو دیکھا کہ حارث نہیں ہیں، اس لیے سب وہیں رک گئے۔ کچھ لمحہ بعد حارث بھی ان کے نشانات قدم دیکھتے ہوئے آن پہنچے۔ وہاں سے ساتھیوں نے انہیں اٹھالیا اور بقیع غرقہ پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی سنائی پڑا۔ آپ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے کعب کا کام تمام کر دیا ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر جب یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”أَفْلَحَتِ الْوُجُوهُ“ ”یہ چہرے کامیاب رہیں۔“

ان لوگوں نے کہا: آپ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول! اور اس کے ساتھ ہی اس طاغوت یعنی کعب بن اشرف کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس کے قتل پر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور حارث کے زخم پر لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ شفا یاب ہو گئے اور آئندہ

کبھی تکلیف نہیں ہوئی (۱)۔

قتل کعب بن مالک کا تعلق بھی غیرتِ مومن سے ہے، اس لیے ہم نے یہ واقعہ بالتفصیل بیان کر دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ایک مومن کس قدر شدید غیرت کا حامل ہوتا ہے۔ اور ہمارا مقصد بیان اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے قارئین اسلامی غیرت و حمیت سے سرشار ہو کر اللہ کے رسول کے خلاف اقدام کرنے والوں کو رائی کے دانے کے برابر بھی اہمیت نہ دیں، بلکہ اللہ کی حرمت و حدود اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تعلیمات کا مذاق اڑانے والے افراد سے جہاد کریں اور ان کا کلی طور پر بایکاٹ کریں، تا آں کہ وہ راہِ راست پر آجائیں (حتیٰ تضع الحرب أوزارها)۔

یہ واضح رہے کہ غیرت اور شریعتِ اسلامیہ کے تعلق سے غیرت کے کئی ایک گوشوں پر ذہن جاتا ہے، لیکن ہم نے اپنی اس کتاب میں ”عورت کی عزت و آبرو“ پر غیرت و حمیت کے ایجابی و سلبیاتی پہلو پر واقعات و دلائل کی روشنی میں حقائق بیان کرنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ مقدمہ میں بتایا جا چکا ہے۔ ہاں، ضمناً اسلامی غیرت و حمیت کے دیگر گوشوں کا بھی ہمارے قارئین مطالعہ فرمائیں گے، جیسا کہ ابھی مذکور بالا عنوان ”محرمات اور غیرتِ مومن“ میں اس کی ایک جھلک گزری۔



(۱) اس واقعہ کے لیے دیکھیے: بخاری: المغازی/قتل کعب بن مالک شرف (۳۸۱۱)، مسلم (۱۸۰۱)، ابوداؤد

(۲۷۶۸)، سیرت ابن ہشام (۵۱۲-۵۷)، زادالمعاد (۹۱۲)۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کی غیرت

عرب زمانہ جاہلیت میں اپنی عورتوں کے معاملہ میں بہت زیادہ غیرت مند تھے۔ اپنے مال و دولت اور جملہ مادی فوائد حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی لگا دینا ان کو گوارا تھا، لیکن اپنے اعراض و انساب پر ہلہ لگانے والی معمولی سے معمولی شرط ایک لمحہ کے لیے بھی قبول کرنے کو وہ ہرگز تیار نہ تھے۔ یہ کلام ان کے درمیان معروف تھا۔

أَصُونُ عِرْضِي بِمَا لِي لَا أَذْنُسُهُ لَا بَارَكَ اللَّهُ بَعْدَ الْعَرَضِ فِي الْمَالِ
یعنی میں اپنے مال کے ذریعہ اپنی آبرو کی حفاظت کرتا ہوں، میں اپنی آبرو پر دھبہ نہیں لگنے دے سکتا۔ اللہ آبرو لٹنے کے بعد مال و دولت میں برکت نہ دے۔ (یعنی عزت و آبرو ہی نہ رہی تو پھر مال و دولت کا کیا فائدہ؟)

عورت کے معاملہ میں عرب کی غیرت کا عالم یہ تھا کہ فوراً ان کے جذبات برا بھلا ہو جاتے اور ان کے تن بدن میں آگ سی لگ جاتی تھی، پھر غیرت کی یہ آگ ایک طویل عرصہ تک بجھائے نہ جھتی تھی۔

معلوم ہونا چاہئے کہ قبائل عرب اور فارس کے درمیان ذوقار کا جو جنگی واقعہ معروف ہے، جس میں عرب کو شاندار کامیابی ملی تھی۔ اس خونی جنگ کا بنیادی سبب بھی ایک عورت ہی تھی جس پر شدید غیرت کے باعث یہ جنگ طول پکڑ گئی تھی۔ عرب اپنی عورتوں پر اس قدر شدید غیرت کھاتے تھے کہ ایک عرب دیہاتی نے چند لوگوں کی نگاہیں اپنی بیوی کی طرف اٹھتے دیکھ کر اسے طلاق دیدیا اور یہ اشعار کہے:

وَأَتْرُكُ حُبَّهَا مِنْ غَيْرِ بَغْضٍ وَذَاكَ لِكَثْرَةِ الشَّرَكَاءِ فِيهِ

(میں بغیر کسی بغض و دشمنی کے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، جس کا بنیادی سبب غیروں کی

نگاہوں کا اس مقناطیس کی طرف اٹھنا ہے۔)

إِذَا وَلَّغَ الذُّبَابُ عَلَى طَعَامٍ رَفَعَتْ يَدَيَّ وَنَفْسِي تَشْتَهِيهِ

(جب کھانے میں کبھی گر جاتی ہے تو کھانے کی خواہش رہتے ہوئے بھی میں اپنا ہاتھ کھانا سے کھینچ لیتا ہوں۔)

وَتَجْتَنِبُ الْأَسْوَدَ وَزُرُودَ مَاءٍ إِذَا كَانَتْ الْكِلَابُ وَلَقْنٌ فِيهِ

(شیر اس گھاٹ سے پانی نہیں پیتا جس گھاٹ میں کتے منہ ڈالیں۔)

عرب غیرت کے معاملہ میں اس قدر حد سے تجاوز کر چکے تھے کہ انہوں نے اپنی لڑکیوں کو اس خوف سے زندہ درگور کرنا شروع کر دیا تھا کہ کہیں انہیں ان معصوم بچیوں کی طرف سے مستقبل میں کسی تنگ و عار کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ عرب کا وہ پہلا قبیلہ ربیعہ ہے جس نے معصوم لڑکیوں کو جنم لیتے ہی زندہ درگور کر دینے کی قبیح سنت کو زواج دیا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک مرتبہ کسی قوم کے لوگ ان پر حملہ آور ہوئے اور اسی حملہ میں قبیلہ ربیعہ کے امیر کی دوشیزہ قیدی بنالی گئی، بعد میں جب جاہلین کے درمیان صلح سپاٹ ہو گئی تو لڑکی کو اپنے فیصلہ میں اختیار دیا گیا کہ اگر چاہے تو اپنے والد کے پاس چلی جائے، بصورت دیگر جس کی لونڈی بنی ہے اسی آقا کے ہمراہ بود و باش اختیار کر لے؛ چنانچہ لڑکی نے اپنے والد کے پاس جانے سے انکار کر دیا، اور جس کے حصہ میں مال غنیمت کے طور پر آئی تھی اس کے ساتھ ہی رہنے کو ترجیح دی۔ لڑکی کے اس بے باک فیصلہ سے باپ آگ بگولہ ہو گیا اور شدید غیرت کھاتے ہوئے اپنی قوم میں لڑکی کے پیدا ہوتے ہی اسے زندہ دفن کر دینے کی اس قبیح اور دردناک طریقہ کو رائج کر دیا، جس کو عوام الناس نے بھی بلا چون و چرا قبول کر لیا اور پھر عرب میں اس کے بعد لڑکی کے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دینے کا یہ اٹوٹ سلسلہ چل پڑا (۱)۔

(۱) أخلاق العرب بين الجاهلية والإسلام، (ص: ۱۲۱)۔

پھر عرب میں یہ ماحول بن گیا کہ اگر کسی کے گھر بچی پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی تو مارے شرم و حیا سے اس کا چہرہ کالا ہو جاتا اور وہ اپنے آپ کو معاشرے میں منہ دکھانے کے قابل نہ سمجھتا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ، أَيَسْكُثُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾ ”جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلنس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟“
[النحل: ۵۸-۵۹]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”كَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا حَمَلَتْ حُفِرَتْ حُفْرَةٌ وَتَمَخَضَتْ عَلَى رَأْسِهَا فَإِنْ وَلَدَتْ جَارِيَةً رَمَتْ بِهَا فِي الْحُفْرَةِ وَرَدَّتِ التُّرَابَ عَلَيْهَا وَإِنْ وَلَدَتْ غُلَامًا حَبَسَتْهُ“ (۱) ”زمانہ جاہلیت میں عورت جب حاملہ ہوتی تو ایک گڑھا کھود دیا جاتا اور جب اس کو دروزہ شروع ہوتا تو وہ زچگی کے وقت گڑھے کے سرے پر بیٹھتی، اگر لڑکی جنم دیتی تو اسی گڑھے میں اسے پھینک کر اس کے اوپر سے مٹی ڈال دیتی اور اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اسے روک رکھتی“۔

لیکن کبھی ماں اس شقاوت قلبی پر راضی نہ ہوتی یا خاندان والے اس میں مانع ہوتے تو باپ بادلِ خواستہ بیٹی کو کچھ مدت تک پالتا اور پھر کسی وقت صحرا میں لے جا کر اسے زندہ دفن کر دیتا تھا۔ گڑھا کھودتے وقت باپ کی پیٹھ پر مٹی آپڑتی تو بچی اپنے نازک ہاتھ سے باپ

کی پیٹھ سے مٹی صاف کرتی اور لاڈ پیار سے اس کے جسم سے چمٹ کر محبت و الفت کا اظہار کرتی، لیکن جب گڑھا تیار ہو جاتا تو یہ سنگدل اور بے رحم باپ بچی کو اسی گڑھا میں ڈال کر مٹی اوپر سے بھر دیتا۔ بچی ہائے ابا، ہائے ابا کہتی، لیکن اس درد انگیز آواز پر بھی باپ کو بچی پر ترس نہیں آتا۔

سنن دارمی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے عہد جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب میں اس کو پکارتا وہ دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستہ میں ایک کنواں آیا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی وہ تھی: ہائے! ہائے! ہائے! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رو دیے اور زار و قطار آپ کے آنسو بہنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: اے شخص! تم نے نبی کریم ﷺ کو غمگین کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے مت روکو، جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو“۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اپنا قصہ پھر بیان کرو“۔ اس نے دوبارہ بیان کیا اور آپ سن کر اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اب نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو“ (۱)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کتے کو پرورش کے لیے رکھ چھوڑتا لیکن اپنی بیٹی کو قتل کر ڈالتا۔ تا آں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مذموم غیرت پر انہیں عتاب کیا اور اپنے اس قول میں دھمکی دی: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ ”اور جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ آخر کس جرم کی پاداش میں

اسے قتل کیا گیا“ (۱)۔ [سورۃ النور: ۸، ۹]

یہ واضح رہے کہ زمانہ جاہلیت میں بہت سے لوگوں کو اس رسم کی قباحت کا احساس تھا جیسا کہ عرب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ فرزدق شاعر کے دادا مصعب بن ناجیہ الجاشعی نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں کچھ اچھے اعمال بھی کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے ۳۶۰ لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا اور ہر ایک کی جان بچانے کے لیے دو دو اونٹ فدیے میں دیئے۔ کیا مجھے اس پر اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لَكَ أَجْرُهُ إِذْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْكَ بِالْإِسْلَامِ“ ”تیرے لیے اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اسلام کی نعمت عطا فرمائی“ (۲)۔

غرض اسلام نے عربوں کی اس مذموم اور فبیح غیرت کو ایک ناقابل معافی اور سنگین جرم قرار دے کر عورتوں کو عزت و شرف بخشا اور ظاہر ہے کہ اسلام نے جس صنف نازک کو اس قدر اونچا مقام عطا کیا تو ضروری تھا کہ اس کی عزت و آبرو پر اسلامی غیرت و حمیت کو بحال کیا جائے۔ اس لیے اسلام نے عورتوں کی عزت و عصمت کی حفاظت کے لیے بہت اہم اور مفید قوانین و تدابیر بتائے ہیں، جنہیں ہم آئندہ صفحات میں ذکر کریں گے۔

زمانہ جاہلیت میں جہاں بہت ساری برائیاں پائی جاتی تھیں وہیں ان کے اندر بہت سارے محاسن بھی تھے۔ عرب نوجوان لوطیوں سے اپنی نگاہیں پست رکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور اس فعل کو مردانگی، مدح و تعریف اور فخر و مباہات پر محمول کرتے تھے۔ وہ اپنی عورتوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کو اپنی شرافت، کرامت، عزت اور شان سمجھتے تھے۔ عرب قوم کے جذبات کو براہیختہ کر دینے والی بات اس سے بڑھ کر کوئی اور نہیں تھی کہ ان کی عورتوں کی عزت و آبرو اور عفت و عصمت پر کسی قسم کا دھبہ لگے، نیز وہ جسم فروشی اور قبحہ گری

(۱) تفسیر القرطبی (۲۳۲/۱۹)۔ (۲) دیکھئے: الدر المنثور فی التفسیر المأثور، از سیوطی (۳۳۱/۸)

(Prostitution) کے اڈوں سے سخت گھن کرتے اور اس میں ملوث افراد کو انتہائی حقارت و ذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بطور محاورہ یہ جملہ ان کی زبان زد عام تھا:

”تَجَوُّعُ الْحُرَّةِ وَلَا تَاكُلُ بِذَيْبِهَا“۔ ”شریف عورت بھوکے رہ لیتی ہے مگر اپنے پستان (سے) دایہ گری یا قبحہ گری کی کمائی نہیں کھاتی (۱)۔“

یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب حضرت ہند رضی اللہ عنہا دائرہ اسلام میں داخل ہو کر دیگر عورتوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے آئیں اور نبی کریم ﷺ نے دیگر عہد و میثاق کے ضمن میں جب زنا کی ممانعت کا ذکر کیا تو حضرت ہندؓ نے تعجب سے کہا:

”أَوْ تَزْنِي الْحُرَّةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ۚ“ (۲)۔

”اے اللہ کے رسول! کیا آزاد عورت بھی کہیں زنا کا ارتکاب کرتی ہے؟“۔

خلاصہ یہ کہ عرب زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے بارے میں بہت زیادہ باغیرت تھے حتیٰ کہ جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو ان کی شدید غیرت کے خوف سے ان کی قوم کا کوئی بھی شخص ان کی مطلقہ عورت سے شادی کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔

عورت کے تعلق سے عربوں کی غیرت کے کتنے ہی واقعات کتب تاریخ میں بھرے پڑے ہیں لیکن ہم نے اسی اختصار پر اکتفا کیا ہے۔

آگے ہم قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے غیرت کے دلائل پیش کریں گے، ساتھ ہی مختصراً مگر اہم مباحث بھی معنی و مفہوم کی روشنی میں بیان کریں گے، تاکہ قرآن و سنت کے محبین اپنی غیرت و حیثیت کو کلام اللہ اور فرمان رسول کے سانچے میں ڈھال کر ایک انمول خوشی و مسرت محسوس کریں، جیسا کہ قرآن و سنت کے محبین کی کیفیت ہوتی ہے۔

(۱) الإسلام وبناء المجتمع۔ ڈاکٹر احمد عسال، ص: ۱۳۶۔

(۲) تفسیر ابن کثیر (۱۲۵/۸)۔

قرآن کریم میں غیرت کے دلائل

قرآن کریم ہی وہ آخری آسمانی کتاب ہے جس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر کسی آدمی کی زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بنی نوع انسان سے متعلقہ تمام ابواب اس کتاب حکیم میں موجود ہوں تاکہ ہر لمحہ انسانی زندگی میں درپیش مسائل کے حل کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکے اور یہ کتاب ہر الجھے ہوئے مسئلہ کو سلجھا دے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ طریقہ کار جو انسانی معاشرتی زندگی کو پاکیزہ اور خوشگوار بنانے میں مدد و معاون ثابت ہو سکے، اس کتاب حکیم میں بیان فرمادیا ہے، جو پوری انسانیت کے لیے بالواسطہ یا بلاواسطہ دستور العمل اور لائحہ عمل ہے۔

مثالی و صالح اور صاف و شفاف معاشرہ کی تشکیل سے متعلق قرآن کریم میں کئی ایک مباحث موجود ہیں، جن میں ایک اہم بحث ”اسلامی غیرت و حمیت“ بھی ہے۔

صالح اور خوشگوار معاشرہ کا قیام اس کی پاکیزہ اور بے عیب نسلوں پر منحصر ہے۔ اس لیے اسلام نے خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت اور مثبت روایات کی بقا پر بہت زور دیا ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت و صیانت کرتے ہوئے قتل کیا جانے والا شخص شہید ہے ^(۱)۔ اب اس سے اندازہ لگائیے کہ شریعت اسلامیہ عورتوں کی عزت و آبرو پر کس قدر غیرت مند ہے؟

اللہ تعالیٰ نے نسلوں کی تباہی پر غیرت کھاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ

(۱) اس حدیث کی تخریج ص ۵۴ حاشیہ (۲) میں آ رہی ہے۔

بَغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تمام ظاہر و پوشیدہ بدکاریوں کو اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کر دیا ہے اور یہ (بھی حرام کر دیا ہے) کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔“ [۱۱۱: اعراف: ۳۳]

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عزت و آبرو کے انتہاک و پامالی پر غیرت کھاتا ہے، اس لیے اس نے ظاہری و باطنی ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾ ”اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو، بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو اپنے کیے کی عنقریب سزا ملے گی۔“ [۱۲۰: نعام: ۱۲۰]

مجاہد کہتے ہیں: ”اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے مومنو! پوشیدہ اور علانیہ ہر طرح کی معصیت کو چھوڑ دو۔“

سہی کہتے ہیں: ”ظاہری گناہ سے مراد پیشہ ورزانیہ عورتوں کے ساتھ زنا کرنا ہے اور باطنی گناہ سے مراد قریبی، یا اپنی معشوقاؤں سے چوری چھپے زنا کا ارتکاب کرنا ہے۔“

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: ”صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا حکم عام ہے اور اس سے ہر قسم کے گناہ و معاصی مراد ہیں؛ خواہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں بھی شامل ہیں۔ غیرت کھاتے ہوئے ان کی طرف دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کمال غیرت

کی دلیل ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ ”اور جب تم ان (امہات المؤمنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو، ایسا کرنے سے تمہارے اور ان کے دل زیادہ پاکیزہ رہیں گے۔“ [الاحزاب: ۵۳]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں پر غیرت کھاتے ہوئے انہیں پردہ کرنے کا حکم دیا تاکہ ان مومن عورتوں کی طرف پیش رفت جملہ برائیاں راستہ ہی میں دم توڑ دیں اور کوئی بھی دریدہ دہن زبان یا اشارات و کنایات سے انہیں کسی قسم کی تکلیف دینے کی جرأت نہ کر سکے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پردہ سے متعلق فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكُمْ أَذْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ ”اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکالیا کریں، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ بڑا مغفرت کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“ [الاحزاب: ۵۹]

امام ابن جریر کہتے ہیں:

”﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ شریف عورتیں اپنے لباس میں لوٹڈیوں سے مشابہ بن کر گھروں سے نہ نکلا کریں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں، بلکہ انہیں چاہئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکالیا کریں تاکہ کوئی فاسق انہیں چھیڑنے کی جرأت نہ کر سکے (۱)۔“

علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں:

”یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہئے تاکہ مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع و لالچ میں مبتلا نہ ہوں (۱)۔“

امام رازی کہتے ہیں:

”اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں، کیوں کہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی حالاں کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہوگی، اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں، ان سے زنا کی امید نہیں کی جاسکتی (۲)۔“

آیت میں ”پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے“ سے مراد یہ ہے کہ جب بدکردار لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ پردہ پوش خواتین مردوں کی چھیڑ خوانی، ان کی نظر بازی اور ان کی شہوانی التفات سے لذت اندوز ہونے کے بجائے اس کو اپنے لیے تکلیف دہ اور اذیت ناک محسوس کرتی ہیں اور یہ معاشرے میں اپنے آپ کو آبرو باختہ شیخ انجمن قسم کی عورتوں میں شمار کرنا نہیں چاہتیں بلکہ عفت مآب چراغ خانہ کی حیثیت سے معروف ہونا چاہتی ہیں، تو کوئی بھی بدطینت و بدکردار انسان ان سے اپنے دل کی تمنا پوری کرنے کی امید نہیں کر سکتا، کیوں کہ مسلمان عورتوں کو اس سادہ اور حیا دار لباس میں دیکھ کر ہر دیکھنے والا یہ جان لے گا کہ یہ باعصمت اور شریف خواتین ہیں، کھلاڑی اور آوارہ قسم کی عورتیں نہیں۔

آج مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بہت سے مسلمان جو اپنی عورتوں کو بے پردہ سڑکوں،

(۱) احکام القرآن (۳/۳۵۸)۔

(۲) تفسیر کبیر (۶/۵۹۱)۔

پارکوں، کلبوں اور بازاروں میں گھماتے ہیں یا انہیں بے پردہ گھروں سے نکلنے دیتے ہیں، کیا ان کی طرف اٹھنے والی ہوسناک نگاہیں مومن عورتوں کے لیے باعثِ اذیت اور تکلیف دہ نہیں جس کا ذکر آیت مذکورہ میں آیا ہے!!

اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور ان کی عورتوں کی عزت و آبرو پر اس قدر غیرت مند ہے کہ ان میں سے ہر دو صنف کو ایک دوسرے سے نگاہیں پست رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر محرم کے سامنے بناؤ سنگار کا اظہار کرنے سے عورتوں کو منع فرمایا ہے، تاکہ معاشرہ میں کسی قسم کی بے حیائی جنم نہ لے سکے، اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی عزت و آبرو بالکل محفوظ رہ سکے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ. وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوْ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ”اے میرے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، ایسا کرنا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے، بے شک وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور اے میرے نبی! آپ ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (۱)

(۱) معلوم ہونا چاہئے کہ جن چیزوں سے نگاہیں نیچی رکھنا ضروری ہے، ان کے اندر وہ چیزیں بھی شامل =

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر رہتا ہے، اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں، اور اپنا بناؤ سنگار کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بیٹوں کے بیٹوں کے، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے غلاموں کے، یا گھر میں رہنے والے ان لوگوں کے جو عورت کی خواہش نہیں رکھتے، یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہیں ہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت لوگوں کو معلوم ہو جائے، اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کرو، تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔“

[سورۃ النور: ۳۰-۳۱]

آیات مذکورہ میں ”گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں“ سے مراد یہ ہے کہ دوپٹہ استعمال کریں اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آج کل کی ضاجزادیوں کی طرح بس اسے بل دے کر گلے کا ہار بنالیا جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے اوڑھ کر سر، کمر، سینہ سب اچھی طرح ڈھانک لیے جائیں۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے:

”زمانہ جاہلیت میں عورتیں سروں پر ایک طرح کے کساوے سے باندھے رکھتی تھیں

= ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے؛ جیسے سینما کے پردے پر دکھائی جانے والی فلمیں، ٹیلی ویژن میں شہوانی اور جنونی تصویریں؛ اسی طرح من گھڑت رومانی، جنسی، مخرب اخلاق قصے، افسانے، ناولیں اور ایسے تمام مواد جن سے طبیعت میں ہيجان آتا ہے اور شرفساد اور بگاڑ کی طرف رجحان تیز تر ہوتا ہے۔ اسی طرح خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جو حکم لگا ہوں گا ہے وہی کان کا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ آوازیں خصوصاً فحش گیت، عشقیہ میوزک اور ہيجان انگیز موسیقی سننا بھی حرام ہے۔

جن کی گرہ جوڑے کی طرح پیچھے چوٹی پر لگائی جاتی تھی، سامنے گریبان کا ایک حصہ کھلا رہتا تھا جس سے گلا اور سینے کا بالائی حصہ صاف نمایاں ہوتا تھا۔ چھاتیوں پر قمیص کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اور پیچھے دو دو تین تین چوٹیاں لہراتی رہتی تھیں،^(۱)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کو مومنوں کی عورتوں پر شدید غیرت آئی اور اس نے مذکورہ حکم نافذ فرمایا۔ یہ حکم سننے کے بعد تمام مسلم خواتین نے حکم کی تعمیل کی اور ہر ایک عورت انٹھی اور کسی نے اپنا کمر پٹہ کھول کر اور کسی نے چادر اٹھا کر فوراً اس کا دوپٹہ بنایا اور اوڑھ لیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جتنی عورتیں مسجد نبوی میں نماز کے لیے آئیں سب دوپٹے اوڑھے ہوئی تھیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ وہ مزید بیان کرتی ہیں کہ عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر اپنے موٹے موٹے کپڑے چھانٹے اور ان کے دوپٹے بنا لیے^(۲)۔

غرض اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور ان کی عورتوں کی عزت و آبرو پر بہت باغیرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ مذکورہ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عفت و عصمت کے تحفظ و بقا کے جملہ تدابیر بتا دیے ہیں۔ علاوہ ازیں زنا، عورتوں پر بہتان تراشی اور ان کی عصمت دری کی جو کڑی سزائیں مقرر کی گئی ہیں، وہ تمام اللہ تعالیٰ کی شدید غیرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں قدرے تفصیل سے اسی کتاب میں عنوان ”شریعت اسلامیہ عزت و آبرو کی ہر ممکن حفاظت کرتی ہے“ کے تحت لکھا ہے، جسے عنقریب آپ مطالعہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) تفسیر کشاف (۹۰۲) تفسیر ابن کثیر (۲۸۳/۳)۔

(۲) تفسیر ابن کثیر (۲۸۳/۳)، سنن ابوداؤد: کتاب اللباس، (۴۱۰۰)۔

احادیث نبویہ میں غیرت کے دلائل

غیرت سے متعلق بہت ساری احادیث شریفہ مروی ہیں، یہاں ذیل میں چند احادیث بیان کی جا رہی ہیں:

✽ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع سے کہا: ”لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَصُرْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ“۔ ”اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھ لوں تو اسے تلوار کے دھار کی جانب سے مار ڈالوں گا (یعنی اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا)“، جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةٍ سَعْدٍ؟ لَأَنَا أَعْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهِ أَعْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةٍ اللَّهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ“۔ ”کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کھاتے ہو؟! میں تو ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شدید غیرت ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے ظاہری و پوشیدہ فواحش و بدکاریوں کو حرام ٹھہرایا ہے“ (۱)۔

✽ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”لَأَشْيَاءُ أَعْيَرُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى“۔ ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے“ (۲)۔

✽ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) بخاری: کتاب التوحید، باب لا یخص غیر من اللہ، رقم: (۷۳۱۶)، مسلم: کتاب اللعان، رقم: (۱۳۹۹)۔

(۲) بخاری: الکاح، باب الغیرۃ، (۵۲۲۲)، مسلم: التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ و تحریم الفواحش (۲۷۶۲)۔

ارشاد فرمایا: ”لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَذْحُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى، مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ.“

”اللہ رب العزت سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں، اس لیے اس نے تمام بے حیائی والے کاموں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں، اس لیے اس نے اپنی تعریف بیان فرمائی ہے“ (۱)۔

✽ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَغَارُونَ، وَإِنَّ غَيْرَةَ اللَّهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ.“

”اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور مومن بندہ کو بھی غیرت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کو غیرت اس سے آتی ہے کہ مسلمان بندہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرے“ (۲)۔

✽ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَرَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ تَزْنِي، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَصَحَّحْتُكُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا.“

”اے امت محمدیہ کے لوگو! اپنے بندہ یا بندی کو زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر جتنی شدید غیرت اللہ تعالیٰ کو آتی ہے اتنی کسی اور کو نہیں آتی۔ اے امت محمدیہ کے لوگو! میں جو کچھ (پوشیدہ چیزوں کو) جانتا ہوں، اگر تم لوگ انہیں جان لیتے تو (دنیاوی لذتوں میں نہیں پھنستے بلکہ) پنتے کم روتے زیادہ“ (۳)۔

غیور (با غیرت آدمی) کے ضد میں عربی زبان کا لفظ دیوث استعمال ہوتا ہے، جس کے

(۱) بخاری : کتاب التفسیر، باب قوله ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن،

(۲۶۳۳)، مسلم: کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ و تحریم الفواحش، (۲۷۶۰)۔

(۲) بخاری: النکاح والغيرة، رقم: (۵۲۲۳)۔ مسلم: التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ و تحریم الفواحش، (۲۷۶۱)۔

(۳) بخاری: النکاح، باب الغيرة، (۵۲۲۱)، مسلم: کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف، (۹۰۱)۔

معنی ہیں: ”ایسا شخص جو اپنے گھرانے میں (بیوی بہن وغیرہ میں) بے حیائی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتا ہے، لیکن اسے اس پر غیرت نہیں آتی“۔ حدیث شریف میں ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔

✽ مسند امام احمد اور سنن نسائی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : الْعَاقِلُ لَوِ الْاِدْنِيهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالذَّيُّوْتُ“ (۱) ”تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا: ماں باپ کا نافرمان، مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت اور دلوٹ“۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ ”یہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے“۔

✽ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ“۔ وفی رواية: ”مَنْ مَاتَ دُونَ عَرَضِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ“ (۲) ”جو کوئی اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، جو کوئی اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے، جو کوئی اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے اہل کی حفاظت کرتے

(۱) مسند امام احمد: (۱۳۴/۲)، سنن نسائی: کتاب الزکاة، باب النمان بما أعطی، رقم: (۲۵۶۲)۔ شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ (۶۷۴)۔

(۲) ابوداؤد: کتاب النہی، باب فی قتال اللصوص، رقم: (۴۷۷۲)۔ ترمذی: کتاب الدیات، باب ماجاء فی من قتل دون ماله شهید، رقم: (۱۳۴۱)۔ نسائی: کتاب تحریم الدم، باب من قاتل دون أهله، رقم: (۴۰۹۴)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔“ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”جو شخص اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔“

عزت و آبرو کی حفاظت میں اپنی جان کی قربانی دینے والا وہی شخص ہوگا جس کو اپنی عزت و آبرو کی پامالی پر سخت غیرت ہوگی اور نبی کریم ﷺ نے ایسے باغیرت و باحمیت شخص کو شہادت کا درجہ دیا ہے اور شہید جنتی ہے۔ اب اس سے اندازہ لگائیے کہ اپنی عورتوں پر غیرت مند شخص اسلام کی نظر میں کس قدر محبوب اور جواں مرد مومن ہے، اور اس کا درجہ کس قدر عظیم و بلند ہے؟!

✽ عورتوں کو اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کے بدلے میں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے: ”إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ حَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا، دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ“۔ (۱)

”جو عورت پنج وقتہ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری کرے، وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتی ہے۔“

✽ نبی کریم ﷺ نے زبان و شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مسلمان مرد و عورت کو جنت کی ضمانت دی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ“۔ (۲) ”جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

(۱) الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، رقم: (۴۱۶۳)، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) بخاری: کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم: (۶۲۷۴)۔

غرض احادیث نبویہ میں غیرت کے بہت سارے دلائل ہیں۔ ہم نے مذکورہ احادیث پر ہی اکتفا کیا ہے اور وقتاً فوقتاً ہمارے قارئین غیرت سے متعلق دیگر احادیث کا بھی مطالعہ فرمائیں گے، جنہیں ہم نے موقع و محل کی مناسبت سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں عورتوں کی غیرت سے متعلق بھی بہت ساری احادیث وارد ہیں، ان میں سے کئی ایک احادیث ہم اس کتاب کے آخری حصے میں ”غیرت کی اقسام“ کے تحت بیان کریں گے؛ گرچہ ان احادیث کو اختصار کے ساتھ یہاں بھی بیان کیا جاسکتا تھا؛ تاکہ قارئین غیرت سے متعلق ان احادیث کا مطالعہ فرما کر اپنی غیرت و حمیت کا جائزہ لیتے۔ لیکن اس خوف سے کہ کہیں کتاب کے صفحات میں اضافہ نہ ہو جائے ہم نے ان احادیث نبویہ کو یہاں قلمبند نہیں کیے ہیں۔



شریعتِ اسلامیہ میں غیرت کی ایک انوکھی مثال

عورت و مرد کے میل ملاپ، ایک دوسرے کی خواہشات کی تکمیل، باہمی محبت و انسیت کے مظاہر اور عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت میں نکاح کا بہت ہی اہم کردار رہا ہے۔ شادی شدہ جوڑے دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر اپنے امنڈتے جذبات و احساسات کو ایک اصول کے مطابق سنوارتے ہیں، اپنے خوش کن تصورات و تخیلات سے باہم آگاہ ہوتے ہیں اور اپنی جوانی کی توانائیوں کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کر کے سماج میں پاکیزہ و صالح نسلوں کو وجود بخش کر سماجی و معاشرتی قدروں میں اضافہ کرتے ہیں، اور پھر معاشرہ ان کی پاکیزہ اور جائز نسلوں سے لہلہا اٹھتا ہے۔ لیکن شرط ہے کہ یہ نکاح قانوناً و اصولاً اور فطرت کے عین مطابق ہو، نہ کہ اپنی خواہش نفس کے مطابق نکاح کا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کر لیا جائے جو عقل و انسانیت اور فطرت کے خلاف ہو۔ پھر تو ایسی شادی کے بندھن سے بندھنے والے جوڑے معاشرتی و سماجی قدروں کی پامالی کے باعث ہوں گے اور ان سے جنم لینے والی نسلیں جو اصول و قانون کے مطابق حرام اور ناجائز ہیں، معاشرہ میں بے حیائی و بدکاری اور انارکی پھیلانے کا باعث ہوں گی، کیوں کہ ان کی رگوں میں گردش کرنے والا خون دراصل ایسے ماں باپ کا ہے جن کا نکاح فطرت و قانون سے متصادم ہے۔

آج سے پندرہ سو سال قبل زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے نکاح کے ایسے ہی طریقے ایجاد کر لیے تھے جو غیرتِ انسانی اور فطرت کے بالکل خلاف تھے، جس کی وجہ سے ان کی سماجی و معاشرتی قدریں پامال ہو رہی تھیں، اور نئی نسلیں تباہی کے دہانے پر کھڑی تھیں اور ان کی عورتوں اور نوجوان دوشیزاؤں کی عفت و عصمت کی گویا تجارت ہو رہی تھی۔ ایسی صورت

حال میں اسلام کا سورج طلوع ہوا اور پورے آب و تاب سے اس کی تیز شعائیں کفر و ضلالت کی تاریکیوں پر چھا گئیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان کے ذہن و دماغ کو ایک اصولی و قانونی اور شرعی نکاح کے لیے تیار کیا اور پھر عورتوں کی عصمت و عفت پر غیرت کھاتے ہوئے اس نے زمانہ جاہلیت میں رائج شدہ انسانیت و فطرت سے گئے ہوئے جملہ طریقہ نکاح کو باطل قرار دے کر ایک پاکیزہ اور عقل و فطرت کے عین موافق طریقہ نکاح کی بنیاد رکھی جو آج مسلم معاشرے میں رائج ہے۔

لیجئے ذیل میں زمانہ جاہلیت کے مروج نکاح کے متعلق بخاری شریف کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ”زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ چار طریقے پر نکاح کیا کرتے تھے؛ ایک تو اس طرح جیسے آج لوگ کیا کرتے ہیں، ایک مرد دوسرے مرد کو نکاح کا پیغام بھیجتا، اور وہ اپنی رشتہ دار عورت (بہن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ) یا بیٹی کا مہر متعین ٹھہرا کر نکاح کر دیتا۔ دوسرے یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس سے یوں کہتا کہ فلا نے مرد کو بلا بھیج اور اس سے لپٹ جا (جماع کرا لے)۔ جب وہ عورت اس مرد سے جماع کرا لیتی تو اس کا شوہر اس وقت تک الگ ہو جاتا جب تک دوسرے مرد سے عورت کا حمل نمایاں نہ ہو جاتا، جب عورت کا حمل ظاہر ہو جاتا تو شوہر کو اگر خواہش ہوتی تو اپنی بیوی سے ملتا، شوہر اپنی بیوی سے یہ سب کچھ اس لیے کراتا، تاکہ جنم لینے والا بچہ شرافت و نجابت کا پتلا ہوں (فرضی باپ کی ناموری کا باعث ہو)، ایسے نکاح کو ”نکاح استبضاع“ کا نام دیا کرتے۔ تیسرا نکاح یہ تھا کہ تقریباً دس آدمی ایک عورت کے پاس جاتے اور ان میں سے ہر شخص اس عورت سے صحبت کرتا، جب عورت کو حمل ٹھہر جاتا اور کوئی بچہ پیدا ہوتا تو کچھ دنوں کے بعد وہ ان تمام

مردوں کو بلا بھیجتی (جن سے اس نے ایک ایک کر کے جماع کرایا تھا) اور ان سب مردوں کو آنا ضروری ہوتا (کیا مجال جو کوئی نہ آئے)۔ وہ تمام لوگ عورت کے پاس اکٹھا ہوتے اور یہ عورت ان سے کہتی: تم لوگوں کو معلوم ہی ہے جو تم نے کیا ہے (یعنی میرے ساتھ ہم بستری کی ہے) میرے پیٹ سے بچہ جنم لیا ہے جو تم میں سے فلاں آدمی کے مشابہ ہے، اور عورت جس شخص کا نام لے لیتی وہ بچہ اسی کا ہو جاتا، اس آدمی کو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں تھا (کیوں کہ قومی رسم یہی ٹھہری ہوئی تھی)۔ چوتھا نکاح یہ تھا کہ ایک عورت کے پاس بہت سارے لوگ آتے جاتے اور وہ عورت آنے جانے والے ہر شخص سے جماع کراتی، کسی سے انکار نہیں کرتی اور اس قسم کی عورتیں بغایا یعنی طوائف (بدکار عورتیں) ہوا کرتیں۔ اپنے دروازے پر ان عورتوں نے جھنڈے نصب کر رکھے تھے جو پہچان ہوتے (کہ یہاں بدکار لوگوں کے لیے بدکار عورتیں ہمہ وقت دستیاب ہیں)؛ چنانچہ جس آدمی کی خواہش ہوتی وہ ان عورتوں کے پاس جاتا اور ان سے صحبت کرتا۔ جب کسی عورت کو حمل ٹھہر جاتا اور وہ بچہ جنتی تو جتنے لوگوں نے اس سے صحبت کی تھی وہ سب اس کے پاس اکٹھا ہوتے اور قیافہ شناس کو بلا بھیجتے، قیافہ شناس اپنے علم کی رو سے جس مرد کو اس بچہ کا باپ بتاتا وہ اس کا بیٹا قرار پاتا۔ پھر اس باپ کو انکار کرنے کا حق نہیں تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ نے زمانہ جاہلیت کے تمام طریقہ نکاح کو باطل قرار دے کر ختم کر دیا اور ایک یہی نکاح باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے،^(۱)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ کو بھی حرام قرار دیا ہے، کیوں کہ یہ نکاح بھی بدکاری و بے حیائی کی ایک قسم ہے اور اس سے زنا کے جملہ راستے کھل جاتے ہیں، جس کی وجہ سے نہ تو عورتوں کی عزت و آبرو کی حفاظت ممکن ہوگی اور نہ ہی معاشرہ کو کبھی صالح افراد

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولي، رقم: (۵۱۷۷)۔

سے پالا پڑے گا۔ آج شیعہ حضرات اور ان کے متبعین نکاحِ متعہ کے جواز پر جو بولی لگ رہی ہے جاہل دلیلیں پیش کرتے ہیں وہ تمام لالچیں، بے سند اور بکواس ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کی غیرت اس نکاح کو کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی، حتیٰ کہ شیعہ علماء بھی اس کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود اپنی عورتوں سے نکاحِ متعہ کی اجازت نہیں دیتے۔ کبھی بھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوئی عالم یا مفتی اپنی دوشیزہ یا اپنی مانتی میں رہنے والی جوان عورتوں کو نکاحِ متعہ کے نام پر بیابا ہو۔ ایسے ہی شیعہ سماج کے دیگر مالدار اور شریف لوگ بھی اپنی بیٹیوں، بہنوں یا عورتوں سے نکاحِ متعہ کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی غیرت اس کی اجازت نہیں دیتی، اور وہ تمام اس نکاحِ باطل کے سنگین نتائج سے بخوبی واقف ہیں، لیکن تعصب میں زبان کو لگام نہیں دیتے۔ ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ [النمل: ۱۶]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاحِ متعہ ابتداءً جائز تھا اور یہ جواز بھی مصلحتِ قحانہ کے شرعاً جیسا کہ احادیث اور تاریخِ اسلام کی کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں سے اس کی حقیقت مخفی نہیں۔ لیکن فتح خیبر کے سال ۶۳۰ھ میں نبی کریم ﷺ نے نکاحِ متعہ کو حرام قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ“ (۱)۔ ”رسول اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھا کے گوشت سے منع فرمایا“۔

ہاں یہ بات بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اوطاس کے سال تین دنوں تک متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، پھر اس کے بعد منع فرما دیا (۲)۔

(۱) بخاری: کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، رقم: (۴۲۱۶)۔ مسلم: کتاب النکاح، باب نکاح المتعہ و بیان انه ابیح ثم نسخ ... رقم: (۱۴۰۷)۔ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان وغیرہ کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔

(۲) مسلم: کتاب النکاح، باب مذکور۔

ربیع بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم مکہ میں پندرہ یعنی رات اور دن ملا کرتیں دن ٹھہرے رہے اور ہم کو رسول اللہ ﷺ نے متعہ کرنے کی اجازت دی۔ اس دوران میں اور میری قوم کا ایک شخص دونوں نکلے۔ میں اس سے زیادہ خوبصورت تھا اور اس پر بدصورتی غالب تھی۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک چادر تھی۔ میری چادر پرانی تھی جبکہ میرے ساتھی کی چادر خوبصورت اور نئی تھی۔ جب ہم دونوں مکہ کے نیچے یا اوپر کی جانب پہنچے تو ہم کو ایک عورت ملی جیسے جوان اونٹنی ہوتی ہے صراحی دار گردن یعنی جوان خوبصورت عورت۔ ہم نے اس سے کہا: کیا تجھے رغبت ہے کہ ہم میں سے کوئی تجھ سے متعہ کرے؟ اس نے کہا: تم لوگ مجھے کیا دو گے؟ ہم دونوں نے اپنی اپنی چادر پھیلا دی۔ وہ عورت دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ میرا ساتھی اس عورت کی طرف دیکھتا تھا اور اس کے سر سے سرین تک گھورتا تھا۔ اس نے عورت سے کہا: اس کی چادر پرانی ہے جبکہ میری چادر خوبصورت اور نئی ہے۔ عورت نے کہا: اس کی چادر میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تین بار یا دو بار یہی گفتگو ہوئی۔ غرض میں نے اس جوان عورت سے متعہ کیا، اور میں اس کے پاس سے نکلا ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیا“ (۱)

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ متعہ کے متعلق حرمت و اباحت دو مرتبہ ہوئی ہے۔ متعہ خیبر سے پہلے حلال تھا، پھر خیبر کے دن حلال ہوا اور وہی اوٹاس کا دن ہے (۲)، اس لیے کہ یہ دونوں متصل ہیں۔ پھر اس کے تیسرے دن قیامت تک کے لیے حرمت ابدی ہو گئی اور پھر حرمت ہی رہی“۔

علامہ ابن حزم کہتے ہیں: ”نکاح متعہ جائز نہیں ہے۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ ایک متعین مدت تک ایک مہر پر کسی عورت سے نکاح کرنا (اور اس متعین مدت کے بعد عورت بغیر طلاق

(۱) مسلم: کتاب النکاح، باب مذکور۔

(۲) اوٹاس طائف میں ایک وادی کا نام ہے اور فتح مکہ اور اوٹاس کا دن ایک ہی ہے۔

کے اس کے نکاح سے باہر سمجھی جائے)، یہ نکاح عہد نبوی میں حلال تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے اس کو قیامت تک کے لیے منسوخ کر دیا“ (۱)۔

علامہ مازری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ”ابتدائے اسلام میں یہ نکاح جائز تھا، پھر باحادیث صحیحہ اس کا منسوخ ہونا ثابت ہوا اور اس کی تحریم پر اجماع منعقد ہو گیا“ (۲)۔

غرض شریعت اسلامیہ عورتوں کی عفت و عصمت پر داغ لگنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیتی ہے، تاکہ نکاح کا حسین نام دے کر عورتوں کی عزت و آبرو کو پامال نہ کیا جاسکے اور انہیں ایک کھلونا نہ بنایا جاسکے۔

مذکورہ واقعات صحیحہ کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کی غیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ عورتوں کی عفت و عصمت کی کس قدر حفاظت کرتی ہے، کیوں کہ عورت کی آبرو ہی معاشرہ کی پاکیزگی کا سبب ہے۔ عورت اگر پاکدامن اور باعفت ہے تو اس کے خون سے جنم لینے والی نسلیں بھی پاکیزہ اور صالح ہوں گی؛ بصورت دیگر بے حیائی و بدکاری اور انارکی سے معاشرہ متعفن ہو جائے گا، جیسا کہ اہل عقل و خرد سے یہ راز پوشیدہ نہیں۔

آگے ہم ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی اسلامی غیرت و حمیت کے متعلق گفتگو کریں گے۔ کہ ہمارے اسلاف کرام مسلم خواتین کی عفت و عصمت کے معاملہ میں کس قدر غیرت مند تھے۔ نیز اسلامی غیرت و حمیت کے متعلق ان کے اور ہمارے مابین کس قدر تفاوت ہے، اس سلسلہ میں بھی ہمارے قارئین مختصر مگر مفید بحث ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔



(۱) الحلی لابن حزم، جزء ۱۱۔

(۲) دیکھئے شرح النووی علی مسلم: کتاب النکاح کے نسخہ متد کے باب میں۔

ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت

انسانی معاشرے کے سدھار میں غیرت کا بہت ہی اہم کردار رہا ہے۔ اسی بنیاد پر صالح معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ جس قوم میں غیرت کے عناصر کمزور پڑ گئے ہوں، یا غیرت بالکل ہی ختم ہو چکی ہو، اس قوم کے افراد کما حقہ اپنی محارم کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے؛ چہ جائیکہ اپنے معاشرہ یا قوم کی عورتوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکیں۔ اس کے برعکس جس قوم میں غیرت کا وافر حصہ موجود ہو اس قوم کے افراد یقیناً اپنی محارم کی عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت کر سکتے ہیں، بلکہ معاشرہ یا قوم کی دیگر خواتین کی عزت و آبرو کے تحفظ میں بھی ان کا کردار نمایاں اور قابل تعریف ہوگا، اور پھر ایسے ہی غیرت مند لوگوں کا معاشرہ مثالی و پاکیزہ معاشرہ کہلانے کا مستحق بن سکے گا۔

شریعت اسلامیہ میں غیرت کے ابواب بہت ہی حساس ہیں۔ اس لیے مسلمانوں نے ابتدائے اسلام ہی سے اس عظیم نسخہ کیمیا یعنی غیرت و حمیت کو گلے سے لگائے رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ کی مسلم خواتین پر غیرت کھاتے ہوئے مسلمان مردوں سے کہا تھا: ”بَلِّغْنِي أَنْ نَسَاتِكُمْ لَيْزَاحِمْنَ الْعُلُوجَ فِي الْأَسْوَاقِ، أَمَا تَعَارُونَ؟ إِنَّهُ لَا خَيْرَ فِي مَنْ لَا يَغَارُ“۔ ”مجھے خبر ملی ہے کہ تمہاری عورتیں اب بازاروں میں مردوں کے ازدحام میں نکلنے لگی ہیں۔ کیا تمہیں ان عورتوں کے بازاروں کی طرف نکلنے سے غیرت نہیں آتی؟ جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں“ (۱)۔

لیکن افسوس کہ آج کے مسلمانوں کے اندر اس نسخہ کیمیا کا فقدان ہے جس کی وجہ سے جنسی انتشار اور صنفی پہچان کی زد میں آکر اسلامی معاشرہ کی فضا بھی مکدر ہو رہی ہے اور دیگر

(۱) المغنی لابن قدامة: (۲۳۵/۱)، تزیل و إدارة الشؤون الإسلامية ریاض، اس کی تخریج کے لیے دیکھئے ص: ۱۶۹۔

اقوام سے اسلامی معاشرہ کی شناخت بعید از قیاس معلوم ہو رہی ہے۔ ذیل میں مسلمین اولین کی غیرت سے متعلق چند باتیں واقعات کی روشنی میں قلمبند کی جا رہی ہیں تاکہ آج کے مسلمان بھی پہلے کے مسلمانوں کی طرح غیرت و حمیت سے لیس ہو جائیں۔ اپنی محارم اور معاشرے کی دیگر خواتین کی عفت و عصمت پر شدید غیرت کھائیں، اور اسلامی معاشرہ کو ہر طرح کی گندگی و آلودگی سے پاک کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ تذکرہ گزر چکا ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ شدید غیرت کے مالک نبی کریم ﷺ ہیں اور بطور دلیل وہاں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ جب ایک موقع سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی شریک حیات کے ساتھ کسی اجنبی شخص کو دیکھ لوں تو اسے تلوار کی دھار سے مار ڈالوں گا۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کھاتے ہو؟ میں تو ان سے بھی زیادہ شدید غیرت رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے“ (۱)۔

ابتدائے اسلام کے مسلمان بڑے باغیرت و حمیت تھے اور یہ عظیم صفت کیوں کر ان کے درمیان نہ ہو جب کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو خیر الناس (اچھے لوگ) کے نام سے موسوم کیا ہے (۲)۔

صحابی رسول اور خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی غیرت سے متعلق یہ حدیث پڑھئے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ

(۱) اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ دیکھئے ص: ۵۲ حاشیہ (۱)۔

(۲) بخاری: کتاب الشهادات، باب لا یشہد علی شہادۃ جور إذا شہد (۲۶۵۱)، مسلم:

کتاب فضائل الصحابہ، باب ثم الذین یلونہم (۲۵۳۵)۔

نے ارشاد فرمایا: ”میں نے حالتِ خواب میں جنت کا دیدار کیا، وہاں ایک محل کے کنارے میں ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ محل کس (خوش نصیب) کے لیے ہے؟ مجھ سے کہا گیا کہ یہ عمر بن خطاب کے لیے ہے۔ میں نے اس محل میں داخل ہونا چاہا لیکن مجھے عمر ابن خطاب کی شدید غیرت یاد آگئی اس لیے میں (داخل نہیں ہوا اور) اگلے پاؤں پلٹ آیا“ مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے جب یہ قصہ سنا تو رونے لگے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (میرے ماں باپ آپ پر قربان!) کیا میں آپ پر غیرت کھا سکتا ہوں؟ (۱)

اسلامی غیرت و حمیت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اندر اس قدر شدید تھی کہ وہ آیاتِ حجاب کے نزول سے قبل نبی کریم ﷺ سے وقتاً فوقتاً کہا کرتے تھے کہ اے اللہ کے رسول! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمادیں تاکہ کسی اوباش کی غلط نگاہ ان کی طرف نہ اٹھ سکے اور اس طرح مومن عورتیں پردہ میں رہ کر اوباشوں، شریروں اور منافقوں کی ہوسناک نگاہوں سے بچ جائیں گی اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس غیرت و حمیت کا ایک عکس ذیل کی حدیث سے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت قریش کی چند خواتین (یعنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) آپ ﷺ کے پاس باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے اخراجاتِ نان و نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی تھیں، بات بات میں ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی

(۱) صحیح بخاری: کتاب التعلییر، باب القصر فی المنام (۷۰۳)، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم: (۲۳۹۵)۔

تو سب عورتیں جلدی جلدی بھاگ کر پردے میں چھپ گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دی۔ (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر داخل ہوئے تو) رسول اکرم ﷺ ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو عمر بھر ہنساتا رہے اے اللہ کے رسول۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا جو میرے پاس (بلند آواز سے باتیں کر رہی) تھیں لیکن جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو جلدی جلدی بھاگ کر پردے میں چھپ گئیں (اسی لیے میں ہنس رہا ہوں)“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ عورتیں آپ سے خوف کھائیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ امہات المؤمنین سے یہ کہتے ہوئے مخاطب ہوئے: اے اپنی جانوں کی دشمن! تم مجھ سے خوف کھاتی ہو لیکن رسول اللہ ﷺ سے خوف نہیں کھاتیں!! امہات المؤمنین نے کہا: ہاں، کیوں کہ آپ رسول اکرم کے بالمقابل بڑے سخت معلوم ہوتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجَأًا إِلَّا سَلَكَ فَجَأًا غَيْرَ فَجَاحٍ“ (۱)۔ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ جب کبھی شیطان کا گزر تمہارے راستہ سے ہوتا ہے تو وہ فوراً تمہارا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔“

حدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس بار بار پردہ کے متعلق تذکرہ کرتے رہے اور نبی کریم ﷺ حضرت عمرؓ کی یہ گرانمایہ تجویز چند ایام تک گوش گزار فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے فرش پر بذریعہ جبریل علیہ السلام پردہ کا حکم نازل فرمایا اور یوں حضرت عمرؓ کی غیرت اللہ تعالیٰ کی

(۱) صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده؛ (۳۲۹۳)۔ مسلم :

کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، (۲۳۹۶)۔

اس غیرت سے موافقت کر گئی (۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر ایمانی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جہاں وہ اپنی محرم عورتوں پر بلا کے غیرت مند تھے وہیں دیگر مسلم خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت و ضیانت کی فکر بھی انہیں دامن گیر ہوتی تھی۔ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کی عورتوں کی عزت و آبرو پر بھی بڑے غیرت مند تھے کیوں کہ حدیث رسول ﷺ: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“ (۲) ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے دیگر مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے“ کے مطابق ان کی زندگی گزرتی تھی۔ اس صورتحال میں یہ ناممکن تھا کہ وہ لوگ اپنی عورتوں کی عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے توجان کی بازی لگا دیں لیکن دیگر مسلم خواتین کی عفت و عصمت کی پامالی پر انہیں شدید غیرت نہ آوے۔

کبھی کوئی عورت خلاف شرع کوئی کام کرتی جس سے اس کی عفت و عصمت پر داغ لگنے کا امکان ہوتا، یا جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کی پاکدامنی پر آج آنے کا خدشہ ہوتا اور اس شریعت کے منافی کام کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی صحابی رسول کی نگاہ اس خاتون پر پڑ جاتی تو اس وقت تک ان کی غیرت کے شعلے نہیں بجھتے جب تک کہ وہ اس خلاف شرع کام سے باز نہ آ جاتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ہیں جنہوں نے تمام صحابہ کرام سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو

(۱) حضرت عمرؓ کہتے تھے: ”میں نے تین چیزوں میں اللہ عز و جل سے موافقت کی: ایک مقام ابراہیم کے بارے میں، دوسرے پردہ کے بارے میں اور تیسرے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں“۔ مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ (۲۳۹۹)۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الايمان، باب من الايمان ان يحب للاخيه ما يحب لنفسه، حدیث رقم: (۱۳)، صحیح مسلم: کتاب الايمان، باب الدلیل علی ان من خصال الايمان ان يحب للاخيه، حدیث رقم: (۴۵)۔

چھتر (۵۳۷) تک پہنچتی ہے۔ ان کے پاس سے ایک عورت کا گزر ہوا جس کے بدن سے خوشبو کی لہر پھوٹ رہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کی بندی! کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ عورت نے جواب دیا: مسجد میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔ ابو ہریرہؓ نے پوچھا: کیا تم نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ عورت نے کہا: ہاں۔ ابو ہریرہ نے کہا: واپس ہو جاؤ اور غسل (کر کے خوشبو کے اثر کو زائل) کر لو، کیوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً مِنْ امْرَأَةٍ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرِيحُهَا تَغْصِفُ حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ“^(۱)۔ ”اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو مسجد کا رخ کرتی ہے اور اس کے بدن سے خوشبو کی لہر پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ جب تک کہ وہ واپس ہو کر غسل (کر کے اپنے بدن سے خوشبو کا اثر ختم) نہ کر لے“۔

رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے نفس پر کس قدر شدید غیرت مند تھیں، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ جب وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئیں تو دو جوان آڑے آئے اور ان کی قدرتی خوبصورتی اور حسن و جمال کو دیکھ کر تعجب کھانے لگے، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو شدید غیرت آئی اور انہوں نے ان دونوں پر بددعا کی؛ چنانچہ وہ دونوں جوان ہلاک ہو گئے^(۲)۔

سنن ابی داؤد میں ایک واقعہ مذکور ہے جس سے ابتدائے اسلام کے مسلم خواتین کی غیرت و حمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک خاتون امّ خلاّ د کا لڑکا کسی جنگ میں شہید

(۱) صحیح ابن خزیمہ: ۹۲/۳، رقم: (۱۶۸۲)۔ دکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) الغيرة على المرأة، الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن المالغ ص: ۳۱، نیز دیکھئے کتاب: معجم أعلام النساء،

المسمى الدر المنثور في طبقات ربات الخلدور (ص ۳۲۸)، تالیف زینب بنت علی بن حسین (م ۱۳۳۲ھ)۔ مکتبہ التوبہ، ریاض۔

ہو گیا تھا، وہ اپنے بیٹے کے متعلق دریافت کرنے نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، مگر اس حال میں بھی خاتون کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ بعض صحابہ نے حیرت کے ساتھ کہا کہ اس وقت اور ایسی صورتحال میں بھی تمہارے چہرے پر نقاب ہے؟ یعنی بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور تم اطمینان کے ساتھ آئی ہو۔ باغیرت خاتون کہنے لگیں: ”إِنْ أُزِّدَ اُنِّي فَلَنْ أُزِّدَ اَحْيَايَ“^(۱)۔ ”میں نے بیٹا تو ضرور کھویا ہے مگر اپنی حیا تو نہیں کھودی ہے۔“

کہاں ابتدائے اسلام کی مسلم خواتین کی یہ ایمان افروز غیرت و حمیت کہ انہیں لمحہ بھر کے لیے بھی کسی اجنبی نگاہ کا اپنی طرف اٹھنا گوارہ نہیں اور وہ یہ تصور ذہن میں رکھ کر شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہیں اور کہاں آج کی مسلم عورتوں کی بے پردگی اور جذبات کو برا بھینٹہ کر دینے والے یہ ظاہری بناؤ سنگار؟! کاش آج کی مسلم عورتیں بھی ابتدائے اسلام کی مسلم خواتین کی غیرت و حمیت کو اپنا حرز جان بنالیتیں تاکہ ان کی عفت و عصمت کی کما حقہ حفاظت ہو سکتی اور نفسانی خواہشات کے شکاری انہیں دھوکے سے جالوں میں پھنسا کر ان کی عزت و آبرو کا سودا کرنے میں کامیاب نہ ہوتے !!

ابتدائے اسلام کی مسلم خواتین کی غیرت و حمیت اس قدر شدید تھی کہ وہ آخرت سے متعلق باتوں پر بھی اپنی غیرت اور عفت و عصمت کے تحفظ کو مقدم رکھتیں، جب کہ اس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر شخص کو اپنی ہی فکر لگی ہوگی، اپنی نگاہ کسی دوسرے کی طرف اٹھانے کی فرصت نہ ہوگی۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”يُخْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُفَاءَ عَرَاةٍ غُرُلًا“ ”قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور بغیر ختنہ کے

(۱) ابوداؤد: کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم، رقم: (۲۳۸۸)، السنن الکبریٰ للبیہقی:

اکٹھا کیے جائیں گے۔“ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شدید غیرت آئی اور انہوں نے دریافت کیا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ! النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُونَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ؟“ ”اے اللہ کے رسول! ایسی صورتحال میں مرد و عورت ایک دوسرے کی (شرمگاہ کی) طرف دیکھیں گے؟ (یعنی یہ کس قدر شرم و حیا اور بے غیرتی کی بات ہے؟)۔“ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”يَا عَائِشَةُ! الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ“ ”اے عائشہ! اس دن کی ہولناکی اس قدر سخت اور ہلادینے والی ہوگی کہ مرد و عورت کو ایک دوسرے کی (شرمگاہ کی) طرف دیکھنے کی فرصت کہاں؟! (۱)۔“

اندازہ لگائیے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شدید غیرت کا، کہ آخرت سے متعلق نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کے اصلی مطلب سے ہٹ کر پہلا جو سوال انہوں نے کیا وہ عفت و عصمت پر غیرت ہی سے متعلق تھا۔ آج کی ماڈرن تہذیب میں اسلامی غیرت و حمیت کو بالائے طاق رکھ کر اپنی بیویوں، بیٹیوں اور جوان بہنوں کو بے پردہ سڑکوں، پارکوں، بازاروں اور پارٹیوں میں گھمانے والے اور انہیں اجنبیوں کی ہوسناک نگاہوں کا سہر کرانے والے لوگوں کو ذلیل کے واقعہ سے غیرت پکڑنی چاہئے اور اپنی اسلامی غیرت و حمیت کو جلا بخش کر اپنے آپ کو اسلامی جواں مردوں کی صف میں لا کھڑا کرنا چاہئے تاکہ اسلامی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کی عفت و عصمت کو محفوظ رکھ سکیں۔ علامہ ابن الجوزیؒ اپنی کتاب ”المنتظم“ میں نقل کرتے ہیں:

محمد بن موسیٰ القاضی کا بیان ہے کہ میں ۲۸۶ھ میں مقام ”ری“ میں قاضی (جج) موسیٰ

(۱) صحیح بخاری: کتاب الرقاق؛ باب کیف بحشر، رقم: (۶۵۲۷)۔ صحیح مسلم:

کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة (۲۸۵۹)۔

ابن اسحاق کی مجلس (عدالت) میں حاضر تھا۔ ایک مسلم خاتون نے قاضی کے پاس عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ اس کے شوہر نے مہر کی رقم ہڑپ کر رکھی ہے جس کی مقدار پانچ سو دینار ہے۔ لیکن شوہر نے عدالت میں جج کے سامنے اپنی بیوی کا کچھ بھی حق اپنے اوپر ہونے سے انکار کر دیا۔ قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کی خاطر عدالت کے سامنے گواہ پیش کرے۔ شوہر نے عدالت میں گواہ پیش کر دیے۔ جج نے کہا: گواہی دینے سے پہلے گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمہاری بیوی کا چہرہ دیکھ لے تاکہ اس کی معرفت و پہچان میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے اور یہ یقین ہو جائے کہ واقعی یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں وہ گواہی دینے جا رہا ہے۔

گواہ کھڑا ہوا اور عورت سے کہنے لگا: کھڑی ہو جاؤ۔ شوہر نے کہا: یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ جج نے کہا: گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس عورت کے بارے میں گواہی دینے جا رہا ہے اس کا چہرہ دیکھ لے تاکہ اپنی گواہی کی صداقت پر اسے یقین ہو جائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ وہی عورت ہے جس کی گواہی وہ دینے جا رہا ہے۔

شوہر نے جب جج کا یہ فیصلہ سنا تو اس کی غیرت و حمیت جاگ اٹھی اور بھری عدالت میں باوازا بلند کہنے لگا:

”یہ ناممکن ہے کہ ہماری شریک حیات کسی غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ کھولے، میں اس بات کو کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا، اور ہاں! میں عدالت میں جج کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میری بیوی اپنے دعویٰ میں برحق ہے اور واقعی میں نے اس کے مہر کی رقم ہڑپ کر رکھی ہے۔“

جب عورت نے اپنے شوہر کی غیرت و حمیت کا یہ حال دیکھا تو فوراً گویا ہوئی:

”میں جج کے سامنے اعلان کرتی ہوں کہ میں نے مہر کی رقم اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا اور دنیا و آخرت میں دونوں میں میں نے اس کو مہر سے بری کر دیا۔“

جج نے یہ سن کر کہا: یہ بات مکارم اخلاق میں لکھے جانے کے قابل ہے (۱)۔

دیکھا آپ نے ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت؟!..... کہاں ان مسلمانوں کی غیرت کا یہ حال کہ اپنی عورتوں کے چہرہ تک کو لہجہ بھر کے لیے اجنبی مردوں سے دکھانے کے روادار نہیں جبکہ جج نے گواہ کے لیے اپنی گواہی کی توثیق کی خاطر عورت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور کہاں آج کے مسلمانوں کی غیرت کا یہ حال کہ اپنی جوان عورتوں کو نازیبا لباس پہنا کر خود باہر نکالتے ہیں، جسم کا انگ انگ ٹی شرٹ، پائنٹ یا منی اسکرٹ کے پہناؤ سے ظاہر ہوتا ہے، دوپٹے کی کوئی اہمیت ہی ان کی نگاہ میں نہیں رہ گئی۔ پھر ایسی صورت میں چہرہ کا پردہ تو ایسے لوگوں کے لیے ایک مضحکہ خیز تصور سے زیادہ نہیں!! جب ان کی اپنی عورتوں کی عزت و آبرو کے بارے میں بے غیرتی کا یہ عالم ہے تو دیگر خواتین کی عفت و عصمت کی دیکھ ریکھ کی اُمید ان سے کیوں کر کی جاسکتی ہے!!؟

اس کے برعکس ابتدائے اسلام کے مسلمان اپنے معاملہ میں باغیرت و حمیت تو تھے ہی، ساتھ ہی دوسرے مسلمان بھائیوں کے معاملہ میں بھی ان کی غیرت و حمیت میں کسی قسم کی کمی نہیں تھی۔ بلکہ وہ دیگر خواتین کی عزت و آبرو کو اپنی محارم ہی کی عفت و عصمت سمجھتے تھے۔ قرآن شریف میں مومنین کی آپسی محبت و الفت اور ایک دوسرے سے لگاؤ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے یعنی ”یہ مسلمان کافروں کے معاملہ میں سخت اور آپسی معاملہ میں رحمت و الفت کے پیکر ہیں“۔ [سورۃ الفتح: ۲۹] اور حدیث شریف میں جو مثال بیان کی گئی ہے یعنی ”مومنین کی مثال ایک جسم دو جان کی ہے کہ اگر جسم کے کسی عضو کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے درد و الم سے بدن کا پورا حصہ متاثر ہو جاتا ہے“ (۲)۔ یقیناً ابتدائے اسلام کے مسلمان اس نقشہ اور مثال کا

(۱) المنتظم ابن الجوزی: (۴۰۳/۱۲)۔

(۲) بخاری: کتاب الأدب، رقم: (۶۰۱۱)، مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، رقم: (۲۵۸۶)۔

عملی نمونہ تھے۔

ایک مسلمان کو اپنی اسلامی بہن کی عزت و آبرو پر کس قدر شدید غیرت آتی چاہئے اس کا جواب ابتدائے اسلام کے مسلمانوں سے پوچھئے؟..... مشہور غزوہ غزوہ بنی قیقاع کے جہاں دیگر کئی اسباب ہیں وہیں ایک سبب ایک مسلم خاتون کی عفت و عصمت پر ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کا غیرت کھانا بھی ہے، جس کی عزت سے یہودیوں نے کھلوڑ کرنا چاہا تھا۔

ابن ہشام ابوعمرو سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بنو قیقاع (۱) کے بازار میں دودھ بیچنے کی غرض سے گئی اور بیچ کر ایک یہودی لوہار کے پاس کسی کام سے بیٹھ گئی۔ یہودیوں نے چاہا کہ وہ مسلمان عورت ان کے سامنے اپنا چہرہ کھلا رکھے، اس لیے یہودیوں نے عورت سے کہا: تم اپنے چہرہ سے پردہ ہٹالو۔ لیکن اس عفت شعار خاتون نے چہرہ کھولنے سے انکار کر دیا (کیوں کہ اس کی غیرت و حمیت اجنبی لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنے میں رکاوٹ تھی)، ادھر غفلت میں لوہار یہودی نے عورت کے کپڑے کا کنارہ پیچھے کی جانب اس طرح ملا کر باندھ دیا کہ جب عورت واپسی کے لیے کھڑی ہوئی تو برہنہ ہو گئی، یہ دیکھ کر وہاں موجود یہودیوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اس مسلم خاتون کو اپنی عفت و عصمت پر شدید غیرت آئی اور اس نے اپنی عزت و آبرو پر خوف کھاتے ہوئے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ خاتون کی آہ و بکا کی آواز قریب میں موجود ایک مسلمان کے کانوں سے ٹکرائی؛ چنانچہ وہ بلا وقت ضائع کیے فوراً جائے حادثہ پر پہنچا اور خاتون کی عزت و آبرو پر غیرت کھاتے ہوئے طیش میں آکر اس فساد انگیز یہودی لوہار کو قتل کر دیا جس نے عورت کے ساتھ یہ شنيع حرکت کی تھی، پھر یہودیوں نے مل کر اس باغیرت مسلمان کو بھی قتل کر دیا۔ اب کیا تھا، مسلمانوں نے یہودیوں کے خلاف اپنے ہتھیار سنبھال لیے اور پھر یہودیوں اور مسلمانوں

(۱) بنو قیقاع مدینہ منورہ میں قبیلہ خزرج کا حلیف قبیلہ تھا۔

کے درمیان جنگ چھڑ گئی (۱)۔

جب نبی کریم ﷺ کو صورتحال کی خبر ملی تو آپ لشکر اسلام کے ساتھ آئے اور بنو قینقاع کے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا، اور انہیں بلادِ شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔

مسلمانوں کی غیرت و حمیت کے تعلق سے ذیل کا واقعہ بھی پڑھئے اور ان کی غیرت و حمیت سے آج کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا موازنہ کیجئے:

خلیفہ معتمد کے زمانے میں عراق کے شہر عموریہ کی ایک مسلمان عورت کو ایک رومی کتے نے برہنہ کر دیا، وہ عورت انتہائی غیرت کے عالم میں یہ کہتے ہوئے زور دار آواز لگائی: ”وَأَمْعَتَصَمَاهَا“ (اے معتمد! میری عزت و آبرو کو بچالو)۔ عورت کی درد انگیز آواز ایک غیرت مند مسلمان کے کانوں سے لکرائی اور اس نے عراق پہنچ کر خلیفہ معتمد کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔ سنتے ہی خلیفہ معتمد کی غیرت و حمیت جاگ اٹھی اور وہ اپنی کرسی سے یہ تاریخی جملہ کہتے ہوئے اٹھا جو آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے:

”وَاللّٰهُ لَا يَمَسُّ شَعْرِيْ غَسَلًا مِنْ جَنَابَةٍ حَتّٰى آخُذَ الْحَقُّ لِيَلْئِكَ الْمَرْأَةُ مِنْ ذٰلِكَ الْكَافِرِ“۔ ”قسم اللہ کی! جنابت کی وجہ سے میرے بال کو اس وقت تک پانی نہیں چھوسکتا جب تک کہ میں اس کافر (رومی کتے) سے اس مسلمان عورت کا حق نہ دلا دوں“

خلیفہ نے فوراً لشکر تیار کیا اور لشکر کے ساتھ خود بھی چل کر عموریہ پہنچا اور عورت کی عفت و عصمت سے کھلوڑ کرنے والے مجرم کو گرفتار کر کے انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لا کر اس عورت کے قدموں میں ڈال دیا اور اس مقدمہ میں تنہا عورت کو فیصل قرار دیا تاکہ جس قدر سخت سے سخت سزا اس مجرم کو چاہے دلو اسکے۔

نیز ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا یہ واقعہ بھی پڑھئے:

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت (۷۰۵ء تا ۷۱۵ء) میں عربوں کے سری لنکا کے ساتھ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ عرب تجارت کی غرض سے سری لنکا میں مقیم تھے۔ ایک عرب تاجر کے انتقال پر راجہ نے تاجر کے پسماندگان کو ایک بحری جہاز کے ذریعہ بصرہ بھجوایا، ساتھ میں ولید بن عبدالملک کے لیے بھی قیمتی تحائف بھیج دیے۔ ویل کے قریب سندھ کے ساحلی قزاقوں نے جہاز لوٹ لیا، مردوں کو قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ ان میں سے ایک عورت نے عابدانہ حجاج بن یوسف سے فریاد کی ”حجاج ا المدد“ حجاج کو خبر ملی تو اس نے جواب دیا: ”لیک“ اور اسی وقت ویل کے راجہ کو لکھا کہ عرب عورتوں کو واپس بھیج دو اس نے جواب دیا: ”یہ کام بحری قزاقوں کا ہے میں مجبور ہوں“ حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے پے درپے دونوں مہمیں بھیجیں جو ناکام ہوئیں۔ تیسری مرتبہ حرب و ضرب کے ماہر سترہ سالہ مجاہد محمد بن قاسم رحمہ اللہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا جس نے کئی خون ریز معرکوں کے بعد نہ صرف راجہ داہر کو تہ تیغ کیا بلکہ کراچی سے لے کر ملتان تک کا علاقہ مسخر کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا“ (۱)۔

کہاں اس مرد مومن کی شدید غیرت کا یہ عالم کہ ایک مسلمان عورت (جو اس کی محارم میں سے بھی نہیں تھی) کی آبرو پر غیرت کھا کر طیش میں آجاتا ہے اور عورت کی عزت سے کھلواڑ کرنے والے فساد انگیز یہودی کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، اور کہاں خلیفہ معتمد کی شدید غیرت کہ نہ نفس نفیس لشکر کے ساتھ مجرم تک پہنچنے کا طویل سفر طے کر کے اس مجرم رومی کتے کو گرفتار کر کے گھیتے ہوئے لا کر مسلمان عورت کے قدموں میں ڈال دیتا ہے، اور کہاں حجاج بن یوسف کی غیرت و حمیت کا یہ عالم کہ جب تک اپنے داماد سترہ سالہ محمد ابن قاسم سے مظلوم مسلمان عورت کی آواز پر لبیک کہہ کر راجہ داہر کی سرکوبی نہیں کرا دی چین

(۱) تاریخ اسلام: ج ۲ ص ۱۵۵۔

کی نیند نہیں سویا۔ اس کے برعکس آج کے مسلمانوں کی غیرت وحیثیت کا حال یہ ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں ہزاروں مسلم خواتین کی عزت و آبرو کو دشمنان اسلام تار تار کر رہے ہیں، لیکن مسلمان ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بے فکر بیٹھے پڑے ہیں!!

فلسطین، ہویا افغانستان، کوسوو، ہویا کشمیر، لبنان، ہویا شیشان۔ غرض ہر جگہ یہودی لابی سازشوں کے تحت نیتے مسلمانوں پر آتش و آہن کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ ان بے بس مسلمان مردوں، عورتوں، معصوم بچوں اور بوڑھوں پر آئے دن بمباری کر کے انہیں خاک و خون میں تڑپایا جا رہا ہے، اقتصادی شب خون سے ان کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے، بلقان اور چچینیا کے درمندانہ مسلمانوں کو طیاروں اور ٹینکوں کی مدد سے خون کا غسل دیا جا رہا ہے، لیکن مسلمان ہیں کہ اسلامی غیرت وحیثیت کا لباس اپنے جسم سے اتار کر بے فکری اور بے پردائی کے ساتھ اپنی آسائش کی زندگی کے لیے دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں!!

۱۹۸۷ء میں سلطان عبدالحمید کے زمانہ اقتدار میں سوئزر لینڈ کے شہر پال کے اندر ہرنزل یہودی کی سربراہی میں صیہونی کانفرنس (جو پال کانفرنس کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے) میں فلسطین کے اندر یہودی حکومت قائم کرنے کی منصوبہ بندی ہوئی اور آج اس منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہزاروں مسلم بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ان کے اوپر ہندوؤں کی بوچھاڑ، طیاروں سے بمباری اور میزائلوں سے حملے کرنا، بڑے بڑے اور مضبوط ٹینکوں سے ان کے گھروں کو برباد کرنا، ان کی بلڈنگوں کو منہدم کرنا، کھیتوں میں لگے پیڑ پودوں، پھلوں اور غلوں کو جڑ سے اکھیڑ دینا گویا دشمنان اسلام اپنا فرض سمجھ رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ شیرخوار بچوں کو ماؤں کی گود سے بے رحمی سے کھینچ کر انہیں پتھر نماز میں پر پٹخ دیا جا رہا ہے، اور پھر ان ماؤں کو بے آبرو کر کے ان کے سینوں میں رائفل کی گولیاں اتار دی جا رہی ہیں، وہ مظلوم مسلم خواتین چیخ رہی ہیں چلا رہی ہیں، کوئی ان کی فریاد رسی کرنے والا نہیں، دشمنوں سے تڑپ رہی ہیں لیکن ان کے

زخموں پر کوئی مرہم پٹی کرنے والا نہیں، اپنی عصمت و عفت کے تحفظ کے لیے ان کی آوازیں فضا میں گونج رہی ہیں لیکن ان کی آواز دن پر کوئی کان دھرنے والا نہیں۔ اسلام آباد میں بوسنیا کے سفارت خانہ (Embassy) کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق بوسنیا میں قتل و غارت اور خون ریزی کے صرف ابتدائی چھ ماہ (اپریل ۱۹۹۲ء تا ستمبر ۱۹۹۲ء) میں ڈھائی لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ پانچ لاکھ بے گھر کیے گئے اور پچاس ہزار عفت نامہ مسلمان خواتین کی آبروریزی کی گئی۔ ان اعداد و شمار سے بقیہ دن سال کے دوران بوسنیا میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے ساتھ ہونے والے ذلت آمیز اور انسانیت سوز مظالم کا اندازہ لگانا مشکل امر ہے۔

آخر آج کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کس برقی چٹان کے نیچے دب کر سرد پڑ چکی ہے کہ وہ ان مظلوم مسلم خواتین کی ایسی درد انگیز آواز اور کربناک آہ و بکا پر بھی ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی طرح غیرت نہیں کھاتے؟ آخر انہم زندگی کی کن خوش فہمیوں میں الجھ کر مظلوم مسلم خواتین کی عزت و آبرو کو لٹتے دیکھ رہے ہیں اور ان کی پکار پر ہمارے اندر خلیفہ معتمد کی غیرت و حمیت نہیں جاگتی!!؟

اور حقیقت ہم دنیاوی آسائشوں و رغبتوں میں پھنس کر زندگی کو موت پر ترجیح دینے لگے ہیں۔ زرق برق دنیوی زندگی کی محبت و چاہت اور طمع و حرص نے ہماری اسلامی غیرت و حمیت کو ماند کر دیا ہے۔ ہم نے وقتی خوشبو میں لگن ہو کر دائمی خوشبو کو فراموش کر دیے ہیں، نئی تہذیب و تمدن سے مرعوب ہو کر فریب خوردہ لوگوں کی صفوں میں ہم لانے بھی اپنے نام درج کرا لیے ہیں، جس کی وجہ سے اسلامی غیرت و حمیت کے انہم عناصر کو ہم نے فراموش کر دیا ہے۔ ہمارے اندر اسلاف کرام کی غیرت و حمیت کا فقدان ہے، غیرت کی جگہ اب بے غیرتی، دیوشیت اور بزدلی نے لے رکھی ہے۔ ہم مجاہدین اسلام کی موت مرنے سے قرار کا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور دنیوی حرص و طمع میں الجھ کر گیدڑ کی ذلت آمیز موت مرنے

کو تیار۔ جب کہ مرد مجاہد پیٹھ سلطان نے انگریز جیسے ظالم و جابر حکمرانوں کو لٹاکر کہا تھا: ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے“۔

جب ہمارے اندر مذکورہ ذلت و رسوائی سے مربوط صفات موجود ہیں اور انہی صفات مذمومہ کو صفات محمودہ پر محمول کر کے ہم نے اپنے ذہن و دماغ پر ان کی حکمرانی کو تسلیم کر لیا ہے تو بھلا ایسی صورت حال میں ہم کیوں کر خطہ ارضی کے گوشے گوشے میں دشمنان اسلام سے برسرِ پیکار مجاہدین اسلام اور ان کی مظلوم بیواؤں کی درد انگیز آہ و بکا پر غیرت کھا سکتے ہیں؟ فإلی اللہ المشتکی

رسول امی صادق و صدوق ﷺ نے سچ فرمایا تھا: ”يُؤْيِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا“۔ ”عنقریب دوسری امتیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے (بھوک کی شدت سے) کھانے کی تھالی پر ٹوٹ پڑتے ہیں“۔ یہ سن کر ایک آدمی نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) کیا اس وقت ہم مسلمان تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُذُورِ عَدُوِّكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ“۔ ”بلکہ اس وقت تم لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری مثال سیلاب کے جھاگ کی مانند ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے اندر سے تمہارا خوف ختم کر دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا“۔ ایک آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہن کیا بلا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ“۔ ”دنیا کی محبت و چاہت اور موت سے کراہیت و فرار“ (۱)



(۱) ابوداؤد: کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم: (۳۲۹۷)، مسند امام احمد: (۲۷۸/۵)۔ علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۶۳۷/۲ (۹۵۸)۔

دورِ حاضر میں غیرت کے عناصر

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج بھی ہمارے معاشرے میں جذبہ غیرت موجود ہے۔ آپ کو بہت سے ایسے افراد ملیں گے جو ایمانی غیرت و حمیت سے سرشار ہیں لیکن یہ غیرت و حمیت دورِ جدید کی نئی نئی بے حیائیوں اور شذوذ کے ساتھ ان کی اشاعت و پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اپنی اہمیت کھو چکی ہے۔ اگر کوئی صاحبِ علم و تقویٰ اور قومی و دینی حمیت سے اپنا رشتہ استوار رکھنے والا شخص عوام الناس کے اندر پنہاں اس راز سر بستہ یعنی جذبہ غیرت کو از سر نو بحال کرنے کی کوشش کرے تو کوئی بعید نہیں کہ ایک قلیل سی مدت میں ان کی غیرت و حمیت اور جذبات و احساسات پھر عود کر آئیں، اور محارم کی طرف اٹھنے والی ہوسناک نگاہیں ان کی جوتیوں کی ٹھوکریں کھا کر اپنی قدرتی بینائی سے محروم ہو جائیں اور جذبہ غیرت و حمیت کو عوام الناس میں بیدار کرنا اس لیے بھی آسان ہے کیوں کہ یہ انسانی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے جو دیر یا سوری ضرور اپنی بجھی ہوئی توانائیوں کو جلا بخش کر اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ انسان تو انسان حیوان بھی اس فطری جذبہ کو وقت پڑنے پر کام میں لانے سے نہیں چکتے، جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں حیوانات کی غیرت کے تعلق سے چند باتیں بیان کر دی ہیں۔

دورِ حاضر میں بھی بہت سارے لوگ اپنی محارم پر اس قدر شدید غیرت مند ہیں کہ اس معاملہ میں جانہیں کی معمولی سی غلطی بھی برداشت کرنا وہ قطعی گوارہ نہیں کرتے جس طرح اپنی ماتحتی میں رہنے والی عورتوں اور جوان لڑکیوں کی طرف پیش رفت جملہ خطرناکیوں پر ان کی نگاہیں باغیرت ہیں، اسی طرح جنس مخالف کی آواز یا آنکھوں کی اشارہ بازی کا حامی بھرنے

والی اپنی عورتوں یا لڑکیوں کے لیے قبریں کھودنا ان غیرت مندوں کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ علاوہ ازیں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو دوسری جوان عورتوں یا نوجوان دوشیزاؤں کی عزت و آبرو پر اسی طرح شدید غیرت کھاتے ہیں، جس طرح اپنی عورتوں یا دوشیزاؤں کی عزت و آبرو پر؛ جیسا کہ اخبارات و جرائد کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں لیجئے سعودی عرب کے معروف شہر جدہ سے نکلنے والے روزنامہ ”اردو نیوز“ کے حوالے سے اجنبی عورت کی عزت و آبرو پر غیرت سے متعلق یہ خبر ملاحظہ فرمائیے:

”آندھرا: زیادتی کے مجرم کو گاؤں کے لوگوں نے مار کر جلادیا۔ پولیس کی آمد پر پانچ ہزار افراد نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا، پچاس گرفتار۔“

خبر کی تفصیل بتاتے ہوئے اخبار لکھتا ہے کہ ”ضلع نظام آباد کے موضع دہریلی کے ایک مقامی پرائمری اسکول کی خاتون ٹیچر جو اسکول ختم ہونے پر شام کو اپنے گاؤں واپسی کے لیے بس کا انتظار کر رہی تھی، ایک مقامی نوجوان ”پوچیا“ نے اس ٹیچر کو زبردستی اٹھالیا اور اس کے ساتھ زیادتی کی۔ اس ٹیچر کی چیخ و پکار پر دیہاتی اکٹھا ہو گئے۔ دیہاتی ہلزم کو پکڑ کر گاؤں کی پنچایت آفس لے آئے اور اس قدر مار پیٹ کی کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ بعد میں اس کی نعش کو ایک کھیت میں رکھ کر جلادیا گیا۔ اس واقعہ کا علم جب پولیس کو ہوا تو گاؤں کی پانچ ہزار آبادی پولیس کے سامنے جمع ہو گئی، پولیس نے اس نوجوان کو ہلاک کرنے والوں کی نشاندہی و گرفتاری کا اعلان کیا تو تمام پانچ ہزار دیہاتیوں نے خود کو پولیس کے سامنے پیش کر دیا، پولیس نے بتایا کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جرم ہے اس لیے وہ اس واقعہ میں ملوث افراد کو گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ گاؤں کے سربراہ آوردہ افراد نے جن کی تعداد پچاس ہے، خود کو گرفتار کر دیا۔“ (۱)

بلا تبصرہ پاکستان کے ایک معروف اخبار کی یہ خبر بھی ملاحظہ فرمائیں:

”لو میرج کرنے والی لڑکی کو دارالامان سے عدالت لے جاتے ہوئے گولی ماردی گئی۔ نماز جنازہ میں نہ میکے والے شریک ہوئے اور نہ سسرال والے“ (۱)۔

یہ اور اس قسم کی خبریں اخبارات میں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً باپ نے اپنی اکلوتی بیٹی کی بے راہ روی سے پیش میں آکر اسے بندوق کی گولیوں سے بھون ڈالا۔ بھائی نے اپنی سگی بہن کی گردن کو چاقو سے کاٹ کر اسے گھر ہی میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا، کیوں کہ لڑکی نے اپنے بوائے فرینڈ سے ناجائز تعلق قائم کر لیا تھا۔ شوہر معمول کے خلاف ڈیوٹی سے گھر واپس آیا، دیکھا کہ بیوی ایک اجنبی جوان کے ساتھ رنگ رلیاں منارہی ہے۔ اس طرح دونوں ننگے بدن رنگے ہاتھوں پکڑے گئے، شوہر نے جذبات میں آکر چاقو سے جوان کا سر دھڑ سے الگ کر دیا اور عورت کے اوپر تیزاب چھڑک کر اسے جلا ڈالا (۲)۔ شوہر نے اندھا دھند قاتلنگ کر کے اپنی بیوی اور اسکے آشنا کو موت کے گھاٹ اتار دیا (۳)۔ ایک غریب باپ نے اپنے

(۱) جنگ، ۳۰ جولائی ۱۹۹۷ء۔

(۲) ٹوڈے نیوز، ۳ جون ۱۹۵۶ء شماره نمبر ۶۰۸ (ص: ۲) کے حوالے سے باغیرت شوہر کے مقدمہ میں بے غیرت بیچ کے فیصلہ کو بھی ملاحظہ فرماتے چلیں: ”ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے ہی گھر میں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا، عورت اور ایک اجنبی آدمی دونوں گھر میں مادرزاد ننگے تھے، شوہر نے مقامی عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ وہ ایسی بدکار قاحشہ بیوی سے علیحدگی چاہتا ہے جس نے اس کی عزت خاک میں ملادی اور اس کے معزز گھرانے کی مٹی پلید کر دی۔ لندن کی عدالت میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو انگریزی دستور کے مطابق شوہر کو طلاق حاصل کرنے کا مجاز نہیں تسلیم کیا گیا، اگلے اسے رجعت پسند قرار دے کر اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ یورپ کی روشن خیالی اور سماجی ترقیات کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ ساتھ ہی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کی بیوی کو باعزت اور شوہر کے دعویٰ کو خارج کیا جاتا ہے، اور شوہر کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ نئے تقاضوں اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے“۔

(۳) اردو نیوز جلد ۸ اگست ۲۰۰۲ء۔

پورے کنبہ کو زہر کھلا کر انہیں ہمیشہ کی نیند سلا دیا اور خود بھی زہر کا پیالہ نوش کر لیا، کیوں کہ اس کی نوجوان لڑکی نے ایک اجنبی جوان سے منہ کالا کر لیا تھا۔ دہلی میں ایک بس اسٹینڈ پر بس کا انتظار کرنے والی یونیورسٹی کی ایک طالبہ سے چھیڑ خانی کرنے اور اس کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے والے اوباش کو چٹاؤنی دینے والے اور اس لڑکی کی آبرو بچانے کی کوشش کرنے والے نوجوان غیرت مند طالب علم کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ لاڈکانہ (پاکستان) کے علاقہ گڑھی خیرو کے قریب گاؤں امداد علی سنان میں نوجوان نور میز نے اپنی ماں ۳۸ سالہ مسماۃ ماروی کو ناجائز تعلقات کے شبہ میں کلاشکوف سے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا (۱)۔

رائے ونڈ (پاکستان) کے نواحی گاؤں حویلی لاہوریاں میں فقیر محمد نے اپنے داماد عارف کی مدد سے اپنی دوشادی شدہ پوتیوں گلشن شہزادی اور نائلہ شہزادی کو اور ان کی ماں ساجدہ کو اپنی بدچلن بیٹیوں کی سرپرستی کرنے کے شک میں کلہاڑی سے وار کر کے قتل کر دیا (۲)۔

یہ خبر بھی ملاحظہ کریں: ”فیصل آباد کے محلہ اٹھ ٹانگی شاہ کوٹ روڈ پر ایک نوجوان ندیم نے اپنی والدہ اور بہن کو تیز دھار آلے سے ذبح کر دیا۔ پولیس کے مطابق ۲۲ سالہ ثوبیہ نے علاقہ کے ایک لڑکے کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے تھے اور اس کی ماں صفیہ بی بی اپنی بیٹی کا تحفظ کر رہی تھی۔ ندیم اس بات پر مشتعل تھا اور اس نے کئی بار اپنی ماں اور بہن کو سمجھایا مگر وہ نہ مانیں جس پر گزشتہ روز اس نے تیز دھار آلے سے دونوں کو ذبح کر دیا“ (۳)۔

موجودہ زمانے میں غیرت کے عناصر سے متعلق اخبارات و جرائد میں شائع چند خبروں کا آپ نے مطالعہ فرمایا، عوامی غیرت کا ایک یہ سین بھی دیکھئے:

ایک غریب دیہاتی لڑکی شام کے پہر قضاے حاجت کی غرض سے نکلی۔ گاؤں کے تین

نوجوان لڑکوں نے اس نوجوان دوشیزہ کا پیچھا کیا اور اس غریب زادی کی عزت و ناموس سے کھلواڑ کرنے کی کوشش کی۔ لڑکی نے جو شور مچانا شروع کیا تو بہت سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ لڑکی نے ان تینوں اوباشوں کا نام بتا دیا۔ گاؤں والے ان تینوں کو پکڑ کر پنچایت میں لائے اور بطور سزا برسر عام جوتوں سے ان کی دھلائی کی گئی، سر کے بال موٹ کر سفید چونا اور راکھ سے ان کے چہرے اور سر کو لپ دیا گیا اور رسی میں باندھ کر گلی گلی گھمایا گیا۔

معلوم ہوا کہ غیرت جس طرح پہلے لوگوں میں موجود تھی آج بھی موجود ہے، لیکن ماحول اور حالات نے اس غیرت کو منجمد ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ اسلامی تہذیب سے محبت رکھنے کا دعویٰ تو بڑے شد و مد کے ساتھ کرتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں پر پابندی لگانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں، اور انہیں کھلی آزادی دے بیٹھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے یہ لڑکے اور لڑکیاں من مہجی کام کرنے کے عادی بن جاتے ہیں، اور جب سر سے پانی اونچا ہو جاتا ہے تو پھر یہ سر پرست بے فائدہ پریشانی کا اظہار کرتے ہیں جیسے وہ بڑے باغیرت ہیں۔

دہلی میں میرے ایک متعارف جو MBBS ڈاکٹر بھی ہیں، نے بتایا کہ ماضی قریب میں ان کے ایک دوست دیہات سے آکر شہر دہلی میں آباد ہو گئے۔ ان کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کے گھر کی بھی ترقی ہوتی گئی۔ وہ اس طرح کہ بازار میں قدم قدم پر دور جدید کے فیشن اور اسٹائل کو گھر میں بھی داخل کیا جانے لگا، لڑکے اور لڑکیاں جوانی کی ولہیز پر قدم رکھنے لگیں، اور طرح طرح کے اسٹائل میں ان کی لڑکیاں بال کنٹانے لگیں، اور نیم عریاں لباس کو بھی گلے سے لگا لیا۔ اب جب کہ وہ اپنی جوانی کے ایام گزار کر بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں، ان کا بیان ہے کہ گھر کے اندر وہ اجنبی سے لگنے لگے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنی نگاہ اوپر اٹھانے کی جرأت نہیں کر پاتا ہوں جب میری ہی لڑکیاں ٹی شرٹ، جنس پائینٹ، اسکاٹ یا

بغیر دوپٹہ کے نیم عریاں کپڑے پہن کر اسکول وغیرہ جانے کے لیے میرے سامنے سے گزرتے ہوئے گھر سے باہر قدم رکھتی ہیں۔ کیا بتاؤں میں شرم و حیا سے پانی پانی ہو جاتا ہوں، کلیجہ منہ کو آتا ہے، جیسے میرے اوپر کڑا کے کی بجلی گر پڑتی ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ اے کاش! میں ان بچیوں کی بے حیائیوں کو دیکھنے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ اب میں جذبات میں ہیجان برپا کر دینے والے لباسوں کے استعمال سے اپنی نوجوان بچیوں کو روک بھی نہیں سکتا ہوں، کیوں کہ اپنی جوانی کے ایام میں ہم نے انہیں کنٹرول کرنے کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیا، اور آج جب کہ میں بڑھاپے کی سرحد میں قدم رکھ چکا ہوں تو میری یہ لڑکیاں میری غیرت کا کوئی احترام نہیں کرتیں۔ اٹلے ہی مجھے رجعت پسندی کی ٹوکری میں ڈال کر یورپی تہذیب کی زندہ مثال بنی ہوئی ہیں، فرق یہ کہ وہاں بوڑھے والدین کے لیے اولڈ ہاؤس (Old hous) ہے اور میں اپنے ہی گھر میں ہوں، بے ضرر و بے نفع۔ (ش ف ق)

صبر کا پھل میٹھا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اول وہلہ میں اس کا دامن نہ چھوڑا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ”إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ“^(۱)۔ اسی طرح غیرت و حمیت وہی قابل تعریف ہے جب کہ وقت ضائع کیے بغیر پہلی فرصت میں اس کو استعمال کیا جائے، کیوں کہ آغاز مرض میں علاج آسان ہوتا ہے لیکن وہی مرض جب پختہ ہو جاتا ہے تو وہ یا تو لا علاج ہو جاتا ہے یا نہیں تو اس کو ٹھیک کرنے کے لیے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے:

سرچشمہ شاید گرفتن بمیل چوں پر شد نشاید گذشتن بہ پیل
(یعنی زمین سے اگر کوئی چشمہ جاری ہو تو اسے پہلی فرصت میں ایک معمولی سی چیز سے

(۱) سنن کبری: (۶۵/۳)، صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، رقم: (۱۲۸۳)، صحیح

مسلم: کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبة عند الصدمة الأولى، رقم: (۹۲۶)۔

بند کیا جاسکتا ہے، لیکن وہی چشمہ کچھ دنوں کے بعد جب بڑا ہو جائے گا تو پھر ایک ہاتھی بھی اس میں گھسے گا تو وہ بند نہیں ہوگا)۔

مصر کے معروف قلم کار شیخ علی طنطاوی نے اپنے کتابچہ ”ارحموا الشباب“ (نئی نسل سے رحم کی فریاد) میں جو کچھ لکھا ہے، ہم اپنے موضوع کے تعلق سے اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں قلمبند کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”ریڈیو پروگرام کے سلسلہ میں میرے پاس مختلف طرح کے رسائل اور خطوط آتے تھے۔ ایک دن ایک خط آیا جس کے لکھنے والے کو میں نہیں جانتا اور نہ ہی اس خط کے اندر کوئی ایسی تحریر تھی جس سے معلوم ہو سکے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے؟ خط میں اس آدمی نے جو واقعہ تحریر کیا تھا وہ اس قدر کرہناک تھا کہ اس کی سطروں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے اور اس سے جلے ہوئے دل کی بوسوگھی جاسکتی تھی؛ چنانچہ لکھتا ہے کہ وہ ایک گناہ مگر صالح اور دیندار آدمی ہے اور ایک باعزت عہدے پر فائز ہے لیکن اس کی بیٹی برے راستے پر چل نکلی اور جا کر برے لوگوں سے مل گئی۔ بالآخر وہ شرم و حیا کے پردے چاک کر کے بدنامی و رسوائی کے گڑھے میں گر گئی۔ اور جو بھی نوجوان لڑکی برے راستے کی راہی بنے گی اس کا یہی انجام ہوگا کہ وہ بدنامی اور گمراہی کی دلدل میں گر کر تباہ و برباد ہو جائے گی۔

اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ اس تمام بگاڑ کا پہلا سبب ہمارے اسکول و کالج ہیں اور دوسرا سبب ہماری یونیورسٹیاں، جہاں مخلوط نظام تعلیم رائج ہے۔ اس نے اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کو اپنی لعن طعن کا نشانہ بنایا جو نوجوان لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر ان کے ساتھ گفتگو کا درس دے رہی ہیں، اور یہی گفتگو بعد میں ایک بڑے فتنے کا نقطہ آغاز ثابت ہوتی ہے۔ اس آدمی نے پورے خط میں یہی رونا رویا ہے کہ ہمارا معاشرہ ہی نوجوان نسل کی تباہی اور بے راہ روی کا ذمہ دار ہے۔ میں نے اسی دن خط لکھا اور

اس سے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تو بڑا دکھی اور مصیبت زدہ آدمی ہے، لیکن اب میں کیا کر سکتا ہوں جب معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے؟ تو نے اس وقت کیوں نہ مجھے لکھا جب معاملہ ابھی ابتدائی مراحل میں تھا؟ جب گھر میں آگ بھڑک اٹھی اور رات کی تاریکی میں سیلاب آگیا، جلنے والا جل گیا اور ڈوبنے والا ڈوب گیا تو بتاؤ اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ جب مریض مرنے کے قریب پہنچ چکا، یا موت کی آغوش میں چلا گیا تو اب ڈاکٹر کو بلا کر کیا کرو گے؟ مرض کے آغاز میں ہی طبیب کو کیوں نہ بلایا گیا، جب کہ مرض تھوڑا تھا اور شفا کی امید قوی تھی: میرے بھائی! اب میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا، ہاں تیرے دکھ، صدمے اور مصیبت پر تیرے ساتھ تعزیت کرتا ہوں اور اس عظیم صدمے پر تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کا سوال کرتا ہوں۔“

شیخ طنطاوی آگے لکھتے ہیں:

”اگر مجھ سے اس کی مصیبت اور پریشانی کا علاج نہیں ہو سکا تو بہر حال مجھے ان لوگوں کا علاج تو ضرور کرنا چاہئے جو ابھی تک اس حالت اور انجام سے دوچار نہیں ہوئے اور جو اس گمراہی کے عمیق غار میں گرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ اگر مجھے اس بات کی حیا نہ ہوتی کہ میں بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہوں یا میں اس تکلیف دہ صورت حال کو مزید تکلیف دہ نہ بنادوں تو میں ضرور کہتا کہ اے لڑکی کے ماں باپ! اس کرہناک صورتحال کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اگر لعن طعن کرنا جائز ہوتا تو تمام لوگوں سے زیادہ لعنت کے سزاوار تم تھے۔ اگر تم اپنے گھر اور اپنی بیٹی کی نگرانی کرتے اور اپنی لڑکی کے معاملہ میں غفلت و سستی نہ کرتے اور اپنی لڑکی کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور آنے جانے پر کڑی نظر رکھتے اور اسے زرق برق اور تنگ لباس پہنا کر ننگے منہ باہر نہ نکلنے دیتے اور اسے اپنے گھر کی نوکرائیوں کے حوالے ہی نہ کر دیتے تو شاید آج تمہیں اس ذلت و رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا!!“

میں اسکول کو بری الذمہ قرار دیتا ہوں، نہ معاشرے کو بے قصور سمجھتا ہوں۔ والدین، اساتذہ، صحافی، علماء اور دیگر لوگ جن کے ہاتھ میں معاشرہ کی باگ ڈور ہے، سب اپنی اپنی جگہ مسئول اور ذمہ دار ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام لوگوں میں سے سب سے آخری اور ہلکی ذمہ داری اس راہ گم کردہ لڑکی پر عائد ہوتی ہے۔ بہر حال ہم بے حیائی و فحاشی اور فسق و فجور کو ہر حال میں اور ہر جگہ پر اور ہر ایک کے لیے ناپسند کرتے ہیں“ (۱)۔

جو لوگ شروع ہی سے جب کہ بچیاں نازک اور کچی عقل کی ہوتی ہیں، انہیں اسلامی پردہ اور مثبت اخلاق کی تعلیم دینے کے بجائے دور جدید کے فیشن اور اسٹائل کے رنگ میں رنگنے کی کھلی چھوٹ دے بیٹھتے ہیں؛ چنانچہ یہی بچیاں جوانی کے ایام میں بے راہ رو بن جاتی ہیں، اور اس وقت گارجین یا سرپرستوں کا غیرت میں آکر شکوہ شکایت کا ماحول گرم کرنا بے سود ثابت ہوتا ہے۔

مذکورہ دونوں واقعات آپ نے ملاحظہ فرمائے، ایسے کئی ایک واقعات اور میرے علم میں ہیں جنہیں یہاں قلمبند کرنے کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے قارئین میں سے بھی بہت سارے حضرات کو اس قسم کے واقعات کی اطلاع ہو۔ دنیا اس قدر لمبی چوڑی ہے، نہ معلوم اس ماڈرن دور میں کتنے ایسے باپ ہیں جو مغربی تہذیب و ثقافت سے شدید بغض رکھنے کے باوجود اپنے گھر کی عورتوں کو نازیبا، حیا سوز، چست اور دیگر غیر اسلامی لباس زیب تن کرنے سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے؟! نہ جانے کتنے ایسے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ان کی اور ان کے گھرانے کی زندگی خالص شرعی تعلیمات کی حدود میں گزرے لیکن جدید تہذیب کے پیچھے دوڑنے والے اندھوں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے چشم پوشی سے معاملہ کو حل کرنا گویا ان کا شیوہ بن چکا ہے۔ یہی تو وہ مقام ہے جہاں باغیرت آدمی بے غیرت بن جاتا ہے، کیا کسی کا

(۱) خلاصہ از کتاب ”ارحموا الشباب“ شیخ علی ططاوی، مکتبہ المنارة مکہ مکرمہ۔

معاشرہ میں جنم لینے والی بے حیائیوں اور برائیوں سے چشم پوشی کرنا اس بات پر دال نہیں ہے کہ آنے والے ایام میں وہ شخص خود ان بے حیائیوں کا ارتکاب کرنے کے لیے تیار ہے؟ آج اگر معاشرہ میں کسی بد اخلاق، بے حیا اور جنسی ہیجان میں طوفان برپا کرنے دیئے والا لباس زیب تن کرنے والی ماڈرن تہذیب کی پرستار لڑکی کو دیکھ کر اس شخص کو غیرت نہیں آتی تو گویا وہ آنے والے دنوں میں اس بے حیائی و بد اخلاقی کو اپنے گھر میں داخل ہونے کے لیے راہیں ہموار کر رہا ہے، اور غیر اقوام کی نقالی کرنے والے فیشن پرستوں کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کی ترپ اس کے اندر بھی ہے۔۔۔ یہ دیکھئے! جناب والا ماحول کی گرما گرمی سے متاثر ہو کر بیوی کے ہمراہ سڑک پر نکل ہی آئے۔ یہ ان کے ساتھ میں سولہ سالہ نوجوان دوشیزہ بھی ہے جو ان کی بیٹی ہے۔ بڑے خوش ہیں کہ بیوی اور بیٹی کا دیدار کرنے والوں کی قطار لگی ہوئی ہے۔!!

دراصل ایسے لوگ بے غیرتی کی آخری حد کو پہنچ چکے ہیں۔ اب ان کے اندر سے غیرت نکل کر یا تو ثریا پر پہنچ چکی ہے یا تحت الٹری چلی گئی ہے، ان کی آنکھوں کا پانی مرچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو جھجھک کر بے پردہ سڑکوں، چوراہوں اور پارکوں کی طرف نکلنے کی اجازت دیتے ہیں تاکہ عزت و عصمت کے لٹیرے اور عفت و پاکدامنی کے دشمن ان کی ٹوہ میں لگے رہیں اور موقع ملتے ہی ان پر تاخت و تاراج کریں۔

دور حاضر میں مردوزن کے بارے میں بے باکانہ اختلاط، اباحت پسندی، نام نہاد آزادی اور ہر قسم کی جنسی آزادی کی مغربی ممالک میں اور مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنا حرز جان سمجھنے والے سطحی لوگوں کے اندر بڑی جم کر پذیرائی ہوئی۔ اپنی تہذیب و ثقافت کو بالائے طاق رکھ کے اندھے، بہرے، گونگے بن کر جنسی ہیجان کو جلا بخشنے والی اس چٹ پٹی اور رقیلی تہذیب کے پیچھے دوڑ پڑنے والے فریب خوردہ لوگوں نے اپنا بہت کچھ سرمایہ (خواہ جسمانی ہو یا مالی) لٹایا بھی۔ لیکن اس جدید تہذیب کے سیاہ انجام سے خبردار کرنے والے

باغیرت لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو خود بھی اس سے نالاں ہیں اور پاکیزہ نسلوں کو پاکیزہ تعلیم کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے اپنے نیک جذبات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان کے کمال غیرت کی علامت ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے باغیرت لوگ وقتاً فوقتاً اپنے زبان و قلم کی مدد سے جہنم کی آگ میں گرتی ہوئی نسلوں کو پاکیزہ تہذیب کو اپنانے پر زور دیتے ہیں، اور اپنی تہذیب کے فراموش کرنے والوں کو غیرت دلاتے ہوئے انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ پھر تم لوٹ کر دو ہیں چلے جاؤ جہاں تم نے اپنی پاکیزہ تہذیب کو خیر باد کہا تھا، کیوں کہ صبح کا گم شدہ شام کو واپس گھر لوٹ آئے تو اسے گم شدہ نہیں کہا جائے گا۔

امریکی خاتون صحافی ہیلسن اسٹانسبری^(۱) (Helsian Stansbery) نے متحدہ عرب جمہوریہ مصر کی متعدد یونیورسٹیوں میں نوجوانوں کے کیمنوں اور مختلف سماجی اداروں کا دورہ کیا اور مسلم سوسائٹی پر غیرت لکھاتے ہوئے جو بیانات دیے، مصر کے ایک معروف اخبار^(۲) نے عنوان ”امریکی اہل قلم کہتی ہے: اختلاط سے بچو اور عورتوں کو گھر کی چار دیواری تک محدود رکھو“ کے تحت جو کچھ لکھا ہے، ہم ذیل میں اس کا خلاصہ درج کر رہے ہیں تاکہ ہمارے قارئین دور حاضر کی اس غیر مسلم خاتون صحافی کی غیرت سے عبرت پکڑیں جو ہمیں اسلامی تہذیب کو اپنانے رکھنے کی ترغیب دے رہی ہے اور عورتوں کی عزت و آبرو پر ہماری غیرت بحال رکھنے کی طرف توجہ دلا رہی ہے۔ امریکی خاتون صحافی کہتی ہے:

(۱) اس امریکی خاتون صحافی کے تعارف کے تیس کتاب "Woman in the shade of

Islam" میں لکھا ہے: She is an American female reporter who is syndicated in over 250 newspapers, worked in the area of journalism and broadcasting for over 20 years, and who has visited numerous Islamic countries.

(۲) الجمہوریہ، ۹ جون ۱۹۶۲ء مصر

”حق بات یہی ہے کہ عرب سوسائٹی ایک مکمل، صحیح سالم اور پاکیزہ سوسائٹی ہے، اور ایسی سوسائٹی کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایسے حدود اور پابندیوں کے دائرے میں محصور رکھے جو عقل و قیاس کے عین مطابق ہیں۔ تم اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے پاس ایسے اصول و ضوابط پہلے سے موجود ہیں جو یورپ کی خود ساختہ لاقانیت اور انارکی کو کسی صورت میں قبول کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ کیوں کہ یہ وہی لاقانویت ہے جس نے یورپین اور امریکن سماج کی بنیادوں کو لرزہ بر اندام کر دیا ہے۔ اس لیے میں بطور خیر خواہی تمہیں ہدایت کرتی ہوں کہ اپنی روایات کی نگہداشت رکھو اور اپنے اخلاقی ضابطوں پر سختی سے جمے رہو۔ اختلاط اور مرد وزن کے باہمی میل جول سے کوسوں دور رہو، نوجوان دوشیزاؤں کی آزادی پر پابندی لگاؤ، پھر سے لوٹ کر پردے کے زمانے میں چلے جاؤ جہاں تم نے اسے خیر باد کہا تھا۔

آج امریکی معاشرہ بے حد الجھا ہوا معاشرہ بن چکا ہے۔ مکر و فریب اور کھلم کھلا چھوٹ کی ہر صورت چاروں طرف عیاں ہے، اور بیس سال سے بھی کم عمر کے ایسے لڑکے اور لڑکیاں آج جیل خانوں، پلیٹ فارموں، مختلف اسٹالوں اور تہ خانوں میں بھرے پڑے ہیں جو بجا طور پر اختلاط، جنسی آزادی اور آزادانہ میل جول کی قربان گاہ پر بھیٹ چڑھ چکے ہیں۔ ہم نے اپنے نوجوان بچوں اور بچیوں کو جس قسم کی کھلی چھوٹ اور آزادی دے رکھی ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کی ٹولیاں اور جیمس ڈین کے گینگ بن چکے ہیں۔ ہیروئن، وہائٹ پاؤڈر اور نشہ کی دوسری چیزوں کے اڈے جگہ جگہ لگے ہوئے ہیں۔

مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط، ابا حیت پسندی، نام نہاد آزادی اور ہر قسم کی چھوٹ نے یورپ اور امریکہ میں جگہ جگہ سماج اور معاشرہ کی چولیس ہلا کر رکھ دی ہیں، اخلاقی قدریں پامال ہو چکی ہیں، انسانیت کے پاس ولحاظ کا کب سے جنازہ نکل رہا ہے۔ پھر تعلیمی لائن سے بے حد اہم اور بر خود غلط تاثر ہمارے اندر یہ چل پڑا ہے کہ دو مخالف جنسوں کا باہمی میل جول

طبیعتوں کو سنوارتا ہے، ان کے اندر ایک عادت سی ڈال دیتا ہے اور جنسی مسائل کی طرف سے ان کے رجحان کو کم سے کم تر کر دیتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ اس قسم کا تاثر علم کے نام پر ایک دھبہ ہے اور واقعات کے تناظر میں اس فریب کا پردہ آپ سے آپ چاک ہو جاتا ہے۔

دور حاضر میں جگہ بہ جگہ غیرت کے عناصر پائے جاتے ہیں اور ان کا اظہار بھی وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ غیرت جو کبھی ایک مرد مومن کی شان سمجھی جاتی تھی آج اس کی نسل اس سے عاری ہوتی نظر آ رہی ہے حتیٰ کہ اب نوبت بایں جا رسید کہ دوسری اقوام کے لوگ اسے اپنی تہذیب کو اپنائے رکھنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ بچپوں کی تعلیم و تربیت اور اس کے دورس نتائج پر مسلمانوں کی غفلت اور اس سلسلہ میں ان کے فقدان غیرت پر ایک غیر مسلم کا اظہار افسوس ملاحظہ فرمائیں:

”جن دنوں شاہ جرمنی ”گلیوم“ نے ترکی کا دورہ کیا، انجمن اتحاد و ترقی کے ممبران نے بادشاہ کے سامنے اپنی بعض تہذیبی جھلکیاں پیش کرنی چاہی؛ چنانچہ انہوں نے اسکول کی بے پردہ لڑکیوں کو بادشاہ کے استقبال کے لیے اس طرح پیش کیا کہ لڑکیاں پھولوں کے گلدستہ بادشاہ کو پیش کر رہی ہیں۔ بادشاہ نے جو یہ منظر دیکھا تو اسے بڑا تعجب ہوا۔ وہ انجمن کے ذمہ داران سے یوں مخاطب ہوا: میری بڑی آرزو تھی کہ میں ترکی کے اندر جاہ و حشمت اور پردہ داری کے مناظر دیکھوں، کیوں کہ تمہارے مذہب اسلام کا یہی حکم ہے۔ لیکن افسوس! میں یہاں بھی اسی بے پردگی کو اپنے چاروں طرف دیکھ رہا ہوں جس سے یورپ میں بڑی شکایتیں ہیں اور جس کی بدولت وہاں ہمارے خاندان اجڑ رہے ہیں، وطن کی مٹی پلید ہو رہی ہے اور بچے در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں“ (۱)۔

(۱) تحفۃ العروس، ص: ۳۵۷، تالیف محمود مہدی استانبولی۔ دار الفکر للنشر والتوزیع، عمان، اردن ۱۹۹۳ء۔ ساتھ میں یہ خبر بھی قابل غور ہے: ”۱۹۹۵ء میں امریکی خاتون اول ہلری کلنٹن پاکستان کے دورے پر آئیں تو اسلام آباد کالج گرلز کی طالبات سے گفتگو کرتے ہوئے بڑے حسرت آمیز لہجہ میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ امریکہ میں =

ذرا انصاف تو کیجئے کہ ہماری غیر مناسب حرکت پر دوسری قوموں کو تو غیرت آئے لیکن ہم ہیں کہ اپنی شناخت کو بھلا کر غیر اقوام کے خرافاتی نظریات کو اپنانے میں فخر محسوس کر رہے ہیں، جبکہ وہ اقوام اپنے نظریات کو خود ہی خرافات تصور کر رہی ہیں۔ یہ فقدان غیرت کی علامت نہیں ہے؟... جس عورت کو شریعت اسلامیہ نے ماں، بہن، بیٹی کے روپ میں دیکھنا چاہا تھا، آج ہمارے ہی ہاتھوں ہماری لڑکیوں کی تباہی ہو رہی ہے۔ کیا یہ ہمارے فقدان غیرت کی مثال نہیں ہے؟! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت غیرت کے عناصر ہمارے اندر کچھ زیادہ ہی ہوں، لیکن اب معاملہ برعکس نظر آ رہا ہے اور باغیرت لگا ہیں اس حقیقت کا معترف ہیں کہ جس عورت کو جوانی کے دبلیز پر قدم رکھنے سے قبل ہی پردہ کی عادت ڈالنے کی ترغیب دے کر شریعت اسلامیہ نے اس کی عزت و آبرو کے تحفظ کی پختہ ٹریننگ دی تھی، آج بارہ تیرہ سال کی عمر میں بھی (جب کہ اس عمر میں لڑکیاں عموماً سن بلوغت کو پہنچ جاتی ہیں) ”ابھی بچی ہے ابھی بچی ہے“ کے جملے سے دھوکہ میں آ کر غیر شعوری طور پر اسے ہوسناک لگا ہیں برداشت کرنے کی ٹریننگ خود بے غیرت باپ کی طرف سے دی جا رہی ہے، جب کہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دخول اس وقت کیا تھا جب ان کی عمر صرف نو سال کی تھی!! (۱)۔



= سب سے زیادہ بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں بغیر شادی کے طالبات اور لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں، اس مسئلہ کا حل صرف یہ ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں خواہ عیسائی ہوں یا مسلم اپنے مذہب اور معاشرتی اقدار سے بغاوت نہ کریں بلکہ مذہبی و سماجی روایات اور اصولوں کے مطابق شادی کریں اور اپنے والدین کی عزت و آبرو اور سکون کو عارت نہ کریں۔ (روزنامہ جنگ، لاہور۔ ۲۸ مارچ ۱۹۹۵ء)۔

(۱) صحیح بخاری: فضائل الصحابة / تزویج النبی ﷺ عائشہ... رقم: (۳۸۹۶)۔ صحیح مسلم: الکاح / تزویج لآب الہر الصغیر، رقم: (۱۳۲۲)۔

شریعت اسلامیہ عزت و آبرو کی ہر ممکن حفاظت کرتی ہے

عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کا تعلق غیرت سے ہے، اس لیے تمام آسمانی شریعتوں میں غیرت کے ابواب ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کے زمانے میں جب بدکاری عام ہو گئی اور عوام الناس بد فعلی و لواطت کے جرم میں بری طرح پھنس گئے تو لوط علیہ السلام کو شدید غیرت آئی اور انہوں نے اپنی قوم کو اس شنیع حرکت سے باز رہنے کی طرف توجہ دلائی:

﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾ ”تم اپنی شہوت عورتوں کے بجائے مردوں سے پوری کرتے ہو بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو“۔ [الأعراف: ۸۱] اور ﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ * إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ ”تم ایسی برائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا ہے، کیا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو؟ اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹتے ہو، اور اپنی مجلسوں میں بے حیائی کے کام کرتے ہو؟“۔ [العنکبوت: ۲۸-۲۹]

لیکن بجائے اس کے کہ ان کی قوم اپنے اندر سدھار پیدا کرتی اور ہوش کے ناخن لیتی، اپنی اس قبیح اور انسانیت سے گری ہوئی حرکت پر بدستور ڈٹی رہی اور بطور استہزاء عذاب طلب کرنے لگی؛ چنانچہ غیرت آسمانی جوش میں آئی اور وہ لوگ اللہ کے دردناک عذاب سے دوچار ہوئے۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَىٰهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مُّنْصُودٍ * مُّسَوِّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ ”پس جب ہمارا حکم (عذاب) آگیا تو ہم نے اس بستی کا اوپری حصہ نیچے کر دیا اور اس پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے کٹکر لیے پتھر کی بارش کر دی، جن پر آپ کے رب کی طرف سے نشان لگے

ہوئے تھے، اور وہ بستی مکہ کے ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہے۔ [ہود: ۸۲-۸۳]

اسی طرح جب یوسف علیہ السلام کے بے داغ دامن کو عزیز مصر کی بیوی نے داغدار کرنا چاہا اور حسن یوسف سے دم بخود ہوا اس باختہ ہو کر جذبات کی طغیانوں میں ڈوب گئی اور اپنی عزت و ناموس کی دھجیاں اڑا دینے کے درپے ہو گئی تو غیرت آسمانی نے یوسف علیہ السلام کی عفت و عصمت کو اس بھڑکتی ہوئی آگ کی چنگاریوں سے محفوظ رکھ کر رہتی دنیا تک کے لیے ایک عظیم مثال قائم کر دی: ﴿وَرَأَوْدَتُهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْت لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَقَافَى إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُونَ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ ”اور جس کے گھر میں وہ رہتے تھے، اس نے انہیں گناہ پر ابھارا اور دروازے بند کر دیے، اور کہا: آؤ، اپنی خواہش پوری کر لو۔ یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ (تیرا شوہر) میرا آقا ہے، اس نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے، بے شک ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے ہیں اور اس عورت نے ان کے ساتھ گناہ کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، اور وہ بھی اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے تو اس کے ساتھ ایسا ہی ارادہ کر لیتے، اور ایسا اس لیے ہوا تاکہ ہم ان سے برائی و بدکاری کو دور کر دیں، بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو برائیوں سے پاک کر دیے گئے۔“ [یوسف: ۲۳-۲۴]

آخری شریعت ہونے کے ناطے شریعت اسلامیہ کے جملہ قوانین ربانیہ گزشتہ تمام شریعتوں سے زیادہ محکم اور اصولی ہیں؛ نیز اس کے ابواب غیرت نہایت ہی مؤثر اور متحرک ہیں۔ اسی لیے اسلام نے ظاہری و پوشیدہ ہر طرح کے فواحش و منکرات کو حرام قرار دیا [الانعام: ۱۵۱]؛ بلکہ فواحش و منکرات کی طرف پیش رفت جملہ وسائل و ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے (۱)۔

(۱) تفسیر السعدی ص: ۲۳۲، چوتھا ایڈیشن، مؤسسہ الرسالہ، بیروت۔

غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی سے ممانعت:

چنانچہ شریعت اسلامیہ میں اجنبی عورت (۱) کے ساتھ خلوت نشینی کو حرام ٹھہرایا گیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”أَلَا لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ“ (۲) ”خبردار! کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت نشینی کرتا ہے تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے (جو برائی پراکساتا ہے)“۔ حتیٰ کہ شوہر کے بھائی (دیور یا چچا کا بیٹا وغیرہ) کو بھی عورت کے ساتھ خلوت نشینی سے منع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”الْحَمُّ الْمَوْتُ“ (۳) ”عورت کے حق میں دیور موت ہے“۔

غض بصر:

آبرو پر بٹہ لگنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ نگاہوں کا دوچار ہونا بھی ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے مرد و عورت دونوں کو یکساں طور پر غض بصر (نگاہیں پست رکھنے) کا حکم دیا ہے، اور نگاہوں پر پہرہ بٹھایا ہے، تاکہ دیدہ بازی سے حسن پرستی تک اور حسن پرستی سے عشق بازی تک کی نوبت نہ پہنچے۔

غض بصر کے معنی یہ ہیں کہ مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے نگاہیں ملائیں نہ

(۱) کوئی بھی عورت جو مرد کی محارم میں سے نہیں ہے تو وہ اس مرد کے لیے اجنبی ہے، اسی طرح کوئی بھی مرد جو عورت کے محارم میں سے نہیں ہے تو وہ اس عورت کے لیے اجنبی ہے۔

(۲) ترمذی: کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ (۲۱۶۵)، البائی نے صحیح قرار دیا ہے، مسند امام احمد: ۲۶/۱،

ابن ماجہ (۲۳۶۳)، سنن کبریٰ (۹۲۱۹)، ابن حبان (۵۵۸۶)، مسند الطیالسی (۳۱)، مسند أبی یعلیٰ (۱۴۱)،

(۱۳۳، ۱۳۲)

(۳) بخاری: النکاح باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم: (۵۲۳۲)، مسلم: کتاب السلام، باب تحريم الخلوة با لأجنبیہ والدخول علیہما: (۲۱۷۲)۔

لڑائیں؛ کیوں کہ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ (النَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ ابْلِيسَ). ایک عربی شاعر کہتا ہے:

نَظْرَةٌ فَإِنِيسَامَةٌ فَسَلَامٌ فَكَلَامٌ فَمَوْعِدَةٌ فَلِقَاءُ

(ایک نگاہ، ایک تبسم، پھر سلام، اس کے بعد بات چیت، پھر وعدہ اور پھر ملاقات)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ”شیطان آدمی کے تین چیزوں کے اندر ہوتا ہے: اس کی نگاہ میں، اس کے دل میں، اس کی شرمگاہ میں اور عورت کی تین چیزوں کے اندر اس کا مسکن ہوتا ہے: اس کی نگاہ میں، اس کے دل میں اور اس کی شرمگاہ میں“ (۱)۔

یہی وجہ ہے کہ عشق و محبت اور شر میں دفرہاد کی داستانوں میں نگاہوں کے ملاپ کا کلیدی کردار رہا ہے جس کی لذت کا اندازہ ہر بالغ مرد و عورت کو ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نگاہوں کے اسی ملاپ کی لذت کو آنکھ کا زنا قرار دیا ہے (۲)۔ اور جس سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو یوں حکم دیا ہے: ”(اے محمد) مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں (عورتوں کو دیکھنے سے) بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی زنا نہ کریں) یہی طریقہ ان کے لیے پاکیزگی والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے خبردار ہے“۔ [النور: ۳۰] اور عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے: ”اے نبی! مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں (مردوں کو دیکھنے سے) بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و سنگار کو ظاہر نہ کریں“۔ [النور: ۳۱]

عزت و آبرو کے تحفظ میں شادی کا اہم کردار:

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ

(۱) روضة المحبین.

(۲) بخاری: کتاب الاستقذان باب زنا الجوارح دون الفرج (۶۲۳۳) صحیح مسلم، کتاب القدر: (۲۶۵۷).

عنه ہیں : ”إِذَا أَحَدُكُمْ أَحْبَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُؤَاقِعْهَا، فَإِنْ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ.“ ”اگر کسی شخص کو کوئی عورت پسند آئے اور دل نشیں ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس آ کر اس سے مجامعت کر لے، کیوں کہ اس سے اس کی دلی خواہش جاتی رہے گی۔“ (۱)

ڈاکٹر نوبل کیر نے کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ کے طلبہ کے سامنے جنسیات کے اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے کہا تھا: ”کیا یہاں ایسا نہیں ہے کہ آدمی کو اپنی بیوی کے علاوہ سے راحت اور تسکین ملتی ہے؛ حالاں کہ راحت اور تسکین تو اس کو اپنی بیوی سے حاصل ہوتی ہے، جس کی کوئی مثال نہیں، اور اس میں شک نہیں کہ یہ راحت کامل اور بڑی زبردست ہوتی ہے۔“ (۲)

اللہ تعالیٰ نے ہر مرد و عورت کے اندر جنسی خواہش پیدا فرمائی ہے اور اس جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ایک طریقہ کار متعین کیا ہے، جس پر عمل کر کے مرد اور عورت اپنی جنسی پیاس بجھا سکتے ہیں، اور وہ طریقہ کار شرعی نکاح ہے۔ جس طرح پانی نہر کے کناروں کے درمیان چلتا رہے تو ٹھیک رہتا ہے اور اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، لیکن اگر نہر کا بند ٹوٹ جائے تو یہی پانی جاہی اور بربادی پھیلا دے گا کیوں کہ اس نے اپنے اصل گزرگاہ کو چھوڑ دیا ہوتا ہے؛ چنانچہ نہر کا بند ٹوٹنے سے کھیتیاں غرق ہو جاتی اور فصلیں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ مرد اور عورت کی جنسی خواہش کو کنٹرول کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اور یہ نکاح ان کے جنسی جذبات کے لیے فطری گزرگاہ ہے اور جو فطری گزرگاہ اختیار نہیں کرے گا، ظاہر بات ہے وہ سرکشی اور طغیانی کا شکار ہوگا یعنی زنا کاری اور بدکاری کی دلدل میں گر جائے گا اور یہی زنا کاری پورے معاشرے کے لیے بربادی کا موجب بن جائے گی۔

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب من رأى امرأة فوقع... رقم (۱۴۰۳)۔

(۲) رسالۃ الخمار ص: ۲۶، اپریل ۱۹۳۶ء۔

شرمگاہوں کی حفاظت اور نگاہیں نیچی رکھنے کی سب سے بہترین صورت اور سب سے اہم اور مفید ذریعہ شادی ہے۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے طاقت رکھنے والے نوجوانوں کو شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْسَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ“^(۱)۔ ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی مردانگی اور اپنی بیوی کی کفالت کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کر لے، کیوں کہ نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا بہترین ذریعہ شادی ہے۔ لیکن جس کے پاس طاقت نہیں اس کو روزہ رکھنا چاہئے (روزہ رکھنے سے جنسی شہوت کم ہو جائے گی جس کی وجہ سے شرمگاہ محفوظ رہے گی تو)، گویا روزہ اس کی شہوت کو کچلنا ہے“۔

ایک جگہ ان الفاظ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَرَوْحُهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيشٌ“^(۲)۔ ”اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام بھیجے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو روئے زمین پر عظیم فتنے اور زبردست فسادات رونما ہوں گے“۔

شادی کے بے شمار فوائد ہی کے پیش نظر شریعتِ اسلامیہ نے استطاعت نہ رکھنے والوں کے لیے بھی سامانِ نکاح فراہم کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور انہیں فقر و فاقہ اور محتاجی سے بے نیاز کر دینے کی امید دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ

(۱) صحیح بخاری : کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ : من استطاع منكم الباءة فليتزوج... رقم:

(۵۰۶۶)، مسلم: کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن ناقت نفسه إليه... رقم: (۱۴۰۰)۔

(۲) ترمذی: النکاح باب ما جاء إذا جاءكم من ترضون دينه وفؤاده، رقم: (۱۰۸۴)۔ الباقی نے حسن صحیح کہا ہے۔

وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴿٣٢﴾ ”تم میں سے جو مرد و عورت بغیر شادی کے ہوں ان کی شادی کر دو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کی بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر (بے نیاز) بنادے گا۔“ [النور: ۳۲]

چکدار گفتگو سے ممانعت:

عورتوں کو نرم کلامی سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ کوئی کمزور دل شخص نرم و نازک اور دلفریب کلام کی چاشنی سے فریفتہ ہو کر لاعلاج روگ کا دائمی مریض نہ بن جائے؛ کیوں کہ عورتوں کی چکدار گفتگو اور نرم کلامی سحر اور فتنہ انگیز ہوتی ہے، جو اچھے لوگوں پر بھی اپنا اثر ڈالنے سے نہیں چوکتی۔

کہتے ہیں کہ ہاروت و ماروت دونوں اللہ کے فرشتے تھے، انہیں اپنی عبادت پر بڑا ناز تھا اس لیے فرشتوں کے مقابلہ میں انسان کے بلند مرتبہ کو قبول کرنے کے بجائے اپنے تئیں متکبر و مغرور تھے۔ بالآخر انہیں آزمائش سے دوچار ہونے کی غرض سے جادو کے ساتھ دنیا میں بھیج دیا گیا، وہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے امتحان کے لیے زہرہ اور مشتری نامی دو مغنیہ کو ان کی بستی میں بھیجا جو اپنے حسن و جمال میں یکتا اور خوش گلوئی میں بے مثال تھیں۔ ان کی شہرت سن کر ہاروت و ماروت بھی اس ارادہ سے گئے کہ صرف ایک بار ان کی آواز میں گانا سنیں گے لیکن پہلی ہی بار میں ان کی خوش کن اور مسحور کردینے والی آواز سے وہ زہرہ و مشتری کے عشق میں اس قدر دیوانے ہو گئے کہ ان کی نیتوں میں فتور آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زہرہ اور مشتری کو آسمان میں اٹھا لیا اور یہی زہرہ و مشتری نامی دو تارے آج بھی آسمان پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ دونوں فرشتے یعنی ہاروت و ماروت اپنے دعوے میں ناکام ہوئے؛ چنانچہ ان کے غرور اور بد اعمالیوں کی وجہ سے قیامت تک کے لیے انہیں ”چاہ باہل“

میں النانکا دیا گیا۔ یہ کنواں آج بھی بابل کے کھنڈرات میں ہے جہاں یہ دونوں انسانی آنکھوں سے پوشیدہ اپنی سزا بھگت رہے ہیں۔ زہرہ کا دوسرا نام ”ناہید“ ہے جس کو ”مطرب فلک“ بھی کہا جاتا ہے^(۱)۔ غالباً مومن نے اسی واقعہ کو ذہن میں رکھ کر یہ شعر کہا تھا:

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیکھ

شعلہ سالیک جائے ہے آواز تو دیکھو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے جس طرح عورت کے وجود کے اندر مرد کے لیے جنسی کشش رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی آواز میں بھی فطری طور پر دلکشی، نرمی، نزاکت اور شیرینی رکھی ہے، جو مرد کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچتی ہے۔ بنا بریں اس آواز کے لیے بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مردوں نے گفتگو کرتے وقت ان کے لہجے میں کوئی لوچ، ان کی باتوں میں کوئی لگاؤ اور ان کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگلیخت پیدا کر دے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی جرأت دلائے۔ بلکہ ایسے

(۱) تفسیر کی کتابوں میں ہاروت و ماروت کے بارے میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت ۱۰۲ میں بغیر کسی تفصیل کے نہایت اختصار کے ساتھ ہاروت و ماروت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت کا یہ قصہ (زہرہ اور چاہ بابل کا قصہ) تابعین کی ایک اچھی خاصی جماعت نے نقل کیا ہے مثلاً مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابو العالیہ، زہری، ربیع بن انس، مقاتل، ابن حبان وغیرہ اور بھران سے نقل کر کے متقدمین و متأخرین نے کثرت سے بیان کیا ہے، مگر ان تمام نقول کا حال یہ ہے کہ ان میں جس قدر تفصیلات بھی منقول ہیں وہ سب بنی اسرائیل کے قصوں سے لی گئی ہیں، ہمیں صرف اس پر اور اسی حد تک ایمان رکھنا چاہئے (تفسیر ابن کثیر بحوالہ قصص القرآن: جلد دوم، ص: ۱۶۷، ۱۶۸)۔ قرآن کریم کے الفاظ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر جادو کا علم نازل فرمایا تھا اور اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر رونما ہونے والے معجزات جادو سے مختلف چیز ہے اور جادو یہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مواقع پر عورت کے لہجے اور انداز گفتگو میں قصد انزری و لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن ہونا چاہئے تاکہ بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ...﴾ ”(اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو) تو نرم گفتگو نہ کرو، کہ جس کے دل میں (گناہ کی) بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے....“ [الاحزاب: ۳۲]

گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ عورت کی آبرو اگر محفوظ ہے تو قیامت تک اس سے جنم لینے والی نسلیں محفوظ ہوں گی لیکن اگر عورت کی آبرو پر کوئی دھبہ لگا تو ایک طویل مدت تک اس داغ کا اثر زائل نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کر کے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ کیوں کہ ہیرے کی حفاظت غیروں کی نگاہوں سے اسے بچا کر رکھنے ہی میں ہے ورنہ لٹیروں کی نگاہیں لگ جائیں گی۔ اسی طرح عورت کو پردہ اور گھر میں چھپا کر رکھنے ہی میں اس کی حفاظت و بقا کا راز مضمر ہے ورنہ ہوسناک نگاہیں اس کا پیچھا کرنے سے باز نہیں رہ سکتیں جس سے خواہ مخواہ عزت و آبرو کی دھجیاں اڑا دینے والے اسباب پیدا ہوں گے۔ ان تمام اسباب کو روکنے ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ ”اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو، اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کے ساتھ نہ نکلا کرو۔“ [الاحزاب: ۳۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرِفَهَا الشَّيْطَانُ“^(۱)۔ ”عورت سراپا پردہ کی چیز ہے

(۱) [صحیح] ترمذی: کتاب الرضا، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات، رقم: (۱۱۷۳)۔

جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا ہے (اور اسے حسین و جمیل کر کے دکھاتا ہے)۔“

شریعتِ اسلامیہ اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنے سے عورتوں کو روکتی ہے اور انہیں ہدایت دیتی ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں، لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلیں جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا اور اپنی چال ڈھال اور چٹک مک سے اپنے کو ظاہر کرنا ایک مسلم معاشرہ کی عورتوں کا کام نہیں، یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے۔ ہاں البتہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے عاری لوگ اگر ایسی ثقافت پر نازاں ہیں تو یہ انہیں کو مبارک ہو!!

اظہارِ زیب و زینت پر پابندی:

شریعتِ اسلامیہ نے زیب و زینت کو عورت کے لیے حلال قرار دیا ہے، اور یہ نسوانی فطرت کے عین موافق بھی ہے۔ کیوں کہ فطری طور پر ہر عورت حسن و جمال کا پیکر ہونا پسند کرتی ہے۔ اسلام اس کی طبعی خواہش کا مخالف نہیں؛ البتہ وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ عورت اپنے حسن و جمال کے مختلف معیار کو منظم و منضبط بنائے اور اس کا مظاہرہ ہر طرف سے سمیٹ کر صرف ایک رخ پر ایک مرد کے سامنے ہی کرے۔ وہی مرد جو اس کی زندگی کا ہم سفر اور اس کا شریک حیات ہے، وہی اس کے حسن و جمال اور ناز و ادا سے واقف ہو، کسی اور کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہو۔ ہاں غیر محرم رشتہ داروں کو اس کی خبر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چونکہ صنفِ نسواں کی آبرو اس وقت بھی شدید خطرے کا نشانہ بن جاتی ہے جب اس کے حسن و جمال اور زیب و زینت کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے بناؤ سنگار اور اظہارِ زینت سے متعلق شریعتِ اسلامیہ نے قرآن کریم میں یہ حد بندی کر دی:

﴿وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ لِبُؤْلٰتِهِنَّ اَوْ لِأَنۢ بَنِيٍّ اَوْ اٰثَرٍ مِّنۢ بَنِيٍّ يَّمْنُ وَرَءَیْہُمْ﴾

أَوْ إِخْوَانِهِمْ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِمْ أَوْ نِسَائِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ أَوْ
التَّبَعِينَ غَيْرَ أُولَى الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ
النِّسَاءِ ﴿۱﴾ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر رہتا ہے اور اپنے گریبانوں
پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں، اور بناؤ سنگار کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے
شوہروں کے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں کے، یا اپنے
شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے، یا اپنی بہنوں کے
بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے غلاموں کے، یا گھر میں رہنے والے ان لوگوں کے سوا
جو عورت کی خواہش نہیں رکھتے، یا ان بچوں کے سوا جو ابھی عورتوں کی شرمگاہوں سے آگاہ
نہیں ہیں۔ [النور: ۳۱]

لباسِ عریاں پر پابندی:

چونکہ غیر مناسب لباس سے بھی جذبات برا بیجنتہ ہوتے ہیں اور یہ بھی آبرو پر بڑھ لگنے کا
ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس قسم کے نامناسب اور غیر اخلاقی لباس
زیب تن کرنے پر بھی پابندی عائد کی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک وہی لباس قابل قبول
ہے جس سے پردہ ہو، نہ کہ کسی شہرت کی غرض سے وہ لباس زیب تن کر لیا جائے جس سے
شریعت کی تعلیمات متاثر ہوتی ہوں۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے لباسِ شہرت کو حرام قرار دیا
ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَنْ لَبَسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ
مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ النَّارَ“ (۱)۔ ”جس نے دنیا میں شہرت کی غرض سے کوئی

(۱) ابن ماجہ: کتاب اللباس، باب من لبس ثوب شهرة من الثياب، رقم: (۳۶۰۷)، و ابوداؤد: کتاب اللباس،

باب فی لبس الشہرة، رقم: (۴۰۳۹)، و مسند امام احمد: (۱۳۹، ۹۲۲)۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس

حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الجامع، رقم: (۶۵۲۲)۔

لباس زیب تن کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت و خواری کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا۔“

شریعت اسلامیہ مرد و عورت کو ایسے لباس زیب تن کرنے کا حکم دیتی ہے جس سے ستر ظاہر نہ ہو۔ واضح رہے کہ عورت کا ستر ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ سارا جسم ہے۔ سنن ابوداؤد میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب عورت سن بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہئے سوائے چہرے اور کلائی کے“۔ جب کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ [دارقطنی]

ساتر لباس کا مطلب یہ ہے کہ لباس ایسا باریک اور تنگ نہ ہو جس سے ستر کے اعضاء ظاہر ہو جائیں صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود تنگی رہتی ہیں (یعنی ان کے اعضاء ستر ظاہر ہوتے ہیں) وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی“ (۱)۔

خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت:

دراصل خوشبو ایک آزمائش ہے۔ دوسرکس اور شریر نفس کے درمیان خوشبو کا قصد اور اپنی کا کردار انجام دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت اگر سر راہ خوشبو لگا کر چلے تو اس سے عام اخلاقی ضوابط متاثر ہوتے ہیں، جب کہ اسلام میں شرم و حیا کا معیار اس سے کہیں زیادہ حساس اور نازک ہے۔ وہ کیوں کر ان براہیجنتہ کرنے والے عوامل کو معاشرہ میں باقی رہنے دے سکتا ہے؟ اس لیے اسلام کسی مسلمان عورت کو اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ راستوں میں یا مردوں کی محفلوں میں خوشبو میں اچھی طرح بس کر اس کا گزر ہو، کیوں کہ حسن و جمال چھپ سکتا ہے، لیکن عطر اور خوشبو کو کون روک سکتا ہے؟ خوشبو فضا میں تحلیل ہو کر آگے

(۱) صحیح مسلم کتاب اللباس واللبس، باب النساء الکاسیات العاریات الماعلات المسلمات، رقم: ۳۱۲۸۔

بڑھے گی اور اس سے جذبات لامحالہ متاثر ہوں گے (۱)۔

اس لیے اس فتنہ پرور ماحول کے پیدا ہونے کے خدشہ سے شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کر دیا ہے، چونکہ اس سے بہت سارے مفاسد اور برائیاں جنم لے سکتی ہیں اور مسلمان عورتوں کا وقار مجروح ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ كَذَّاءٌ كَذَّاءٌ“، یعنی زانیہ (۲)۔ ”جو بھی عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ لوگ اس میں خوشبو سونگھیں تو وہ ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے“۔

مردوں سے الگ تھلگ ہو کر راستہ چلنے کا حکم:

شریعت اسلامیہ اس بات کی حریص ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے اور گھر سے نکلے تو تواضع، ادب اسلامی اور شرم و حیا کو ملحوظ خاطر رکھے اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر راستہ کے کنارے چلے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”اسْتَخْوَنَ فَلَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقَنَّ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ“ (۳)۔ ”تم عورتیں پیچھے ہو جاؤ کیوں کہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ درمیان راستہ سے چلو بلکہ راستہ کے کنارے کنارے چلو“۔ چنانچہ اس فرمان رسول ﷺ کے بعد عورتیں دیواروں سے اس قدر چپک کر

(۱) دیکھئے کتاب پردہ: ص ۳۱۹۔

(۲) سنن نسائی: کتاب الزینۃ، باب ما یکرہ للنساء من الطیب رقم: (۵۱۲۶)، ترمذی: کتاب الآداب، باب ما جاء فی کرہیۃ خروج المرأة محطرة، رقم: (۲۷۸۶)، ابوداؤد: کتاب الترجل، باب ما جاء فی المرأة تحطیب اللودج، رقم: (۳۱۷۳)، علامہ البانی نے صحیح الجامع میں اس کی تصحیح و تحمین کی ہے: دیکھئے رقم: (۲۷۰۱)۔

(۳) ابوداؤد: کتاب الآداب، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، رقم: (۵۲۷۲)، علامہ البانی نے سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ میں اس کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے رقم: (۸۵۶)۔

چلے گئیں کہ بسا اوقات ان کی چادریں (اوڑھنیاں) دیواروں سے پھنس پھنس جایا کرتیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیر کو مارتے ہوئے چلنے سے عورتوں کو منع کیا تاکہ پیر میں زیور کی جھنکار سے لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ نیز نبی کریم ﷺ کی وہ تعلیمات جو آپ نے اپنی امت کو کسی کے گھر اجازت طلب کرتے ہوئے دروازہ کی جانب میں کھڑے ہونے اور گھر کے اندر جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دینے کے متعلق دی ہیں، اسی قبیل سے ہیں۔

اختلاط مرد و زن کی ممانعت:

شریعت اسلامیہ نے اجنبی عورت سے دوری اختیار کرنے کی غایت درجہ کی احتیاطی تعلیم دی ہے۔ کیوں کہ مرد و زن کے باہمی اختلاط سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں اور ان کے برے اثرات جو نسل پر مرتب ہوتے ہیں، ان سے معاشرہ برائیوں و بے حیائیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے مرد و زن کے باہمی اختلاط سے منع کیا ہے؛ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”لَا نَیْضِرِبُ أَحَدُكُمْ فِی رَأْسِهِ بِمَخِیْطٍ خَیْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ یَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ“۔ ”تم میں سے کوئی اپنے سر میں لوہے کی میخ چھوئے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے“ (۱)۔

اس احتیاطی تدبیر کا اندازہ سورہ احزاب کی اس آیت سے لگائیے جس میں ازواج مطہرات سے بھی پردہ کے اوٹ سے کوئی چیز مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ ”اور جب تم ان (امہات المؤمنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو“۔ [الاحزاب: ۵۳]

جب نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگتے وقت پردہ کے پیچھے سے مانگنے کی

(۱) طبرانی: ”المعجم الكبير“ (۲۱۰/۲۰)۔ علامہ البانیؒ نے اسے سلسلة الأحادیث الصحيحة رقم:

(۲۲۲)، اور صحیح الجامع (۵۰۳۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

تعلیم دی گئی ہے؛ حالانکہ وہ مومنوں کی مائیں ہیں، تو پھر عام عورتوں سے کس قدر احتیاط کرنے کی ضرورت ہے آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں!!

اختلاط مرد و زن سے بچنے کے لیے بعض اسلامی احکام کی تبدیلی:

مرد و زن کے باہمی اختلاط سے بچنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے عورتوں کے لیے بعض احکام تک بدل ڈالے ہیں؛ مثال کے طور پر جماعت کے ساتھ نماز واجب ہے لیکن یہ وجوب عورتوں سے ساقط کر دیا گیا ہے، مردوں کے لیے مسجد میں نماز ادا کرنا افضل ہے جب کہ عورتوں کو یہ فضیلت گھر میں نماز پڑھنے سے ملتی ہے، مردوں کے لیے جمعہ کی نماز واجب ہے جبکہ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، مردوں کے لیے نماز جنازہ فرض (کفایہ) ہے لیکن عورتوں کے لیے نہیں، جہاد مردوں پر واجب ہے لیکن عورتوں پر نہیں وغیرہ۔

زنا کی حرمت:

زنا کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت جائزہ زین و شو کے بغیر باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ یہ فعل اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ہر لحاظ سے برا، گناہ اور قابل اعتراض ہے، اور نفس پرست جھٹی پن کی اوج کو فلسفہ طرازی سمجھنے والوں کے سوا قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے اس کے عظیم اور گھناؤنے جرم ہونے پر متفق رہے ہیں۔ یہ زنا ایک ایسا جرم ہے جس کے ارتکاب سے نسل کی نسل تباہی کا شکار ہو جاتی ہے، نسب خلط ملط ہو جاتا ہے اور معاشرہ اخلاقی انار کی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے زنا کے جملہ اقسام کو جس کے عرب، و ہندستان اور دیگر ممالک میں عجیب عجیب نام اس کی قباحتوں کو چھپانے کے لیے رکھ لیے گئے تھے، حرام ٹھہرایا اور رسول اکرم ﷺ نے اس کو منبر و محراب سے خوب اعلان کیا۔ قرآن کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ يَفْرُوهُمْ حَافِظُونَ * إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ * فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ

﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ ”اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے (خواہش پوری کرتے ہیں) تو وہ لائق ملامت نہیں ہیں، پس جو کوئی ان دو کے سوا اپنی خواہش پوری کرنے کا اور راستہ اختیار کرے گا تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں“۔ [المؤمنون: ۵-۸]

اللہ تعالیٰ نے زنا سے روکا ہی نہیں بلکہ اس کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کیا ہے؛ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا﴾ ”اور زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بڑی بے شرمی کا کام اور برا راستہ ہے“۔ [الاسراء: ۳۲]

اس آیت کے ضمن میں تفسیر ”تیسیر الرحمن لبیان القرآن“ میں لکھا ہوا ہے:

”زنا وہ بدترین فعل ہے جو فطرتِ سلیم، عقل اور شریعت ہر اعتبار سے گناہِ عظیم ہے اور سوسائٹی پر اس کے نہایت خطرناک اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، مسلمان مردوں اور عورتوں کی عزت محفوظ نہیں رہتی، ان کا نسب اور ان کی نسل خطرے میں پڑ جاتی ہے اور پاک و صاف سوسائٹی اخلاقی انارکی کا شکار ہو جاتی ہے“ (۱)۔

عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے قانونِ رجم:

شریعتِ اسلامیہ نے عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کے لیے جو احکام مردوں کے لیے مقرر کیا ہے وہی احکام عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ”ہر مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) کا خون، مال اور عزت ایک دوسرے پر حرام ہے“ (۲)۔ لیکن چونکہ عزت و آبرو کے حوالے سے عورت کا معاملہ مرد کی بہ نسبت زیادہ نازک ہے، اس لیے اسلام نے عورت کی عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کے لیے علیحدہ سخت احکام نازل فرمائے

(۱) تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ص: ۸۰۷، از ڈاکٹر محمد لقمان السلفی

(۲) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة، رقم: ۳۲۔

ہیں جیسا کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق پاکدامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمتیں لگانے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان پر محض تہمت لگانے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کی گئی ہے، جب کہ عورت کو بے آب و کرنے کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے ہیں [النور: ۲]، لیکن اگر زانی شادی شدہ ہے تو اس کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ سنن ابوداؤد اور ترمذی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں ایک عورت اندھیری رات میں نماز کے لیے نکلی، راستے میں ایک شخص نے اس عورت کو زمین پر گرالیا اور زبردستی اس کی عصمت دری کر دی۔ عورت نے جو شور مچانا شروع کیا تو دوسرے لوگ وہاں آ پہنچے اور زانی کو پکڑ لیا۔ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پیش ہوا تو آپ نے زانی کو سنگسار کروادیا اور عورت کو چھوڑ دیا^(۱)۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے ایک لڑکی سے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا، آپ نے زانی کو کوڑے لگوائے اور لڑکی کو چھوڑ دیا^(۲)۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ”یہ سزا اس لیے ہے کہ تمام داخلی و خارجی تدابیر اصلاح کے باوجود جو شریر انفس کھلے ہوئے جائز مواقع کو چھوڑ کر ناجائز طریقے سے ہی اپنی خواہش نفس پوری کرنے پر اصرار کریں، ان کی کھال اڑھڑادی جائے اور ایک بدکار کو سزا دے کر معاشرے کے ان بہت سے لوگوں کا نفسیاتی آپریشن کر دیا جائے جو اس طرح کے میلانات رکھتے ہوں“^(۳)۔

(۱) ابوداؤد: کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیء فیقر، رقم: ۴۳۷۹، ترمذی: کتاب الحدود، باب

فی المرأة إذا استکھت علی الزنا، رقم: ۱۳۵۳، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(۲) بخاری بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح تحقیق البانی (۳۵۸۰)۔

(۳) تفہیم القرآن: ۳۲۵/۳۔

عزت و آبرو کی پامالی پر کوئی معاوضہ قبول نہیں:

تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ زنا کا مرد و عورت کی سزا ہندوؤں کے یہاں یہ تھی کہ عورت کو کتوں سے پھڑوا دیا جائے اور مرد کی سزا یہ تھی کہ اسے لوہے کے گرم پلنگ پر لٹا کر چاروں طرف آگ لگا دی جائے۔ جبکہ یونان اور روم میں ابتداءً ایک مرد کو یہ حق حاصل تھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے دیکھ لے تو اسے قتل کر دے، یا چاہے تو اس سے مالی تاوان وصول کر لے۔ پھر پہلی صدی قبل مسیح میں قیصر آگسٹس نے یہ قانون مقرر کیا کہ مرد کی آدھی جائداد ضبط کر کے اسے جلاوطن کر دیا جائے اور عورت کا آدھا مہر ساقط اور اس کی سزا جائداد ضبط کر کے اسے بھی مملکت کے دور دراز حصے میں بھیج دیا جائے۔ قسطنطین نے اس قانون کو بدل کر عورت اور مرد دونوں کے لیے سزائے موت مقرر کی۔ لیو (Leo) اور مارسین (Marcian) کے دور میں اس سزا کو حبس دوام میں تبدیل کر دیا گیا، پھر قیصر جسٹینین نے اس میں مزید تخفیف کر کے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ عورت کو کوڑوں سے پیٹ کر کسی راہب خانے میں ڈال دیا جائے اور اس کے شوہر کو یہ حق دیا جائے کہ چاہے تو دو سال کے اندر اسے نکلوائے، ورنہ ساری عمر وہیں پزار بنے دے^(۱)۔

لیکن شریعت اسلامیہ میں عورت کی عزت و آبرو کے تحفظ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ شریعت اسلامیہ نے اس کا کوئی مادی یا مالی معاوضہ قبول کرنے کی قطعی اجازت نہیں دی، اور نہ ہی اسے قابلِ راضی نامہ گناہ (Compoundable Offence) کا درجہ دیا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک لڑکا کسی آدمی کے یہاں کام کرتا تھا، لڑکے نے اس آدمی کی شریکِ حیات سے زنا کر لیا۔ جب بات ظاہر ہو گئی تو لڑکے کے والد نے عورت کے شوہر کو (معاملہ رفع دفع کرنے کی غرض

(سے) سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر راضی کر لیا؛ لیکن جب مقدمہ نبی اکرم ﷺ کی عدالت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے بکریوں اور لونڈی کو واپس کرنے کا حکم دیا اور زانی و زانیہ پر حد جاری کروائی (۱)۔

بہتان تراشی کی مذمت اور اس کی سزا:
عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے عورت و مرد کے متعلق صرف مذکورہ ارشادات و فرمودات پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کے نزدیک عورت جو عزت و آبرو کی صیانت و حفاظت کا کچھ زیادہ ہی ذمہ دار ہے، پر تہمت تراشی کرنے والا اور اس کے بے داغ دامن کو داغدار بنانے والا ایک گناؤں نے جرم کا مرتکب ہے جو از روئے شرع سخت سزا کا مستحق ہے۔ ٹھوس ثبوت اور پختہ دلیل کے بغیر کسی پاکدامن، عفت شعار، بھولی بھالی مومن عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے مجرم کے لیے شریعت اسلامیہ نے مندرجہ ذیل سزائیں مقرر کی ہیں:

- ۱۔ اس کو حد قذف یعنی برسر عام اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔
- ۲۔ اس کی شہادت (گواہی) ناقابل قبول ہوگی۔
- ۳۔ اس کا شمار فاسق لوگوں میں ہوگا۔
- ۴۔ وہ اللہ کے نزدیک کاذب (جھوٹا) ہے۔
- ۵۔ وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔
- ۶۔ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک اس کے لیے سخت اور اذیت ناک عذاب ہے۔
- ۷۔ اس کے عار و ذلت میں بطور اضافہ اس کے اعضاء و جوارح اسی کے خلاف گواہی

دیں گے۔

۸- اللہ تعالیٰ اس شنیع و فحیح فعل کے ارتکاب کے سبب اس کے لائق جہنم کا عذاب

چکھائے گا۔

بہتان تراشی کرنے والے کے لیے یہ سزائیں مقرر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اس قسم کے گھناؤنے اتہام کو سننے کے بعد مثبت پہلو اختیار کریں۔ صرف سماع کی بنیاد پر اس معاملہ میں چہ میگوئیاں کرنا ایک سنگین جرم ہے؛ بلکہ اپنے حسن ظن کو برقرار رکھتے ہوئے اس عظیم حادثہ کو خود اپنے اوپر لگایا گیا الزام تصور کریں۔ اگر کوئی مسلمان اس معاملہ میں قیاس آرائیاں کرتا ہے، بلا دلیل و ثبوت خواہ مخواہ اٹکل بچو دوڑاتا ہے اور اس کی اشاعت و پروپیگنڈہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے تو گویا یہ بھی اتہام تراشی کرنے والے مجرم کے ساتھ ہے اس لیے دنیا و آخرت دونوں میں یہ بھی سزا کا مستحق ہے۔ مذکورہ سزاؤں کی دلیل کے لیے قرآن کریم کی یہ آیات ملاحظہ فرمائیں (۱)۔

(۱) ان آیات کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ حکم حجاب کے بعد ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق (برسبع) سے واپسی پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کے قریب ایک جگہ قیام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج سے نکل کر میدان میں قضاے حاجت کے لیے گئیں۔ واپسی کے وقت دیکھا تو ان کے گلے کا ہار موجود نہ تھا؛ اس لیے اسے تلاش کرنے لگیں۔ ادھر صبح میں جب قافلہ روانہ ہوا تو حضرت عائشہ کا ہودج اونٹ پر باندھ دیا گیا۔ ان دنوں ام المؤمنین ہلکی پھلکی تھیں اس لیے ہودج اٹھانے والوں کو ان کی غیر موجودگی کا علم نہ ہوسکا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار تلاش کرنے کے بعد پڑاؤ پر پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا؛ چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے یہ سوچ کر لڑت گئیں کہ قافلہ والوں کو جب میری غیر موجودگی کا علم ہوگا تو تلاش کے لیے واپس آئیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صفوان بن معطلؓ جو قافلہ کے پیچھے چھوٹی ہوئی چیزوں کے سنبھالنے پر مامور تھے، وہاں آ پہنچے۔ وہاں عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور لانا اللہ و لانا لایہ راجحون پڑھا۔ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا ہوا تھا، وہ سمجھ گئے کہ قافلہ لاعلمی میں ام المؤمنین کو یہیں چھوڑ کر آگے چلا گیا ہے؛ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکلیں تھامے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ”اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت دھریں، پھر چار گواہ نہ لائیں، انہیں تم لوگ اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ، اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور وہی لوگ فاسق ہیں۔“ [النور: ۴]

اسی سورت میں آگے ارشاد ہے: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَقَوْلُوكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ ”جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی جیسے مسلمان مردوں اور عورتوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا، اور کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ کھلم کھلا بہتان ہے؟ افترا پردازوں نے اپنی سچائی پر چار گواہ کیوں نہیں پیش کیے؟ پس جب وہ چار گواہ نہیں لاسکتے تو وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔“ [النور: ۱۲-۱۳]

اسی سورۃ کی آیت ۱۶ تا ۱۹ میں فرمایا: ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا، سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِذْ

= پیدل چلتے قافلے سے جا ملے منافقین نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے حضرت صفوان کے ساتھ حضرت عائشہ کو مطعون کر دیا اور یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ تہابی اور علیحدگی بے سبب نہیں منافقین کے اس پروپیگنڈہ کا شکار بعض مجلس مسلمان بھی ہو گئے۔ مثلاً حضرت حسان، مطح بن اثاثہ اور حمزہ بنت جحش رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ پورے ایک ماہ تک اس سلسلہ میں سخت پریشان رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں یہ آیات نازل فرمائیں اور اس کے بعد اس پروپیگنڈہ کے شکار ان مسلمانوں کو حد قذف لگایا گیا اس واقعہ کی تفصیل بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾ ”اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی تو کیوں نہیں کہا: ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں، اے رب! تو تمام عیوب سے پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو دوبارہ کبھی ایسی غلطی نہ کرنا، اور اللہ تمہارے لیے اپنی آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے، اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمتوں والا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے درمیان بدکاری رواج پائے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو“۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ يَوْمَئِذٍ يُؤْفِكُهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ ”جو لوگ پاکدامن، گناہوں سے بے خبر، مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ بے شک دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے، جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے پاؤں ان کے (برے) کرتوتوں کی گواہی دیں گے، اس دن اللہ انہیں ان (کے اعمال) کا پورا بدلہ دے گا، اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی برحق و آشکارا ہے“۔ [النور: ۲۳-۲۵]

مذکورہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے قارئین کرام کو بخوبی اندازہ ہو چکا ہوگا کہ شریعت اسلامیہ کس طرح مسلمانوں کی عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرتی ہے، تاکہ پاکیزہ اور صاف و شفاف اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو۔ ایسی صورت میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حرمت الہی کی پامالی اور خاص طور سے عزت و آبرو

کی پامالی پر سخت غیرت مند ہوں۔

اب ان لوگوں سے دو ٹوک باتیں عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو تحریک نسواں میں پیش پیش ہیں اور تحریک نسواں (Feminism) میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے ساتھ ساتھ ماڈرن تہذیب کے پروردہ یا کم از کم اس سے مرعوب ضرور ہیں۔ نیز سیکولرازم، لبرل ازم، سوشلزم، فاشزم وغیرہ جیسی فکری تحریکوں سے متاثر ہو کر اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو مردوں کی صف میں لاکھڑا کرنے کے لیے سعی پیہم کر رہے ہیں اور شریعت اسلامیہ سے اپنی اس غیر اخلاقی و غیر اسلامی قرارداد کی منظوری حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں تاکہ جنسی ہوس سے مغلوب بھیڑیے اسلامی معاشرہ کے نکھرتے ہوئے خوبصورت پھولوں اور حسین کلیوں کو مفل ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں!!

ایسے نام نہاد دشمنین اسلام ذرا اپنے مطالبہ کو شریعت اسلامیہ کے مبادی و اصول کے تناظر میں پرکھیں کہ وہ شریعت جو عورت کی عزت و آبرو کے تحفظ و بقا کے متعلق اس قدر شدید غیرت مند ہو کہ شوہر کے سگے بھائی سے بھی عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیتی ہو، کیا وہ یہ پسند کر سکتی ہے کہ عورت اجنبی مردوں کے سامنے اسٹیج پر آ کر گائے، رقص کرے، تھرکے، ناز و نخرے اور اسٹائل کے ساتھ بل کھاتے ہوئے لوگوں سے داد و دہش حاصل کرے؟ جو شریعت نگاہوں پر طاقتور دربان اور امانت دار محافظ بٹھاتی ہو، تاکہ نظر بازی سے حسن پرستی تک اور حسن پرستی سے عشق بازی تک کے تمام چور دروازے بند ہو جائیں، کیا وہ کبھی یہ روا رکھ سکتی ہے کہ عورت ڈرامہ میں کبھی کسی کی بیوی، اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کرے اور اس طرح وہ مختلف نوجوانوں کے ہاتھوں میں اپنی نازک کلائیاں تھما کر مختلف ناز و انداز میں بوس و کنار کرتے ہوئے ان سے بغل گیر ہو جائے؟ جو شریعت عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ لچکدار اور نرم گفتگو کرنے سے منع کرتی ہو، تاکہ اس کی طرف پیش رفت ادنیٰ سے ادنیٰ برائی کی جڑ بھی ٹوٹ جائے، کیا وہ اس بات کی اجازت دے سکتی ہے کہ عورت ریڈیو پر عاشقانہ گیت

گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنانا کر نوجوانوں کے جذبات میں آگ لگائے؟ اور جو شریعت اس قدر شدید غیرت مند ہو کہ اختلاط مرد و زن کے تدارک کے لیے عورتوں کی خاطر بعض اسلامی احکام تک کو بدل دے (جیسا کہ اسی مضمون میں اس پر بحث گزر چکی ہے)، بھلا وہ شریعت کبھی یہ برداشت کر سکتی ہے کہ ہوائی میزبان (Air Hostess) کی حیثیت سے لڑکیوں کی تقرری کر کے انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل بھانے کی تربیت دی جائے تاکہ وہ دیگر غیر اخلاقی حرکات و سکنات کے ساتھ جہاز کے سیکڑوں مسافروں کا حسین مسکراہٹوں اور دل بھانے والے انداز میں استقبال و الوداع کہتے ہوئے Welcome اور Bye Bye کہیں۔ نیز کلبوں، اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر بے پردگی کے ساتھ عورتیں آئیں اور مردوں سے خوب گل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں، کیا شریعت اسلامیہ اس کی اجازت دے سکتی ہے؟؟

نہیں اور ہرگز نہیں!! شریعت اسلامیہ اپنی غیرت کو کبھی مجروح نہیں کر سکتی۔ اس کے اندر اس سلسلہ میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عورت کونسل یا پارلیامنٹ کی ممبر بنے، سرکاری آفسوں میں مردوں کے ہمراہ کام کرے، بیرون خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھرے، کالج میں لڑکوں کے ساتھ مل جل کر ان کے بغل میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرے، مردانہ اسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دے، ہوائی جہاز میں مسافر نوازی کے لیے استعمال کی جائے اور انگلستان یا امریکہ کے ننگے اور حیا سوز ماحول میں تعلیم و تربیت کے لیے بھیجی جائے^(۱)۔

(۱) ہمارے ملک ہندوستان کے مشہور مفکر ولیدز اور ملک کے پہلے گورنر جنرل مسٹر جگو پال اچاریہ کہتے ہیں: ”ڈاکٹری، انجینئرنگ اور سیاست دانی بلاشبہ باعزت پیشے ہیں مگر گھریار کی نگرانی اور بچوں کی پرورش بھی کچھ کم قابل عزت نہیں ہے۔ فوجی کارخانوں میں کام کرنا اور دفاتروں میں حاضری دینا خواہ کتنا ہی اہم ہو، لیکن گھریلو زندگی کے ٹوک پلک درست کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ میں نے چھیانوے برس کی عمر میں جو تجربہ حاصل“

تحریک آزادی نسواں سے منسلک آزاد خیال حضرات کو ان کی ماتحتی میں رہنے والی عورتوں اور دوشیزاؤں کے لیے ہی یہ زرق برق تہذیب اور آزادانہ اختلاط مبارک ہو۔ شریعتِ اسلامیہ ایسی پھوہڑ تہذیب سے کوسوں دور ہے اور اس کے سچے ماننے والے ایسی تحریک کا نام لینا بھی اپنی زبان پر پاپ سمجھتے ہیں۔

غرض عورت کی عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت سے متعلق شریعتِ اسلامیہ نے جو مثبت اور مستحکم نظام پیش کیا ہے، وہ نظام نہ تو اس سے قبل کبھی رہا ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کسی دوسرے مذہب یا معاشرہ میں یہ نظام ملتا ہے۔ درحقیقت شریعتِ اسلامیہ نے عورت کی عزت و آبرو کے متعلق امتیازی احکام دے کر مرد کے مقابلہ میں عورت کو کہیں زیادہ اہم اور بلند مرتبہ کا مصداق ٹھہرایا ہے، نیز معاشرہ کو صنفی پہچان اور جنسی انتشار کے جملہ وسائل و ذرائع پر کنٹرول کر کے عزت و آبرو کی ہر ممکن حفاظت کی ہے۔



= کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے اخلاق کی تکمیل ماں بن کر ہی ہو سکتی ہے۔ [زمزم، لاہور، ۷ اگست ۱۹۳۵ء، بحوالہ محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں، تالیف مولانا محمد حنیف یزدانی مکتبہ نذیریہ لاہور]

ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی جھلکیاں

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہو چکا ہوگا کہ شریعتِ اسلامیہ نے مکمل اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کے لیے چند اصول و ضوابط مرتب کیے ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ اہمیت غیرت کو دیا ہے۔ اگر غیرت ماند پڑ جائے تو پھر معاشرہ صاف و شفاف اور خوشگوار ہونے کے بجائے شاعت و دنائت کا مرکز بن جائے گا، بے حیائی عام ہو جائے گی، عزت و آبرو کو ملیا میٹ کر دینے والے نت نئے وسائل و ذرائع وجود میں آئیں گے، نونہال بچوں اور بچیوں کو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے قبل ہی کنٹرول میں رکھنا مشکل ہو جائے گا اور اس طرح اسلامی تہذیب و ثقافت پامال ہو جائے گی۔

آج کے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی بہت ساری جھلکیاں آپ دیکھ سکتے ہیں، جو نہایت ہی برق رفتاری کے ساتھ اسلامی تشخص کو پارہ پارہ کر رہی ہیں اور جن سے اکثر اہل عقل و خرد نالاں اور بے زار ہونے کے باوجود اپنا دامن بچانے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ہم اپنے معاشرہ میں فقدانِ غیرت کی چند اہم اور ظاہری جھلکیوں کو قلمبند کر رہے ہیں:

۱۔ قریبی رشتہ داروں سے بے احتیاطی:

آج ہمارے معاشرہ میں یہ رواج عام ہو چلا ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کرنا عورت اپنے لیے توہین سمجھنے لگی ہے۔ خواہ وہ رشتہ دار شوہر کا جوان بھائی یعنی دیور ہو یا اسی قسم کے دوسرے رشتہ دار۔ حالانکہ اس قسم کے قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ کرنے کی تعلیم شریعتِ اسلامیہ نے دی ہے، کیوں کہ قریبی حملہ آور سے اپنا بچاؤ کرنا بہ نسبت دور کے

حملہ آور سے مشکل کام ہے۔ اور پھر آستین کا سانپ جب چاہے وقت ضائع کیے بغیر فوراً ڈس کر اپنا زہر پورے جسم میں پھیلا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ زہر جسم میں سرایت کر چکا ہو سانپ کو پناہ دینے والا زہر خوردہ شخص اگر اپنی غلطی اور ندامت کا اظہار کرتا ہے تو اس وقت اس کا اظہار ندامت بے فائدہ ہے۔ اب کفِ افسوس ملنے کے سوا اس کے پاس باقی ہی کیا رہ گیا ہے، آخر کار اسے تو اب کچھ ہی دیر میں لقمہ اجل بننا ہی ہے:

اب پچھتاوا کیا ہوت ہے جب چڑیا چک گئی کھیت

اس لیے قریبی لوگوں کے خطرناک عزائم سے ہمہ وقت چو کنا و ہوشیار رہنا غیرتِ ایمانی کی علامت اور وجود میں آنے والے نئے فتنوں سے بچنے کا اہم ذریعہ ہے۔ آپ کو بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو بھائی یا قریبی رشتہ داروں (غیر محرموں) سے پردہ کرنے کے بارے میں اسلامی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے خیال میں یہ اسلامی تعلیم خاندانی تعلقات میں ایک قسم کی رکاوٹ اور شگ و شبہ کو جنم دینے والی ہے، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ کی کوئی بھی تعلیم بلا مقصد و بے فائدہ نہیں۔ اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرنے والے اور وہ حضرات جو دیہاتوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن معاشرہ کے نشیب و فراز پر ان کی نگاہیں بڑی باغیرت ہیں، ان سے یہ مخفی نہیں کہ آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن میں بھابھی اور دیور، یا عورت اور اس کے قریبی غیر محرم رشتہ داروں کے درمیان ناجائز تعلقات کے چرچوں سے ماحول کی فضا مکدر ہوتی نظر آتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس اسلامی تعلیم پر اعتراض کرنے والے حضرات حق بیانی کے بجائے چشم پوشی سے کام لیتے ہیں؛ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ایسے لوگ بھی (جن کے اندر تھوڑی سی بھی غیرت باقی ہے) قریبی لوگوں سے اپنی ماتحتی میں رہنے والی عورتوں کی حفاظت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

اسے غیرت کا فقدان کہئے کہ آج مسلم سماج میں بھی قریبی رشتہ داروں سے عورت کے

پردہ کرنے کے متعلق اسلامی تعلیمات کو دقیا نویت پر محمول کیا جانے لگا ہے اور اس قسم کے جملے بھی سننے کو ملتے ہیں کہ ”بھلا دیور بھابھی یا قریبی رشتہ دار سے کیسا خطرہ؟“ لیکن کچھ ہی دنوں میں جب خود ان کے گھر میں اس قسم کا خطرہ رونما ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسلامی تعلیمات کی اہمیت سمجھتے ہیں یا جن کی غیرت بالکل ختم ہو چکی ہے اور ان کی آنکھوں کا پانی مرچکا ہے، وہ چشم پوشی سے معاملہ کو رفع دفع کر کے اپنی پرانی ڈگر پر چلتے بنتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے دیور (یا چچا زاد، ماموں زاد بھائی وغیرہ) کو عورت کے حق میں موت بتایا ہے، اور نبی کریم ﷺ کوئی بھی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں بلکہ آپ کی زبان مبارک سے نکل ہوئی ہر بات وحی ہوتی ہے جسے عرش پر مستوی خالق ارض و سموات نازل فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۴]۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِيَّاكُمْ وَالْذُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ“۔ ”تم تنہائی میں عورتوں کے پاس جانے سے بچو“۔ یہ فرمان سن کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عورت کے پاس جانے سے متعلق دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”الْحَمْمُ الْمَوْتُ“^(۱)۔ ”دیور تو (عورت کے حق میں) موت ہے“۔ (عربی زبان میں جو کا لفظ شوہر کے تمام قریبی اعزہ کے لیے بولا جاتا ہے جیسے شوہر کے حقیقی بھائی، چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی وغیرہ جن کو کزن کہا جاتا ہے)۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ آج کے اس دور میں شوہر کے لیے بڑا مشکل کام ہے کہ وہ اپنے بھائی سے اپنی بیوی کو پردہ کرائے، کیوں کہ ایسی صورت

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم والدخول علی المغیبة، رقم:

(۵۳۳۲)، مسلم: کتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالآجنبیة والدخول علیہا، رقم: (۲۱۷۲)۔

میں بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جن پر قابو پانا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مثلاً گھریار کی تقسیم وغیرہ وغیرہ، لیکن یہ اعتراض بالکل بے بنیاد اور ان کے فقدان غیرت پر مبنی ہے، کیوں کہ یہی شوہر کسی اختلاف کی وجہ سے جب اپنے حقیقی بھائی سے علیحدگی اختیار کرتا ہے تو فوراً سب کچھ میں حصہ لگالیتا ہے، حتیٰ کہ گھر ایک ساتھ ہونے کے باوجود کئی کئی دنوں تک وہ ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھتے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ اپنی جھوٹی اور میرا اسلامی وغیرہ اخلاقی شان کے لیے تو گھر منٹوں میں تقسیم ہو جائے اور گھنٹوں میں ایک ہی آگن میں کئی کئی دیواریں کھڑی کر دی جائیں اور پھر عورت تو عورت ان مردوں کی آوازیں بھی ایک دوسرے کو سننے کو نہ ملیں۔ لیکن یہ اعتراض کس قدر غیر دانشمندانہ اور حماقت پر مبنی ہے کہ اس شوہر کے لیے اپنی بیوی کو غیر محرم سے پردہ کرانا مشکل اور ناممکن امر ہے؟! یہ فکر محض فقدان غیرت کے سبب ہے دوسرا کچھ نہیں۔ اسلامی غیرت جو نہی بحال ہوگی مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے اور فتوری ذہنوں کے جملہ اعتراضات کے جواب مل جائیں گے، لیکن پہلے ۔

پیدا تو کرے کوئی ایسا قلب سلیم

۲- سالی اور بہنوئی کا رشتہ:

ہمارے معاشرے میں فقدان غیرت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ سالیاں بہنوئی سے پردہ نہیں کرتیں، اور نہ ہی اس معاملہ میں گھر کے سرپرست افراد کوئی دھیان دیتے ہیں۔ بہنوئی سالی سے ہنسی مذاق اپنا حق سمجھتا ہے، اسی طرح سالیاں بہنوئی سے بے تکلف بات چیت کرنا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ بہنوئی سے پردہ کا کوئی اہتمام نہیں کرتیں، اور یہ تمام رسم و رواج غیر مسلم سماج کی اتباع و تقلید کے سبب مسلم سوسائٹی میں رائج ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی معاشرے کی بنیادیں ہلتی نظر آرہی ہیں۔

شریعتِ اسلامیہ نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے ہر فتنہ کا سد باب کیا ہے، اس لیے اس کے نزدیک سالی اور بہنوئی کا رشتہ پردے کے معاملہ میں وہی ہے جو غیر محرم عورتوں کا ہے۔ سالی اگر جوان ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بہنوئی سے پردہ کرے اور بہنوئی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ سالی کی طرف نگاہ اٹھائے۔ جس طرح دیگر عورتوں کی طرف نگاہ نہ اٹھانے کا حکم ہے، اسی طرح سالی کی طرف بھی نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں، کیونکہ سالی بہنوئی کے لیے غیر محرم ہے اور دیگر عورتوں کی طرح سالی سے بھی اس کے لیے شادی کرنا جائز ہے۔ فرق یہ ہے کہ بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح حرام ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

”ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے پوچھا: کیا آپ میری ہمشیرہ ابوسفیان کی بیٹی میں دلچسپی رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں کیا کروں گا؟“ میں نے کہا: اس سے شادی کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے راضی ہو؟“ (کیوں کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی زندگی میں کسی دوسری عورت کی مداخلت پسند نہیں کرتی، اور یہ اس کی فطرت ہے)، میں نے عرض کیا: آپ شادی کرنے سے باز تو نہیں آسکتے اس لیے میری خواہش ہے کہ میرے ساتھ جو سوکن بھلائی میں شریک ہو، وہ میری بہن ہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری بہن سے میرے لیے شادی کرنا حلال نہیں۔“ (۱)

البتہ اگر بیوی کی وفات ہو جائے یا کسی وجہ سے طلاق ہو جائے تو پھر شوہر کے لیے بیوی کی بہنوں سے شادی کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی

(۱) صحیح مسلم: کتاب الرضاع، باب تحريم الریبة و اخت المرأة، رقم: (۱۴۳۹)۔

اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی شادی کر دی۔

ہمارے معاشرے میں بہنوی اور سالی کے درمیان پردہ حائل کرنا جدید تہذیب کے مطابق پستی و تنزلی کی علامت سمجھی جاتی ہے؛ حتیٰ کہ اب اس کے پھندے میں دیندار گھرانے بھی پھنستے نظر آتے ہیں۔ دیگر قریبی رشتہ داروں کو بلا روک ٹوک گھروں میں داخل ہونے پر تو بلاشبہ پابندی لگا دیتے ہیں لیکن اپنے گھروں میں جوان لڑکیوں کی موجودگی میں جوان داماد کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی تاکہ داماد صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔ حالانکہ اس کھلی آزادی کے بڑے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں، کیوں کہ انسان بہر حال انسان ہے، ہر ایک کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے جو اسے بے حیائی و برائی کے کاموں کی طرف رغبت دلاتا رہتا ہے۔ پھر جہاں دو جوانیاں اکٹھی ہوں اور وہاں شیطان آگ کے شعلے نہ بھڑکائے ممکن نہیں۔

داماد ہو یا کوئی اور مہمان، ان کی عزت و تکریم بلاشبہ ضروری ہے اور از روئے شرع یہ ایک مستحسن امر ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ کر انہیں خوش رکھنے کی بے جا کوشش کی جائے۔ اسلامی تعلیم ہمیں سکھلاتی ہے کہ بیوی کی جوان بہنیں بیوی کے شوہر سے پردہ کریں، بے تکلف بات چیت سے پرہیز کریں اور باہم ہنسی مذاق کے طریقے ہرگز نہ اپنائیں۔

اب اگر کوئی شخص خواہ مخواہ کی بے جا دلیلیں پیش کر کے اس اسلامی تعلیم سے انکار کرے اور سوسائٹی کے حالات سے اس کو متصادم قرار دے تو ایسا شخص اسلامی غیرت و حمیت کا پاسدار نہیں بلکہ بے دین لوگوں کا حامی اور اسلامی غیرت و حمیت سے عاری ہے۔ ایسے شخص کو اپنی عفت و آبرو کے تحفظ کے لیے اسلامی غیرت و حمیت بحال کر کے شیطانی شکنجوں سے

جلد از جلد باہر آنا چاہئے اور اس ذہنیت کے حامل دیگر افراد کو بھی توبہ واستغفار کر کے اسلامی تعلیمات کے حدود میں پلٹ آنا چاہئے؛ ورنہ اس اخلاقی مرض سے پورا اسلامی معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیوی کی بہنوں کے ساتھ شوہر کے آزادانہ اختلاط، باہم ہنسی مذاق اور بے تکلفانہ بات چیت سے بہت سی برائیاں و بے حیائیاں جنم لے رہی ہیں، اور مسلم معاشرہ ان کے درمیان رونما ہونے والے غیر اخلاقی واقعات سے چشم پوشی کرنے میں اپنی عافیت سمجھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ میں مسلم سوسائٹی کے ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتا ہوں جس نے اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنی سالی سے شادی کر لی ہے، دونوں (بیوی اور سالی) کے بدن سے اولاد بھی ہے اور دونوں پیپیاں اب تک اسی کی زوجیت میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا حقیقی واقعہ کے بارے میں جانکاری کے باوجود کیا کوئی شخص سالی اور بہنوئی کی کھلی آزادی پر مثبت اقدامات کی توقع رکھے گا؟! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر سالی اور بہنوئی کو ایک ہی پلڑے پر نہیں رکھا جاسکتا، یہ بات اپنی جگہ بالکل مسلم ہے۔ لیکن کیا کوئی اس کا انکار کر سکتا ہے کہ شیطان ہر مرد و عورت کی رگ میں گردش کر رہا ہے؟! ایسی صورتِ حال میں ضروری ہے کہ اسلام نے جو حدود متعین کیے ہیں ان کی پابندی کی جائے۔

رسول اکرم ﷺ کی بے عیب زندگی پر کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن بحالتِ مجبوری جب آپ ﷺ اپنی سالی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو اپنی سواری پر سوار کرنا چاہتے ہیں تو حضرت اسماء آپ کے ہمراہ سوار ہونے سے انکار کر دیتی ہیں۔ مسلم معاشرہ کے جس گھرانے میں بھی عورتیں اپنے بہنوئی سے بے تکلف ہیں، انہیں درج ذیل حدیث کو پڑھ کر اپنے اندر اسلامی غیرت بحال کرنی چاہئے تاکہ سوسائٹی بالکل صاف و شفاف اور بے داغ رہے، اور کسی مجرم کو دست درازی کا موقع ملے نہ کسی دشمن کو شامت کا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت وہ بہت ہی محتاج تھے، ان کے پاس نہ روپیہ پیسہ تھا نہ غلام لونڈی اور نہ ہی کوئی زمین جائداد، صرف ایک پانی لانے کا اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ میں ان کے گھوڑے کو دانہ چارہ ڈالتی، اس کی خدمت کیا کرتی، پانی بھی لاتی، پانی کا ڈول بھی میں خود سی لیتی اور آتا بھی آپ ہی گوندھتی۔ مجھ کو روٹی پکانا اچھی طرح نہیں آتا تھا۔ میرے پردوس کی انصاری عورتیں میری روٹی پکا دیا کرتی تھیں اور انصاری عورتیں بھی کیا (ایماندار) سچی عورتیں تھیں۔ میں کیا کرتی، یہ نبی کریم ﷺ نے جزمین جاگیر کے طور پر زبیر رضی اللہ عنہ کو دی تھی ان میں گھٹلیاں چنے جایا کرتی، گھٹلیاں وہاں سے اپنے سر پر لا کر لایا کرتی، وہ زمین میرے مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھی، ایک روز ایسا ہوا کہ میں وہاں سے گھٹلیاں سر پر لا دے آرہی تھی۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ راستہ میں مجھ کو ملے، آپ کے ساتھ اور بھی کئی انصاری لوگ تھے، آپ ﷺ نے مجھ کو بلایا اور اونٹ کو جس پر سوار تھے بیٹھانے کے لیے رخ رخ کرنے لگے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ مجھ کو پیچھے سوار کر لیں۔ مجھ کو شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ کیوں کر چلوں اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا خیال آیا، وہ بڑے با غیرت تھے۔ رسول اکرم ﷺ میری شرم و حیا کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے (اور مجھ کو سوار نہیں کیا)، جب میں گھر میں آئی تو اپنے شوہر زبیرؓ سے سارا قصہ بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ مجھ کو راستہ میں ملے تھے، میں سر پر گھٹلیاں لا دے ہوئی تھی، آپ ﷺ کے ساتھ اور کئی اصحاب بھی تھے، آپ نے اونٹ بٹھایا کہ میں سوار ہو جاؤں لیکن مجھ کو شرم آئی اور تمہاری غیرت کا خیال آیا (اس لیے سوار نہیں ہوئی)۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھ کو تو اس سے بڑا رخ ہوا کہ تو گھٹلیاں لا دے باہر نکلی۔ اگر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی۔ اسماءؓ کہتی ہیں:

اس کے بعد ابو بکرؓ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا، وہ گھوڑے کے لیے سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی، گویا ابو بکرؓ نے غلام بھیج کر مجھ کو آزاد کر دیا (۱)۔

مذکورہ حدیث سے مسلم خواتین کو درس عبرت لینا چاہئے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کی سالی تھیں، کس قدر غیرت مند تھیں کہ بحالت مجبوری بھی آپ ﷺ کی سواری پر سوار ہونا گوارا نہیں کیا۔

آج ہماری سوسائٹی میں بہنوئی اور سالی کے مابین بے تکلف گفتگو اور باہم ہنسی مذاق کا جو سلسلہ چل پڑا ہے اس سے سخت گریز کرنا چاہئے؛ کیوں کہ یہ غیر اسلامی فعل ہے جو دوسری غیر مسلم اقوام کی تقلید کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بھی رائج ہو گیا ہے۔ اس معاملہ میں معاشرے کے افراد کو سخت غیرت مند ہونا از حد ضروری ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ بالکل پاکیزہ اور خوشگوار ہو اور کسی مسلمان کی عفت و عصمت پر شک و شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہ رہے۔

۳- جوان نوکروں کی کھلی آزادی:

گھروں کے اندر نو جوان نوکروں یا ڈرائیوروں کی کھلی آزادی بھی ہمارے معاشرے کے لیے ایک بڑی مصیبت ہے۔ گھر میں نو جوان لڑکیاں اور جوان عورتیں بھی رہتی ہیں اس لیے گھر کے اندر لڑکیوں اور عورتوں کے درمیان جوان نوکر یا ڈرائیور کا آنا جانا بالکل خطرہ سے خالی نہیں۔ پھر گھریلو جوان نوکروں کے ساتھ گھر کی جوان عورتوں کا فتنہ میں ملوث ہو جانا بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ آسان ہے۔ کیوں کہ گھر میں رہنے والی خواتین اور دوشیزاؤں کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنانے والے باہری مجرموں کو اپنے مقصد میں کامیابی تک پہنچنے کے لیے کئی ایک خطرناک موڑ اور کٹھن مرحلوں سے چھپ چھپا کر بڑے احتیاط سے گزرنا پڑتا ہے، جب کہ گھریلو نوکروں یا ڈرائیوروں کو کھلی آزادی دیکر گھر کے ذمہ داران

(۱) بخاری: النکاح، الرقم ۵۲۲۳) مسلم السلام، راجاز اداف المرأة الاجنبیة اذا اُعتیت فی الطريق (۲۱۸۲)۔

پہلے ہی سے ان کے لیے نامہ پیام کی حد تک کی سہولیات فراہم کر چکے ہوتے ہیں۔ اب انہیں صرف ایک مرحلہ سے گزرنا ہی باقی رہتا ہے اور وہ ہے مخالف صنف کا راضی نامہ ہے!۔

چوں کہ نو جوانی کے ایام میں جذبات میں حساسیت و فعالیت کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے اس لیے گھر میں موجود نو جوان دوشیزاؤں اور عورتوں کا شیطانی مکر و فریب میں پھنس کر راضی نامہ دے دینا کوئی امر محال نہیں (الا من رحم ربی)، اور اس صورت میں تو ارادہ گناہ میں مزید چٹنگی آ جاتی ہے جب دو مخالف جنسوں کی تنہائی میں ملاقات ہوتی ہے اور باہم ہنسی مذاق کے ذریعہ اپنے من کی باتیں باتوں بات میں کپکپاتے ہونٹوں سے گزرتی ہوئی ایک دوسرے کے کانوں سے ٹکراتی ہیں، پھر کیا ہے؟ عورت و مرد کے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرنے والا شیطان وقت کی نزاکت اور موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کے اندر دبی خواہشات میں طغیانی برپا کر دیتا ہے۔ بالآخر یہ اسی حیا سوز اور گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جس سے شریعت اسلامیہ نے سختی کے ساتھ روک رکھا ہے۔

گھر بیٹوں کو روک کر اساتذہ کے تعلق سے یہ واقعہ پڑھئے جو حدیث کی معتبر کتابوں میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک لڑکا کسی شخص کے یہاں کام کرتا تھا (اس کے گھر میں لڑکے کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اس شخص کی اہلیہ سے لڑکے کی گفت و شنید ہوتی رہی)؛ چنانچہ لڑکا نے اس شخص کی بیوی کی رضامندی سے اس کے ساتھ زنا کا ارتکاب کر لیا، جب حقیقت حال ظاہر ہو گئی تو (معاملہ کو رفع دفع کرنے کی غرض سے) لڑکے کے باپ نے شوہر کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دیکر راضی کر لیا۔ لیکن جب مقدمہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے بکریوں اور لونڈی کو باپ کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور لڑکے اور عورت پر حد جاری کروائی (۱)۔

(۱) بخاری: الصلح، برادۃ الصلح، ۱: ۲۶۹۵، مسلم: الحدود من اعترف بنفسہ بالزانی: (۱۶۹۸)۔ نیز یہ روایت ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد میں بھی ابو ہریرہ و زید بن خالد جیسی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس طرح کے واقعات (یعنی نوکروں کے ساتھ گھر کی دوشیزاؤں اور جوان عورتوں کے ناجائز تعلقات) آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ فلمی دنیا والے تو اب اس طرح کے واقعات کی نقالی کر کے عوام الناس کو پردہ پردہ کھانے لگے ہیں، اور اخبارات و جرائد کے ایڈیٹر حضرات اپنے ایڈیشن میں اضافہ کی غرض سے خوب بڑھ چڑھ کر اور نمک مرچ لگا کر ایسی فلموں پر تبصرے بھی کر رہے ہیں۔ حالانکہ برائی کے ذریعہ برائی کا خاتمہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس سے فقدانِ غیرت کو مزید تقویت ملے گی۔

لیجئے فقدانِ غیرت کا یہ واقعہ بھی پڑھئے، جو دیہات کے ایک گاؤں میں پیش آیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک متوسط گھرانے میں ایک ڈرائیور گاڑی چلانے کے لیے رکھا گیا، دو چار ماہ گزرنے کے بعد وہ گھر کے ماحول سے گھل مل گیا اور پھر کھانے پینے اور دیگر ضروریات وغیرہ کے لیے گھر کے اندر اس کی آمد و رفت کا سلسلہ بندھ گیا۔ اس گھر میں ایک نوجوان خوبصورت غیر شادی شدہ دوشیزہ بھی تھی، ادھر گھر والوں کی غیرت اس قدر منجمد ہو چکی تھی کہ وہ ڈرائیور پر کڑی نگاہ رکھنے کے بجائے اسے وقتاً فوقتاً گھر میں بلا کر اس سے کوئی چیز باہر سے منگواتے یا گھر سے باہر رہنے کی صورت میں ڈرائیور کو کسی ضرورت کے پیش نظر گھر کے اندر بھیجتے رہتے، اس طرح اس ڈرائیور کا گھر کے اندر آنا جانا ہوتا رہا اور اسے محسوس ہو گیا کہ اب گھر میں دخول کے سلسلہ میں گھر کے مرد حضرات کی طرف سے کوئی رکاوٹ یا پابندی نہیں رہی۔ ایک روز کی بات ہے کہ گھر کے اندر لڑکی کی بوڑھی دادی امی کو شام کے پہر کسی چیز کی ضرورت پڑی۔ چوں کہ اس بوڑھی عورت کی خدمت وہی لڑکی کیا کرتی تھی، اس لیے اس نے لڑکی کا نام لے کر آواز لگایا۔ لیکن لڑکی نے اس کی آواز پر لبیک نہیں کہا، پھر دوسری آواز لگائی، پھر تہی لڑکی حاضر خدمت نہیں ہوئی۔ اب اس بوڑھی عورت نے لگا تار لڑکی کا نام لے کر آواز لگانا شروع کر دیا (جیسا کہ اکثر بڑھاپے میں لوگ کسی چیز کے لیے فوراً اکتا کر ضد کرنے لگتے ہیں)۔ گھر میں دیگر افراد بھی بوڑھی عورت کی آواز سے شک میں پڑ گئے کہ آخر کیا ماجرا ہے کہ

لڑکی دادی اماں کے پاس معمول کے مطابق حاضر نہیں ہو رہی ہے؟ لڑکی کو گم پا کر گھر کے افراد اسے تلاش کرنے لگے چنانچہ وہ جوان ڈرائیور اور نو جوان لڑکی گھر سے تھوڑی ہی دور کے فاصلہ پر ایک کمرہ میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ ڈرائیور تو پٹائی کے خوف سے راتوں رات فرار ہو گیا لیکن لڑکی اپنی عزت و آبرو پر بد نما داغ لگا کر بے غیرت باپ اور بے غیرت بھائیوں کے سر کا بوجھ بنی رہی!!

ابھی حال ہی میں اخبار اردو نیوز جده نے اپنے ۲۶ جون ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں عنوان ”زمیندار کی بیٹی کے گھریلو ملازم کے ساتھ فرار ہونے کا شاخسانہ“ کے تحت لکھا ہے:

” (پی پی آئی) ساہیوال کے چک ۱۰۳ کے زمیندار غلام محمد کی بیٹی سلیمی بی بی اپنے گھریلو ملازم محمد یاسین کے ساتھ ڈیڑھ ماہ قبل فرار ہو گئی تھی۔ زمیندار کے بھتیجیوں نے تلاش کر کے لڑکی، اس کے دوست اور دوست کے باپ کو قتل کر دیا۔“

دیکھا آپ نے فقدانِ غیرت کا ثمرہ!! نہ جانے کتنے ایسے گھرانے آج اس جہنم کی آگ میں جھلس رہے ہیں، نہ معلوم کتنی ایسی دوشیزاؤں کی عزت و آبرو سے اس قسم کے لوگ کھلواڑ کر رہے ہیں اور نہ معلوم کتنی ایسی جوان عورتیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں اپنی جوانی کا سودا کر کے آنے والی نسلوں کے خون میں حرام اور ناجائز جراثیم کو پھیلا رہی ہیں؟؟! فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اب گھریلو نوکروں سے اپنی عورتوں کی عزت کو محفوظ رکھنے میں بڑے بڑے لوگ بھی ناکام ثابت ہو رہے ہیں؛ خواہ وہ اپنی زبان سے اپنے گھر کی پاکیزگی کے متعلق کتنی ہی لمبی لمبی باتیں کیوں نہ چھوڑیں۔ ساری دنیا میں اپنی آفاقیت اور ترقی کا ڈھنڈھورا پیٹنے والے لوگ بھی اس قضیے میں گرفتار نظر آئیں گے۔ دنیا جانتی ہے کہ شہر شہر، ملک ملک کا دورہ کر کے غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں سے ہمدردی و غمخواری کی دعوت دینا شہزادی ڈیانا کی طلاق کے جہاں دیگر کئی اسباب

ہیں، وہیں ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ کنوارے پن میں اپنے گھوڑ سواری سکھانے والے جوان نوکر سے کئی دفعہ وہ اپنی عزت و ناموس پر داغ لگوا چکی تھی۔ خود ہمارے ملک کے ارکان پارلیمنٹ نے ایک مرتبہ ایک نامور شخصیت کے پرائیوٹ سکرٹری کے ساتھ اس کی جوان بیٹی کے بارہ سالہ عشق کی داستان کو چھیڑتے ہوئے مذاق اڑایا تھا کہ آیا اس نامور شخصیت کا اصلی داماد اس کا پرائیوٹ سکرٹری و ڈرائیور ہے یا منگنی کے اسٹیج پر جوان لڑکی کا ہاتھ تھامنے والا اس کا شوہر؟! جس کی وجہ سے پورے خاندان کو رسوائی و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا (۱)۔

قارئین نے ان واقعات سے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ کیسے کیسے گھرانے گھریلو نوکروں کے شکنجے میں پھنس جایا کرتے ہیں۔ انہی ساری برائیوں کے وجود کو ختم کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے عورت کو اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ اجنبی گھریلو نوکر ہوں یا ڈرائیور یا دوسرے لوگ۔ نیز شریعت اسلامیہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ عورت کی خلوت نشینی بھی حرام قرار دیا ہے تاکہ اسلامی خواتین کی عزت و آبرو پر کسی قسم کا دھبہ نہ لگ سکے اور شیطان انہیں اپنے فریب میں پھنسا کر ورغلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

گھروں میں اجنبی نوکروں یا ڈرائیوروں کی آزادانہ آمد و رفت کی اجازت تو کجا، شریعت اسلامیہ نے عورتوں سے صرف زبانی دلچسپی لینے والے مخنثوں کو بھی گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے، تاکہ ان کے ذریعہ گھر کے اندر رہنے والی خواتین کے متعلق افشائے راز کا سید باب ہو۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور احمد وغیرہ محدثین نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک مخنث تھا جسے ازواجِ مطہرات اور دوسری خواتین ”غیر اولی الاربعہ“ (یعنی وہ سیدھا سادھا بدھو اور مغفل آدمی جو عورتوں سے دلچسپی

نہ رکھتا ہو) میں شمار کر کے اپنے ہاں آنے دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے اس کو حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ سے باتیں کرتے سن لیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر مستقبل میں اللہ تعالیٰ طائف کو تمہارے ہاتھوں فتح کر دے گا تو غیلان ثقفی کی بیٹی (بادیہ) کو حاصل کیے بغیر نہ رہنا۔ (پھر اس نے بادیہ کے حسن و جمال اور اس کے جسم کی تعریف کرنی شروع کی یہاں تک کہ اس کے پوشیدہ اعضاء تک کی بھی صفت بیان کر ڈالی یعنی) جب وہ چلتی ہے تو اس کے صحت مند جسم پر آگے سے چار شکن اور پیچھے سے آٹھ شکن پڑ جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے (اس محنت کی زبان سے نسوانی حسن کی ایسی تصویر کشی سن کر) فرمایا: ”لَا يَذْخُلْنَ هَؤُلَاءِ عَلَيَّ“۔ ”اس طرح کے محنت لوگ تم ازواج مطہرات کے پاس اب آئندہ ہرگز نہ آئیں“ (۱)۔

دیکھا آپ نے شریعت اسلامیہ کی غیرت، کہ ایک محنت جو دیگر مردوں کی طرح زنا کا ارتکاب بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس کی زبانی عورت کے حسن و جمال اور اس کی جسمانی بناوٹ کی تصویر کشی سن کر نبی کریم ﷺ نے ایسے محنت کو بھی گھر میں عورتوں کے پاس جانے سے منع فرمادیا؟ ذرا غور کریں وہ لوگ جنہوں نے نوکروں یا ڈرائیوروں کو (جو بسا اوقات شکل و صورت اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے گھر کے افراد سے خوبصورت ہوتے ہیں) اپنے گھروں میں بلا جھجک آنے جانے کی آزادی دے رکھی ہے (جب کہ ان گھروں میں نوجوان دو شیرازیں اور عورتیں بھی رہتی ہیں)، کیا یہ فقدان غیرت نہیں ہے؟ اور کیا اس کھلی آزادی سے ایسے لوگوں کے گھروں میں نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کی عزت و آبرو کو خطرہ نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے، آخر سب نوکر یا ڈرائیور یوسف تو نہیں!! اور اگر بفرض محال پاکدامن یوسف مل بھی جائے تو اپنی جسمانی نمائش اور مختلف ناز و ادا سے یوسف کو ورغلائے والی زلیخاؤں کی

(۱) بخاری: المغازی رغبة الطائف، (۴۳۲۳)۔ مسلم: السلام منع الخف من الدخول علی النساء الا جانب (۲۱۸۰)۔

بھی تو کمی نہیں!!!

دور جانے کی ضرورت نہیں، حال ہی میں کویتی گھرانے کی ایک نوجوان دوشیزہ اپنے گھر میں ڈرائیور کی حیثیت سے کام کرنے والے ایک ہندستانی جوان کے ساتھ فرار ہو گئی۔ تفصیلات کے مطابق آندھرا پردیش کا قادر شاہ نامی ۲۸ سالہ جوان کویت کے ایک گھرانے میں ڈرائیور تھا، گھر کی دہلال عظمیٰ نامی ۲۱ سالہ دوشیزہ اس کے دامنِ محبت میں گرفتار ہو گئی؛ اپنے گھر میں کام کرنے والی ہندستانی خادمہ کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کر کے ۲۱ مارچ کو ایئر انڈیا سے اپنے ڈرائیور کے ساتھ بھاگ نکلی۔ مدراس ایئر پورٹ پر اسے جعلی پاسپورٹ اور غیر قانونی داخلے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ تامل ناڈو کی وزیر اعلیٰ جے لللیٹا نے اسے جیل سے رہا کر لیا اور اپنی منہ بولی بیٹی بنالیا، پھر مذکور ڈرائیور کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے اس کی شادی بھی کر دی۔ اس دوران خاص کر تامل اور تیلنگو زبان کے اخبارات نے تقریباً روزانہ ان جوڑوں کی تصویریں اور ان کے متعلق طرح طرح کی سنسنی خیز خبریں شائع کیں^(۱)۔

آپ کا کیا خیال ہے، کیا یہ دوشیزہ اچانک اپنے ڈرائیور کے ساتھ فرار ہو گئی ہوگی یا گھر میں ڈرائیور کی کھلی آزادی کے سبب بطور مقدمات بہت ساری باتیں اور پلان بھی بنے ہوں گے؟ کیا ہمارے معاشرے کے افراد گھر میں جوان نوکروں کی کھلی آزادی پر اب بھی پابندی لگانے سے گریز کریں گے اور آئے دن ایسے سارے حیا سوز واقعات کے رونما ہونے کے باوجود اپنی عورتوں اور نوجوان دوشیزاؤں پر غیرت کھانے کے بجائے انہیں کھلی آزادی دے دیں گے؟ جب کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جب کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے (جو انہیں برائی و بے حیائی کے کاموں پر اکساتا ہے)“^(۱)

۴- دوستی گھر سے باہر:

ہمارے معاشرے میں دوستوں یا تعلقاتی لوگوں کو اپنے گھروں میں کھلی آزادی دے دینا بھی فقدانِ غیرت کی ایک واضح مثال ہے۔ آئے دن دوست و یار کے ساتھ گھر کی عزت و آبرو کی پامالی کے متعلق اخبارات و رسائل میں خبریں شائع ہوتی ہیں، بلکہ دیہاتوں میں بھی دوستوں کی کھلی آزادی سے بڑی تباہی آئی ہوئی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ اپنے دوست یا تعلقاتی شخص کو اپنا مخلص سمجھ کر گھر میں بلا تکلف آنے کو کہا جاتا ہے، اور ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ دھیرے دھیرے گھر کی عفت و عصمت کو نیلام کرنے والا یہ دوست دشمن بن جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے اجنبی مرد کے ساتھ بات چیت کرنے اور بے تکلف ہونے سے عورت کو منع کیا ہے لیکن اس کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پھر شیطان مرد و عورت ہر ایک کی رگوں میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے جس کا مقصد ہی ہوتا ہے کہ ہر ایک کو بہکا کر برے راستہ پر ڈال دے۔ علاوہ ازیں عورتیں کمزور ایمان و عقیدہ کے سبب بہت جلد کسی کے دامنِ فریب میں آجاتی ہیں اور اپنی کم عقلی کی وجہ سے خاندانی عزت و شرافت کا لحاظ کیے بغیر قدم آگے برائی کی طرف بڑھا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے برسوں سے محفوظ خاندانی عزت و شرافت داغدار ہو جاتی ہے۔

اسی لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی حفاظت پر زور دیتے ہوئے مسلمانوں کو مثال کے ساتھ یوں سمجھایا ہے: ”إِنَّمَا النِّسَاءُ كَلَنُكُمْ عَلَيَّ وَضَمَّ إِلَّا مَا ذُبَّ عَنْهُ، وَالذَّبُّونَ هُمُ الرِّجَالُ“۔ ”عورتوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے تختہ پر رکھے گوشت کی کہ اس کی حفاظت کے لیے مکھی یا کسی چیز کے بیٹھنے سے روکا جاتا ہے اور (عورتوں پر ہونے

والے حملوں کو) روکنے والے مرد ہی ہیں،“ (۱)۔

کسی شاعر نے سچ کہا ہے:

وَمَنْ رَعَى غَنَمًا فِي أَرْضٍ مُسَبَّعَةٍ وَغَابَ عَنْهَا تَوَلَّى رَعِيَّتَهَا الْأَسَدُ
(جو شیروں کی سرزمین میں اپنی بکریاں چرائے گا اور بکریوں کی رکھوالی سے غافل ہو جائے گا تو پھر ایسی صورت میں بکریوں کا چرواہا شیر ہوگا)۔

اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ بکریوں کے جس ریوڑ کی رکھوالی شیر کرے گا، ان بکریوں کا حشر کیا ہوگا؟ یہی نا، کہ جب تک یہ بکریاں باقی رہیں گی شیر کو شکار تلاش کرنے کی نوبت نہیں آئے گی! ٹھیک یہی حال عورتوں کا ہے۔ اگر ان کی رکھوالی اسلامی غیرت و حمیت سے لیس ہو کر نہیں کی جائے گی تو پھر دوستوں کے ہاتھوں ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو شیر کے بچے میں بکری کا ہوتا ہے۔

دوستوں یا تعلقاتی لوگوں کے ہاتھوں گھر کی عفت و عصمت کی تباہی پر آپ خود کئی واقعات جانتے ہوں گے اور اخبارات میں پڑھتے بھی ہوں گے۔ چند سچی مثالیں ذیل میں پڑھئے:

۱- ایک گاؤں میں بچپن سے میٹرک تک دو دوست تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک کی شادی ہو گئی، دوسرا دوست اس کے گھر پہلے سے ہی جاتا تھا اور شادی کے بعد بھی بدستور اس کی آمد و رفت ہوتی رہی۔ اس کی بیوی سے بھی خوب بات چیت ہوتی لیکن گھر والے یا شوہر کو کچھ بھی غیرت نہیں آتی۔ خاص کر گھر والے اس دوست کو بیٹا برابر اہمیت دیتے لیکن چند ہی ماہ کے بعد غیر شادی شدہ دوست نے اپنے شادی شدہ دوست کی گہری دوستی کا بدلہ یہ دیا کہ اس کی بیوی کو بہلا پھسلا کر بھگالے گیا اور کچھ دنوں کے بعد عورت کو چھوڑ دیا۔

۲- ایک صاحب اپنے گھر میں موجود لڑکیوں کی طرف سے اس قدر بے غیرت

ہو گئے کہ ان کے ہمراہ بیٹھنے والا شادی شدہ دوست ہی ان کی حیرہ سالہ نوخیز لڑکی کو لے کر فرار ہو گیا۔

۳۔ یہ خبر بھی پڑھی: ”۱۷ اگست ۱۹۹۹ء صبح تین بج کر پانچ منٹ پر ترکی کے کئی شہروں میں تباہ کن زلزلہ آیا۔ ۳۵۰ ٹن کنکریٹ اور لوہا سے بنے ایک فائیو اسٹار ہوٹل بھی زلزلہ کی زد میں آیا جس کے اندر سے تقریباً ۳۰۰ مردہ آدمی کھینچ کر نکالے جاسکے اور ان میں تقریباً ۸۰ فیصد لوگ زنا کی حالت میں تھے (معاذ اللہ) اسی طرح بینک میں کام کرنے والا ایک آفیسر اپنے تجارتی سفر سے واپس لوٹا تا کہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کی باقیات (زنجی یا مردہ) کو تلاش کر سکے۔ اس نے اپنی بیوی کی تباہ شدہ لاش کو اس حالت میں پایا کہ وہ اس کے بہترین دوست کے ساتھ زنا کی شرمناک عملی حالت میں تھی“ (۱)۔

دوستوں یا تعلقاتی لوگوں کی اپنے گھروں میں کھلی آزادی کے حیا سوز اور بھیا نک نتائج آپ نے دیکھ لیا، کیا اب بھی غیرت بیدار نہیں ہوئی کہ اجنبی خواہ کتنا ہی قریبی دوست ہو، سے اس طریقہ سے پیش آیا جائے جیسے اسلام نے سکھایا ہے؟ دوستی یا تعلقات قائم کرنے سے ہرگز اسلام نہیں روکتا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس معاملہ میں غیر شرعی طور سے دوست کے دل خوش رکھے جائیں، کیوں کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر گھر کے اندر داخلے سے یا بیوی یا گھر کی دیگر عورتوں سے بات چیت کرنے سے اگر ہم اپنے دوست کو روکیں گے تو اسے تکلیف ہوگی۔ یہ فکر غیر اسلامی اور بے غیرتی کی علامت ہے اس لیے دوستی کریں ضرور لیکن معروف اردو مش جو بالکل برحق ہے، کے مطابق ”دوستی گھر سے باہر“

(۱) مجلہ الدعوة، جولائی ۲۰۰۰ء ص ۴۰-۴۱۔

۵۔ محرم کے بغیر عورت کا سفر:

آج ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بھی عام ہو چلی ہے کہ نوجوان دوشیزاؤں اور عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہے۔ (خواہ یہ سفر دور کا ہو یا نزدیک کا) عورت محرم کے بغیر گھر سے نکلتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ فلاں سہیلی یا رشتہ دار کے ہاں ملاقات یا کسی خاص ضرورت کے تحت جا رہی ہوں۔ لیکن گھر میں موجود محرم افراد کو یہ کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اچھا چلو ہم تمہیں اس مقام تک پہنچا دیں تاکہ راستہ میں کسی شیطان کی نظر بد سے تمہیں پریشانی و تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آخر اس طرح کی بات وہ شخص کیوں کر کہہ سکتا ہے جس کی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہو؟ جس کی آنکھوں کا پانی مرچکا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا ہے کہ عورت جب گھر سے باہر اپنا قدم رکھتی ہے تو شیطان اس کے ساتھ لگ جاتا ہے؟ اور طرح طرح کے دوسووں کے ذریعہ اسے راہِ راست سے بھٹکاتا اور حسیناؤں کی تاک میں لگے لگیروں کی ہوسناک نگاہوں سے اسے ذبح کراتا ہے!!

بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا يَخْلُونَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ“۔ ”اگر عورت کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو تو کوئی بھی شخص اس کے ساتھ ہرگز خلوت (تنہائی) اختیار نہ کرے، اور عورت محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے“۔ یہ فرمان سن کر مجلس میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ (جنگ) میں لکھا جا چکا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا:

”اَنْطَلِقُ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ“۔ ”جاؤ اور پہلے اپنی بیوی کے ہمراہ حج کرو“ (۱)۔

(۱) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره (۱۳۴)، صحیح

بخاری: کتاب الجہاد، باب من اکتب فی جيش فخرجت امراته حاجه... (۳۰۰۶)۔

ذرا غور کریں وہ لوگ جو اپنی بیویوں یا اپنے گھر کی جوان دوشیزاؤں اور عورتوں کو تنہا سفر کرنے کی اجازت دیتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ اس امت کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں پر کس قدر غیرت مند ہے کہ ایک مجاہد جس کا نام جہاد کے لیے نکلنے والی جماعت میں قلمبند ہو چکا ہے، دشمنان اسلام کے بالقابل مسلمانوں کی تعداد بھی کم ہے اور اسلامی لشکر میں ایک ایک فرد کی شمولیت بھی غنیمت سمجھی جا رہی ہے تاکہ تعداد بڑھنے کی صورت میں اسلامی لشکر کی طاقت میں بھی اضافہ ہو لیکن نبی کریم اس مجاہد کا نام غزوہ سے خارج کرا کے پہلے حج پر لگی ہوئی اس کی بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ جب کہ اس کی بیوی ایک مبارک سفر پر ایسے لوگوں کے ہمراہ نکلی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں متقی و پرہیزگار ہیں۔ سخت سخت و پریشانی کے ساتھ حلال طریقے سے کمائے ہوئے ہزاروں روپے خرچ کرنے اور سیکڑوں مشکلات و مصائب کا سامنا کرنے کے بعد حج کے لیے مکہ شریف روانہ ہونے والے باقست لوگوں کا اجنبی عورتوں سے گناہ کا ارتکاب بہر حال ایک امر محال اور عقل سے ناگفتی بات ہے۔ لیکن شیاطین چوں کہ اچھے لوگوں کو بہلا پھسلا کر گناہوں پر آمادہ کرنے کے لیے کچھ زیادہ ہی تگ و دو کرتے ہیں، اس لیے بحیثیت انسان ان سے بھی معصیت کا ارتکاب ممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ایسے مبارک سفر پر نکلنے کے لیے بھی عورت کے ساتھ محرم کا ہونا واجب قرار دیا ہے۔

عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان کی ٹولیاں اس کے پیچھے لگ جاتی ہیں اور خاص طور سے نکلنے والی عورت جب حسین ہوتی ہے تو پھر یہ شیطان اس پر کچھ زیادہ ہی اپنے حربے استعمال کرتا ہے۔

میں ایک مرتبہ دہلی کے ایک بس میں سفر کر رہا تھا۔ ایک جوان شخص جو دیکھنے میں تعلیم یافتہ اور مہذب لگ رہا تھا، وہ میرے بازو میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی بیوی لیڈی سیٹ پر اس کے

سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ (دہلی کی بسوں میں دائیں جانب کی سیٹیں مردوں کے لیے ہوتی ہیں جب کہ بائیں جانب کی سیٹیں زنانہ کے لیے مختص ہوتی ہیں) ایک نوجوان آدمی جو سیٹ خالی نہ ہونے کی وجہ سے کھڑا تھا، وہ کھسکتے کھسکتے اس شخص کی بیوی کے پاس جا کر رک گیا اور بس کا ڈرائیور جب جب بریک لگاتا یہ نوجوان اس عورت کو دھکے لگاتا۔ عورت بے چاری شرم و حیا کا پیکر بنی اس نوجوان سے کچھ بولے بغیر اپنا بچاؤ کر رہی تھی، ادھر نوجوان اس عورت کے ساتھ کچھ زیادہ ہی نازیبا حرکتیں کرنے لگا۔ عورت کا شوہر جو میرے بازو میں بیٹھا ہوا تھا، کھڑا ہوا اور بیوی کو چھیڑنے والے شیطان کے گریبان میں ہاتھ لگا کر زور سے پیچھے کھینچا اور طیش میں گالی کی زبان میں باواز بلند بولا: ”ابے! تو کس دھرم کا ماننے والا ہے؟ کیا تیرے گھر میں تیری ماں بہن نہیں ہیں؟“ یہ سنتے ہی بس میں سوار تمام لوگ جو نوجوان کی اس نازیبا حرکت سے غافل تھے، یا جو دیکھتے تو تھے لیکن چشم پوشی سے کام لے رہے تھے، اس نوجوان کو تھو تھو کرنے لگے، اور بس میں سول لباس (civil dress) میں سوار ایک پولیس نے اس مجرم کو اگلے پولیس اسٹیشن پر اتار کر حوالات میں بند کر دیا۔

اس قسم کے حادثات آئے دن وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں، اور بہت ممکن ہے کبھی آپ نے بھی اس قسم کا واقعہ دیکھا ہوگا۔ جناب محمود مہدی استانبولی نے اپنی کتاب میں ایسے ہی دو واقعے نقل کیے ہیں۔ ہم انہیں بطور عبرت یہاں ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ایک شوہر نے یہ اعتراف کیا کہ میں ایک شہر میں تھا۔ میں نے اپنی بیگم کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تمہاری آمد کا منتظر ہوں۔ مقررہ وقت پر میں نے اپنی بیوی کا انتظار کیا، لیکن ہوائی جہاز نہیں آیا۔ میں نے کمپنی سے ٹیلی فون کے ذریعہ انکوائری کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ہوائی جہاز میں کوئی خرابی آگئی ہے اس لیے کسی اسٹیشن پر جہاز مرمت کے لیے اتر گیا ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جہاز ایئر پورٹ پر پہنچ جائے گا۔ بعد میں جہاز ایئر پورٹ پر اترا، بیوی جہاز سے اتر کر

قریب کھڑی ہوئی۔ ایئر ہوسٹس اس سے کہنے لگی: کیوں میڈم! پائلٹ سے آپ نے چلتے چلتے ملاقات نہیں کی؟ ایئر ہوسٹس کو کیا معلوم تھا کہ اس کا شوہر یہی ہے؟ شوہر نے جوابی بیوی سے ایئر ہوسٹس کو یہ کہتے ہوئے سنا، اس کے کان کھڑے ہو گئے اور گویا اس کے نیچے سے زمین کھسک گئی۔ اس نے فوراً حقیقت بھانپ لیا اور آخر کار بیوی نے بھی اقبال جرم کیا کہ کسی طریقے سے جہاز کے پائلٹ اور اس کی بیوی کا تعارف ہو گیا، پائلٹ نے مسافروں کو یہ جھانسہ دیا کہ ہوائی جہاز میں کچھ خرابی آگئی ہے جس کی درستی کے لیے اگلی پرواز گھنٹہ بھر لیٹ ہوگئی۔ اس کے بعد ہوائی جہاز پٹی پر اتر گیا، مسافرین جہاز سے اتر کر لاؤنچ میں چلے گئے اور گھنٹہ بھر بعد کہیں انہیں اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ اس اثنا میں پائلٹ اور اس کے معاون عملہ نے اس عورت کے ساتھ اپنی اپنی جہتی ہوس کی تکمیل کر لی۔!

دیکھئے اسے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو۔!

اس کے بعد مصنف دوسرا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت مکہ آئی، یہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ ایک جوان کی نظر جو اس پیکر حسن و جمال پر پڑی تو وہ ہڑی اس کے دل میں سما گئی۔ اس نے عورت سے بات چیت (کر کے اس کے کانوں میں اپنے دل کی بات اتارنی) چاہی۔ عورت نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جوان نے چھیڑنا چاہا، عورت نے کہا: چلو یہاں سے دفع ہو جاؤ! اس نے پھر بھی بات چیت کے لیے اصرار کیا، عورت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری رات اس حسین خاتون نے اپنے بھائی سے کہا: تم میرے ساتھ چل کر مجھے حج کے مسائل سمجھاؤ۔ اس مرتبہ بھی جوان نے چھیڑنے کی نیت کی لیکن جونہی اس کی نظر اس عورت کے بھائی پر پڑی فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ گویا اس عورت کی مثال ایسی ہی ہوئی جیسا کہ شاعر نے کہا:

تعدو الذناب علی من لا کلاب له و تقبی صولہ المستنفر الحامی (۱)
(بھیڑیے وہاں حملہ کرتے ہیں جہاں کتے نہ ہوں لیکن جہاں لڑنے والا حفاظتی دستہ ہو، وہاں حملہ کرنے سے دریغ کرتے ہیں)۔

سفر میں عورت کے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا عورت کی حفاظت و نگہداشت اور اس کے ساتھ کس قدر زبردست تعاون کا باعث ہے۔ آپ نے مذکورہ واقعات سے اور جو کچھ آپ بھی اس سلسلہ میں جانتے یا سنتے ہیں، ان سے بخوبی اندازہ لگایا ہوگا۔ اب ذرا فیصلہ کریں کہ شریعت اسلامیہ کی یہ غیرت کس قدر بجا ہے کہ مومن عورت کے لیے اپنے باپ، بھائی، شوہر، بیٹا یا اس کے قریبی محرم کے بغیر سفر کرنا حلال نہیں؟؟ (۲)

۶۔ پردہ سے عدم توجہی:

ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی ایک واضح مثال پردہ سے بے توجہی بھی ہے۔ جب کہ پردہ مسلم سوسائٹی کے کلچر کا جزء لاینفک ہی نہیں بلکہ چوری چھپے آشنائیوں سے لے کر کھلے عام معاشرتوں تک ہر فتنہ کا سدباب بھی ہے۔ لیکن عوام سے لے کر خواص تک میں بے پردگی و بے حجابی کا مرض اس قدر عام ہو چکا ہے کہ باپردہ خواتین اب ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ افسوس تو اس امر پر ہے کہ اب مسلم سماج میں بھی باپردہ عورت کو دیکھ کر تعجب کیا جانے لگا ہے۔ آپ یقین کریں، ایک برقع پوش باشرع عورت ایک مسلم گاؤں سے گزر رہی تھی اور اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا۔ اس عورت کو کالے برقع میں دیکھ کر گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے بطور تعجب اس کے پیچھے پیچھے دیکھتے ہوئے چلنے لگے، جیسے کوئی عجوبہ چیز ان کی بستی میں پہلی دفعہ آگئی ہو۔ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بلکہ افسوسناک بات یہ ہے کہ گاؤں

(۱) تحفۃ العروس، محمود مہدی استانبولی، ص ۳۴۳۔ دار الفکر للنشر والتوزیع، عمان - اردن ۱۹۹۴ء۔

(۲) بخاری اور مسلم وغیرہ میں اس معنی کی بہت ساری احادیث مروی ہیں۔

کے نوجوان اور ادھیڑ عمر کے لوگ بچوں کو ڈانٹنے کے بجائے عورت کے پیچھے ان بچوں کے لگنے پر دور کھڑے ہنس ہنس کر مڑے لے رہے تھے۔ میں نے جب بچوں کو دیکھا تو ڈانٹ ڈپٹ کر انہیں عورت کے پیچھے سے بھگایا۔ اس واقعہ کے بعد ان بچوں کی اصلاح ہو گئی۔

غور کریں کہ پردہ جو اسلامی خواتین کی طرف اٹھنے والی ہونی چاہیے، لیکن سب سے مضبوط رکاوٹ ہے اور جس کو شریعت اسلامیہ نے ہر بالغ عورت کے لیے واجب قرار دیا ہے۔ آج مسلمانوں نے اس سے اس قدر بے توجہی برتی کہ یہی پردہ جو کبھی عورت کے لیے شان سمجھا جاتا تھا، اب اسے بطور تعجب دیکھا جا رہا ہے؛ چنانچہ شعائر اسلام سے مسلمانوں کی بے التفاتی و بے غیرتی کے سبب ان کی عورتوں نے اب پردہ کو اپنے جسم سے اتار پھینکا ہے، وہ عورت جو بارہا اپنے حق میں باعث افتخار سمجھتی تھی آج پردہ کو اپنے حق میں باعث عار تصور کرنے لگی ہے اور وہ عورت جو صرف اور صرف ایک مرد یعنی اپنے شریک حیات سے اپنی زینت و آرائش کا اظہار کرتی تھی آج وہی سڑکوں، پارکوں، بازاروں اور پارٹیوں میں اجنبی لوگوں کے سامنے اپنے حسن و جمال اور آرائش و زینت کا اظہار کر کے فخر محسوس کرتی ہے، کیوں کہ اس سلسلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی پردہ کو بے غیرت مردوں نے رجعت پسندی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی بے غیرتی کو دیکھ کر کہا تھا:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں اکبر ز میں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ وہ مردوں کی پڑ گیا

مسند امام احمد، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ دورانِ حج ہمارے سامنے سے قافلے گزرتے تھے تو ہم عورتیں اپنی چادریں اپنے منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو چادریں اپنے منہ

سے ہٹا لیتیں^(۱)۔

اس حدیث سے صریح دلیل ملتی ہے کہ عورت کو پردہ کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں چہرے کا پردہ کرنا بھی شامل ہے قرآنی آیات اور احادیث شریفہ پر لمبی بحثیں کر کے چہرہ کے پردہ سے جان چھڑانے کی کوشش بے جا اور غیر مناسب ہے کیوں کہ حالتِ احرام میں عورت کو چہرے کا پردہ نہ کرنے کا حکم بذاتِ خود چہرے کے پردے کا واضح ثبوت ہے۔ نیز غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر جب حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے چھوٹ گئی تھیں اور قافلے کی واپسی کے انتظار میں ایک پتھر پر آپ کی آنکھ لگ گئی تھی تو حضرت صفوان بن معطل نے آپ کو دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ مائی عائشہ کی آنکھ جو نہی کھلی آپ نے اپنے چہرہ پر اوڑھنی ڈال لی۔ جب کہ آپ کا خود ہی بیان ہے کہ وہ صحابی رسول پردہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے۔ اس موقع پر صفوان بن معطلؓ سے حضرت عائشہ کا چہرہ چھپانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دور نبوی میں بھی چہرہ کے پردہ کا رواج عام تھا۔

چہرے کے پردہ کے متعلق ہم نے اس لیے یہ کچھ بیان کر دیا ہے۔ کیوں کہ آج کل مغرب کے دلدادہ لوگ اختلافِ علماء کی پشت پناہی میں اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو ننگے منہ اجنبی لوگوں کے سامنے پارٹی وغیرہ میں شرکت کرانے کے متعلق خوب زور شور کے ساتھ طرح طرح کی بے جا دلیلیں پیش کرتے ہیں^(۲)۔

(۱) احمد: ۳۰۶، ابوداؤد: کتاب المناسک، باب فی الحرمۃ تقطعی وجھا (۱۸۳۳)، ابن ماجہ: (۲۹۳۵)، ابن الجارود (۳۱۸)، بیہقی (۲۸/۵)، دارقطنی (۲۸۶، ۲۸۷)، حمزہ احمد الزین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے جبکہ البانی نے إرداء (۱۰۳۳) میں ضعیف کہا ہے۔

(۲) فطری طور پر مردوں میں عورتوں کے لیے رغبت رکھی گئی ہے۔ جب مرد بے پردہ عورت کا عریاں جسم دیکھتا =

یہ فقدان غیرت ہے، غیرت مند شخص اس کو کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ غیرت وحمیت سے سرشار شخص اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معاشرے میں بے حیائی و فحاشی کا سرطان پھیلانے، صنف مخالف کے اندر جنسی ہیجان بھڑکانے اور جذبات میں آگ لگانے کا سب سے بڑا سبب بے پردگی و بے حجابی ہے اور عورت کے چہرہ میں چوں کہ مقناطیسی کشش ہے اس لیے عورت کا چہرہ پردہ میں لازمی طور سے داخل ہے (۱)۔

= ہے تو اپنی شہوت و رغبت کو پورا کرنے کے لیے اس کی طرف پلکتا ہے، اور اس طرح وہ اپنی ناجائز خواہش کی تکمیل کے لیے بے پردگی کو پسند کرتا ہے اور اس کے لیے بے جا دلیلیں بھی پیش کرتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے کراچی ایئر پورٹ پر سندھ کی ایک اعلیٰ شخصیت نے اپنی ناجائز خواہش کی تکمیل کے لیے ایک ایئر ہوسٹس کو اسٹالنگ کے جھوٹے الزام میں گرفتار کروایا تاکہ ایئر ہوسٹس کو اس تک پہنچایا جاسکے۔ وقت روزہ بکیر، شمارہ ۲، ۳۶ دسمبر ۱۹۹۱ء]۔

(۱) عصری تعلیم یافتہ مغردین سے دلچسپی رکھنے والے باشرع میرے ایک دوست (ج ل ق) ہیں جو سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں سروس کرتے ہیں اور ریاض میں میرے پاس وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھ رہنے والے ایک ہندوستانی شخص کے بارے میں حجاب سے متعلق ایک واقعہ بتایا جو دلچسپ اور قابل افسوس بھی ہے۔ اس لطیفہ کو میں یہاں اپنے قارئین کے لیے قلمبند کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ آڈی ریاض ہی میں کئی سالوں سے سروس کرتا ہے، وہ سعودی عرب میں عورتوں کے اندر بلکہ کسٹن لڑکیوں کے اندر بھی حجاب کا عام رواج دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور دیرے دیرے اسلامی تعلیمات سے خوب دلچسپی لینے لگا۔ چھٹی پرائیڈا جاتے وقت اس نے بڑے شوق سے ایک بہترین اور قیمتی نقاب خرید اور یہ تہیہ کر کے گھیا کہ اب میں اپنی بیوی کو کبھی بھی بے پردہ اور ننگے منہ نکلنے نہیں دوں گا۔ صحیح سلامت گھر پہنچا، ایک دن اپنی ماں کے ساتھ بیوی کو علاج کرانے کی غرض سے شہر لے گیا، واپسی پر ماں اور بیوی کو رکشہ پر بیٹھا کر میڈیکل اسٹور میں دوا خریدنے چلا گیا، دوا خرید کر جب رکشہ کی طرف پلٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی نے چہرہ سے حجاب ہٹا رکھا ہے اور ادھر ادھر تاک رہی ہے۔ ماں نے دوا خرید کر لوٹتے ہوئے بیٹے کو دیکھ کر بہو کو باخبر کر دیا؛ چنانچہ اس کی بیوی نے اپنے منہ پر پردہ لٹکا لیا۔ یہ غیرت مند جوان تو وہاں کچھ نہیں بولا مگر گھر پہنچتے ہی اپنی بیوی کے بدن سے برقعے کو اتروایا اور مٹی کا تیل ڈال کر اسے آگن میں پھونک دیا اور کہا کہ اس نقاب کو کیا میں نے اس لیے خرید ا ہے کہ۔

بناؤ سنگار کر کے بے پردہ نکلنے والی عورتوں کے اوپر غیرت کھاتے ہوئے مصنفہ اہلیہ ڈاکٹر محمد رضا کی یہ جذباتی تحریر رسالہ ”التبج“ (بے پردگی) کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں:

”جو عورتیں اپنی کمین گاہوں سے دلہن بن کر، بناؤ سنگار کر کے اور خوب سج دھج کر بے پردہ نکلتی ہیں، گویا وہ زبان حال سے جوانوں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں اور کہتی پھرتی ہیں کہ کیا تم اس بن سنور کر نکلنے والی کے حسن و جمال کو نہیں دیکھ رہے ہو، یہ سب محرکات دیکھ کر بھی کیا تم قربت اور وصل کی خواہش نہیں رکھتے ہو؟“

”گویا دلہن بن کر، سج دھج کر نکلنے والی عورتیں بازاروں اور شاہراہوں میں اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال کی اس طرح نمائش کرتی ہیں جیسے پھیری والا چل پھر کر اور گھوم گھوم کر اپنا مال جگہ جگہ دکھاتا پھرتا ہے۔ مٹھائی والا اپنا مال مختلف رنگوں سے سجا کر چاندی کا ورق لگا کر شوکیس میں قرینہ کے ساتھ خوب ترتیب سے رکھتا ہے تاکہ آنے والوں کی نگاہیں ان پر پڑتے ہی دل ان کے لیے لپچائے اور خریدنے کی خواہش تیز سے تیز تر ہو۔ اس طرح اس کے مال کا رواج ہو، گاہک زیادہ سے زیادہ آئیں، بھوک پیاس کا شکار ہونے والے مٹھائی کے رسیا اور اس کے چاہنے والوں کا ازدحام لگ جائے۔ (اللہ کی پناہ)“ (۱)

مسلم گھرانے میں پروان چڑھنے والے (نام نہاد) مسلمانوں نے تو پردہ کی اہمیت

= دوسرے لوگ میری بیوی کو دیکھیں اور میں نہ دیکھوں؟ پھر جو مناسب سزا سمجھا بیوی کو دیا۔ یقیناً اس قسم کے غیرت مند لوگوں کی معاشرے میں ضرورت ہے۔ مردوں کے اندر اگر اسلامی غیرت بحال ہو جائے تو کیا محال کہ ان کی عورتیں بے پردہ نکلنے کی جرأت کر سکیں؟ سچ پوچھئے تو عورتوں کو بگاڑنے میں بہت بڑا ہاتھ اسلامی غیرت و حیت سے عاری لوگوں کا ہے جو بات بنانے اور دکھاوے میں تو بلاشبہ مرد کے روپ میں نظر آئیں گے مگر درحقیقت وہ بے غیرت ہیں، ان کی مردانگی میں بڑمردگی سائی ہوئی ہے اور ان کی آنکھوں کا پانی مرچکا ہے!!!

کو کھودیا، لیکن قابلِ مبارکباد ہیں نو مسلمہ جاپانی خاتون ”خولہ کاتا“ جنہوں نے اسلامی پردہ کی اہمیت و افادیت کو سمجھ کر اسے گلے سے لگایا اور ایک مہذب اسلامی خاتون بن گئیں۔ یہ خاتون جاپان میں پیدا ہوئیں، ان کی تعلیم و تربیت فرانس میں ہوئی، فرانس ہی میں اسلام قبول کیا، انہوں نے مصر اور سعودی عرب کے مطالعاتی دورے بھی کیے۔ ہم پردہ کے موضوع پر شائع شدہ ان کے تاثرات کے بعض حصے یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے مسلمان بھائی اس سے عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں، جاپانی نو مسلمہ خاتون کا بیان ہے:

Before my conversion I preferred an active pants-style to a feminine skirt, but the long dress I started to wear in Cairo got to please me very soon. It makes me feel very elegant as if I had become a princess.

”یعنی قبولِ اسلام سے قبل میں چست پینٹ اور منی اسکرٹ پہنتی تھی لیکن اب میری لمبی پوشاک نے مجھے مسرور کر دیا، مجھے یوں لگا جیسے میں ایک شہزادی ہوں۔“

”پہلی مرتبہ میں نے حجاب پہننے کے بعد اپنے آپ کو پاکیزہ اور محفوظ سمجھا، مجھے احساس ہوا کہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو گئی ہوں، میرا حجاب صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی نہیں تھا بلکہ میرے عقیدے کا برملا اظہار بھی تھا۔ حجاب پہننے والی مسلمان عورت جم غفیر میں بھی قابلِ شناخت ہوتی ہے، (کہ وہ مسلمان ہے) جب کہ غیر مسلم کا عقیدہ صرف الفاظ کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔“

"As a short skirt might be interpreted by men to say: if you want me, you may take me, a hijab means clearly: I am forbidden for you".

”منی اسکرٹ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جاسکتے ہیں، حجاب صاف طور پر بتاتا ہے کہ میں آپ کے لیے ممنوع ہوں۔“

”پہلے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مسلم بہنیں برقع کے اندر کیسے آسانی سے سانس لے سکتی ہیں۔ اس کا انحصار عادت پر ہے، جب عورت اس کی عادی ہو جاتی ہے تو کوئی دقت نہیں رہتی۔ پہلی بار میں نے نقاب لگایا تو مجھے بڑا اچھا لگا انتہائی حیرت انگیز، ایسا محسوس ہوا گویا میں ایک اہم شخصیت ہوں، مجھے ایک ایسے شاہکار کی مالکہ ہونے کا احساس ہوا جو اپنی پوشیدہ مسرتوں سے لطف اندوز ہو، میرے پاس ایک خزانہ تھا جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا اور جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔“

”جب میں نے سردیوں کا برقع بنایا تو اس میں آنکھوں کا باریک نقاب بھی شامل کر لیا، اب میرا پردہ مکمل تھا، اس سے مجھے یک گونہ آرام ملا۔ اب مجھے بھیڑ میں کوئی پریشانی نہ تھی، مجھے محسوس ہوا کہ میں مردوں کے لیے غیر مرئی ہو گئی ہوں۔ آنکھوں کے پردے سے قبل اس وقت بڑی پریشانی ہوتی تھی جب اتفاقیہ طور پر میری نظریں کسی مرد سے ٹکراتی تھیں، اس نے نقاب نے سیاہ عینک کی طرح مجھے اجنبیوں کی گھورتی نگاہوں سے محفوظ کر دیا (۱)۔“

محترمہ لیلیٰ لیسالوٹ وتمان (امریکہ) کہتی ہیں:

”جب میں حجاب استعمال کرنے لگی تو مجھے امن و امان کا سایہ مل گیا، مجھے محسوس ہوا کہ پردہ کے باعث تمام لوگ میرا احترام کرنے لگے ہیں، اب مجھے کوئی تنگ نہیں کرتا تھا، نہ سڑک پر، نہ بس وغیرہ میں۔“

(۱) خلاصہ از کتاب: "The Hijab.. Why?" Page No. 56-65 by Dr. Muhammad

محترمہ ہدئی (برطانیہ) کا کہنا ہے:

”جو چیز مجھے اسلام کی طرف کھینچ لائی وہ پردہ تھا، مسلمان خواتین کا یہ اسکارف اور لباس غیر مردوں کی نظریں عورت کی طرف سے ہٹا دیتا ہے“ (۱)۔

علاوہ ازیں مغرب وغیرہ میں اسلام کے تیزی سے بڑھتے ہوئے حجاب پر اظہار خیال کرتے ہوئے مذکورہ نو مسلمہ خاتون خولہ کا تا کہتی ہیں: ”اب زیادہ سے زیادہ جاپانی عورتیں اسلام قبول کر رہی ہیں، مشکل حالات کے باوجود مردوں تک کو چھپا رہی ہیں، وہ سب یہ تسلیم کرتی ہیں کہ وہ اپنے حجاب پر نازاں ہیں اور اسی سے ان کے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ میں پیدائشی طور پر مسلمہ نہیں ہوں، میں نے نام نہاد آزادی (نسواں) اور جدید طرز حیات کی دلفریبیوں اور لذتوں کو خیر باد کہہ کر اسلام کا انتخاب کیا ہے“۔

آگے کہتی ہیں:

"If it is true that Islam is a religion that oppresses the women, why are there so many young women in Europe, in America, and in Japan who abandon their liberty and independence to embrace Islam? I want people to reflect on it."

”اگر یہ درست ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو عورتوں پر ظلم کر رہا ہے تو اپنی مطلق آزادی کو چھوڑ کر آج یورپ، امریکہ اور جاپان میں بہت ساری جوان خواتین مذہب اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ لوگ اس پر روشنی ڈالیں؟!!“ (۲)۔

مذکورہ نو مسلمہ خاتون کے پردہ سے متعلق اسلامی غیرت و حمیت کو دیکھ کر حکومت پاکستان

(۱) ماہنامہ محدث لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء ص: ۵۱۔

(۲) ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب The Hijab.. Why? Page No65

کا سر شرم سے جھک جانا چاہئے جس نے عورتوں کے پردہ کے سلسلہ میں انتہائی بے غیرتی کا ثبوت دیا ہے۔

روزنامہ ”خبریں“ یکم ستمبر ۱۹۹۴ء کے مطابق ”حکومت پاکستان نے روزگار اسکیم کے تحت قرض حاصل کرنے کی خواہشمند خواتین کے بارے میں طے کیا ہے کہ یہ قرض ان خواتین کو ملے گا جو اپنے علاقہ کے مجسٹریٹ سے اس بات کا سرٹیفکٹ پیش کریں گی کہ وہ پردہ نہیں کرتیں“۔

اسی طرح ایک اخبار میں مصر کے متعلق بھی یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وہاں کے ایک تعلیمی ادارے میں برقع پوش طالبات کے داخلہ پر پابندی لگا دی گئی اور حجاب لگا کر انہیں درس گاہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔

دنیا جانتی ہے کہ پاکستان بھی مسلمانوں کا ملک ہے اور مصر بھی، کیوں کہ مسلم ممالک کی فہرست میں ان کے نام بھی درج ہیں، لیکن ذرا غور کریں کہ جب مسلم ممالک میں ہی اس طرح سے اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا جائے گا تو غیر مسلم ممالک سے خیر کی امید کیوں کر کی جاسکتی ہے؟ کیا دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے اس قدر بے توجہی و بے رغبتی ایک غیرت مند مسلمان کی شایان شان ہو سکتی ہے!!

۷۔ دوپٹے کا آئچل ہوا کے حوالے:

ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اب نوجوان دو شیرازیں یا تو دوپٹوں کا استعمال سرے سے ہی نہیں کرتیں اور اگر غلطی سے اپنے بدن پر دوپٹہ رکھ بھی لیتی ہیں تو دوپٹے کا آئچل ہوا کے جھونکوں سے زبردستی اپنی جگہ نہیں رہ پاتا اور دوپٹہ رکھنے کا مقصود اصلی جو کہ زلفوں، سر اور سینے کے بالائی حصہ کا پردہ کرنا ہے، مفقود ہو جاتا ہے۔ دیہاتوں میں تو دوپٹوں کا صحیح استعمال قدرے غنیمت ہے لیکن شہروں میں دوپٹوں کا استعمال اب بطور فیشن ہونے لگا ہے۔ بلکہ اب تو اکثر لڑکیاں دوپٹے کو اپنے سر کا بوجھ تصور

کرنے لگی ہیں جس کی وجہ سے صرف ٹی شرٹ اور چست پائنٹ زیب تن کرنا اپنے لیے کافی اور بہت اچھا سمجھتی ہیں۔ ان حیا سوز لباسوں کے پہننے کے بعد ان کے جسم کا ڈھانچہ اس قدر بدل جاتا ہے کہ وہ کوئی دوسری ہی مخلوق نظر آتی ہیں۔

تعجب ہے کہ ان کے گارجین یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود انہیں نہیں روکتے۔ جبکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ اس قدر ہجبان انگیز لباس میں جب کوئی لڑکی نکلتی ہے تو سڑکوں، بازاروں، اسکولوں، کالجوں یا یونیورسٹیوں میں اس کی طرف ان گنت نگاہوں سے ہوسناک تیر چلتے ہیں۔ وہ جس جگہ سے گزرتی ہے، شیطان کے چیلے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے تارکتے ہیں اور اس تک پہنچنے کے تمام تر وسائل استعمال کرتے ہیں جس کا بھیانک انجام بالآخر گارجین کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔

درحقیقت ایسے گارجین کی غیرت مفقود ہو گئی ہے، اس لیے وہ اپنی بچیوں کو بچپن ہی سے دوپٹوں سے علیحدہ رکھتے ہیں؛ چنانچہ بڑی ہو کر یہی لڑکیاں جب کسی کالج یا یونیورسٹی میں جاتی ہیں تو وہاں کے ماحول سے متاثر ہو کر حیا سوز لباسوں کو اختیار کرنے میں انہیں کسی بھی پس و پیش کی ضرورت نہیں پڑتی۔

آپ کو ممبئی، دہلی، کلکتہ، بنگلور، اوٹی یا اس قسم کے دیگر بڑے شہروں میں گھومنے کا موقع ملا ہوگا، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچی عمر کی لڑکیاں بغیر دوپٹے کے شرٹ اور فراک نما ازار میں (جو منحنی سے بہت اوپر ہوتا ہے) ملبوس ہو کر اسکول جاتے یا اسکول سے واپس ہوتے وقت سڑکوں سے گزرتی ہیں۔ پھر ان میں وہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہوتی ہیں یا جوان ہو چکی ہوتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے اوپر دوپٹہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ اسکول کا جوڈریس ہوتا ہے وہی زیب تن کرتی ہیں جس کی وجہ سے جسم کا انگ انگ عیاں ہوتا ہے، اور خاص کر جب بے موسم بارش ہو جائے تو جسم پر دوپٹہ نہ ہونے کی وجہ سے مزید ان کا جلیہ عریاں اور ناقابل بیان ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں بھی ان کے بے غیرت سرپرستوں کی

غیرت نہیں جاگتی کہ وہ اپنی نوجوان لڑکیوں کے جسم پر کم از کم ایک دوپٹہ ہی رکھ دیں؛ چنانچہ یہ لڑکیاں جب کالجوں یا یونیورسٹیوں میں جاتی ہیں تو پھر انہیں طرح طرح کے سیکسی اور جنسی ہیجان کو برا سمجھتے کرنے والے سوٹ زیب تن کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہوتی کیوں کہ انہوں نے اپنے بے غیرت سرپرستوں کا مطالعہ اپنے سیکنڈری اسکولوں کی تعلیمی زندگی میں کر لیا ہوتا ہے، اور یہی لڑکیاں آگے چل کر مغرب کے اثر کو قبول کر کے برقع، حجاب اور اوڑھنی کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتی ہیں۔ بلکہ دوپٹہ اور حجاب استعمال کرنے والی دیگر لڑکیوں کو طعنہ بھی دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ برقع یا اس قسم کی دیگر اسلامی پابندیاں عورتوں کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔

ہم یہاں ایک پاکستانی خاتون شہناز لغاری کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ وہ سرپرست جو لڑکیوں کو بچپن سے پردہ کی عادت نہیں لگاتے اس خاتون کی زندگی سے عبرت پکڑیں اور اپنی جوان لڑکیوں پر غیرت کھائیں۔ نیز وہ لڑکیاں جو پردہ اور دوپٹہ کو اپنی ترقی میں رکاوٹ گمان کرتی ہیں، انہیں بھی اس واقعہ سے سبق مل جائے کہ یہ تصور محض خرافات اور مغرب سے مرعوبیت کے سبب ہے۔ مذکورہ خاتون گزشتہ نو برسوں سے پاکستان میں برقع پہن کر کیپٹن پائلٹ اور انسٹرکٹر کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں؛ نیز ”پاکستان ویمین پائلٹ ایسوسی ایشن“ کی چیئر پرسن اور ”انٹرنیشنل حجاب تحریک“ کی سربراہ بھی ہیں۔ انہوں نے ایک روزنامہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: ”جب میں پانچویں جماعت میں تھی تو مجھے والدین نے پردہ کروانا شروع کر دیا، لڑکیاں میرا مذاق اڑاتیں لیکن میں نے برقع ترک نہیں کیا۔ آج ساری دنیا کی لڑکیاں میرا حوالہ دیتی ہیں کہ اگر شہناز برقع پہن کر جہاز اڑا سکتی ہے تو ہم برقعہ پہن کر کوئی دوسرا کام کیوں نہیں کر سکتیں؟“ شہناز نے مزید بتایا کہ ”انہیں مختلف مسلم ممالک سے پرکشش آفر ہو چکی ہیں کہ میں ان ممالک میں برقع پہن کر جہاز اڑاؤں“ (۱)۔

اس تحریر کو نقل کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ جہاز اڑانے یا اس قسم کے دیگر کاموں میں شرکت کے تین عورتوں کے لیے جواز کے دلائل فراہم کیے جائیں۔ بلکہ اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ وہ والدین یا سرپرست حضرات جن کی غیرت ماند پڑ چکی ہے، وہ اپنی بے غیرتی کی چادر اتار پھینکیں اور پھر سے غیرت کا لبادہ اوڑھ کر اپنی لڑکیوں کو بچپن ہی سے پردہ کی عادت لگائیں۔ نیز وہ لڑکیاں جو دوپٹہ سے بے اعتنائی برتی ہیں وہ پھر سے پلٹ کر وہیں چلی آئیں جہاں انہوں نے اسے خیر باد کہا تھا۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات جو بالخصوص عورتوں کے لیے ہیں، وہ ان کے حق میں مفید اور کارآمد ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہی عورت اپنی شناخت کو برقرار رکھ سکتی ہے اور ایک اسلامی خاتون بن سکتی ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدبیر ہو!
ہودین کی تم پاسباں، ایماں سلامت تم سے ہے!

۸- مخلوط نظام تعلیم:

ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کو اب معاشرتی اور ملکی ترقی کا اہم جزء تصور کر لیا گیا ہے، اور مخلوط نظام تعلیم کے متعلق مغربی مفکرین کی آراء کو اپنے لیے مثبت اور مفید سمجھ کر اس نظام تعلیم میں کسی قسم کی تبدیلی کی بھی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ جب کہ مخلوط نظام تعلیم غیر اسلامی معاشرہ کا وہ مسموم ہدیہ ہے جس کو قبول کرنے والا مسلمان انتہائی عاقبت نااندیش اور اپنی عورتوں کی عزت و آبرو کے بارے میں نہایت ہی بے غیرت ہے۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مخلوط نظام تعلیم کو شریعتِ اسلامیہ غیر فطری اور غیر قانونی قرار دیتی ہے، کیوں کہ اس نظام تعلیم کے معاشرے پر جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے، جس کو قدرت کی طرف سے ادنیٰ سی بھی عقل اور غیرت نصیب ہوئی ہے۔

ماہرینِ تعلیم مخلوط نظامِ تعلیم کے جو فوائد بتاتے ہیں ان میں سب سے بڑا فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں میں مقابلہ کی فضا پیدا ہوتی ہے جو ان کے لیے زیادہ محنت اور حصولِ تعلیم میں مزید لگن کا باعث بنتی ہے۔ لیکن ماڈرن تہذیب سے متاثر و مرعوب بڑے بڑے ماہرین اس مخلوط نظامِ تعلیم کے خواہ کتنے ہی فوائد بتائیں مگر قرآنی آیت: ﴿وَإِنَّهُمْ لَكَاِبِرٌ مِّنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ”شراب اور جوئے کا گناہ ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے۔“ [البقرہ: ۲۱۹] کے مصداق اس کی ایک خامی ہی پوری خوبیوں پر پانی پھیر دینے کے لیے کافی ہے، اور وہ ہے عورت کی عفت و عصمت اور حیا کی پامالی!!

شریعتِ اسلامیہ تو بغیر پردہ کے نو جوان عورت کو گھر سے باہر قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتی؛ چہ جائیکہ وہ عمر کے اس دور میں جب کہ شہوانی جذبات عروج پر ہوتے ہیں، نو جوان لڑکوں کے درمیان بیٹھ کر تعلیم حاصل کرے، ان کے ساتھ بے تکلفی سے ہم کلام ہو، ان سے آزادانہ میل جول رکھے اور وہ بھی اس حال میں کہ حیا سوز لباس زیب تن ہوں، چہرے میک اپ سے بنے سنورے ہوں، گفتگو میں نخر اپن اور چال ڈھال میں بلا کی نزاکت ہو کہ اس عالم میں اگر ایک عابد و زاہد شب زندہ دار بھی اتفاقیہ دیکھ لے تو ضرور ٹھٹھک جائے۔

دلکشی ناز میں ایسی کہ ستارے رک جائیں

سرکشی چال میں ایسی کہ گور نہ جھک جائیں

ایسے ماہرینِ تعلیم کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو کہتے ہیں کہ مخلوط نظامِ تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں میں مقابلہ کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اب یہ بات وہی بتائیں گے کہ آخر ”مقابلہ کی فضا“ سے ان کی مراد کیا ہے۔ آیا بے حیائی و بے شرمی کی فضا یا عشق و محبت میں فحاشیت و عریانیت کو جنم دے کر معاشرتی قدروں کو پامال کرنے والی فضا؟

اگر مخلوط درسگاہوں کے ماحول کا جائزہ لیا جائے تو ہر کونے میں نو جوان جوڑے ہاتھوں

میں کتاب لیے باہم ہنسی مذاق، بات چیت اور گفت و شنید میں مگن یا مسکراتے اور اٹھکھیلیاں کرتے نظر آئیں گے۔ اگر کسی صاحب کو میری اس تحریر پر اعتراض یا شبہ ہو تو براہ کرم وہ یونیورسٹیوں یا کالجوں کا ایک مرتبہ فرصت نکال کر معاینہ کر لیں۔ ان شاء اللہ خود بخود ان کا اعتراض یا شبہ رفع ہو جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ یہاں معاشرتی و سماجی تعمیر و ترقی کی مخلوط تعلیم کس قدر ماڈرن اور زرق برق انداز میں ہوتی ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ جہاں اس قدر ناشائستہ لباس میں لمبوس دوشیزہ اجنبی کلاس فیلو سے یونیورسٹی یا کالج کے کسی کونے میں مسکراہٹ کے ساتھ شرین کلامی سے ہم کلام ہو گیا وہاں شیطان اپنے تھکنڈوں کو بروئے کار لانے سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت کر سکتا ہے؟ جب کہ صحیح حدیث ہے کہ ”کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت اختیار نہ کرے کیوں کہ ایسی صورت میں ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (جو انہیں شرم و حیا کی تمام دیواروں کو پھلانگ کر عزت و ناموس کو داغدار کرنے پر آمادہ کرتا ہے)“ (۱)۔

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کے متعلق شریعت اسلامیہ کا قانون یا اصول جدید تہذیب کا ساتھ دینے کے بجائے دقیانوسی اور عورتوں کی تعلیم و ترقی میں بھاری رکاوٹ ہے تو ہم ایسے بے غیرت شخص کے بارے میں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی ماتحتی میں رہنے والی دوشیزاؤں کی عصمت و عفت ہی نیلام کرنے پر تلا ہوا ہے کہ جو چاہے انہیں بہلا پھسلا کر اپنے بغل گیر کرے اور بے بنیاد ترقی کا جھانسنے والے عزت و آبرو سے حسب خواہش کھلواڑ کرے۔ ایسا شخص بے غیرت، بے حیا اور بدوین ہے، اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”إِذَا لَمْ تَسْتَحْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ“ (۲) ”جب تمہارے پاس شرم و حیا نہیں (آنکھوں کا پانی مرچکا ہے) تو جو چاہو سو کرو“۔

(۱) اس کی تخریج گزر چکی ہے، دیکھئے ص ۹۵ ماحیہ (۲)۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الادب، باب إِذَا لَمْ تَسْتَحْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ، (۶۱۲۰)۔

یہاں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب شریعت اسلامیہ مخلوط نظام تعلیم کی قطعی اجازت نہیں دیتی تو پھر عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کیا سبیل ہے؟ اور وہ سماجی تعمیر و ترقی میں کیوں کر خدمات سرانجام دے سکتی ہیں؟..... بات بالکل معقول سی ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ عورت سماجی و معاشرتی تعمیر میں ہاتھ بٹانے کے لیے مخلوط نظام تعلیم کے قبیح اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنا سب سے قیمتی سرمایہ یعنی عصمت و عفت ہی کو پامال کر بیٹھے؟ اور ایسی تعلیم جس سے صنفِ نازک کی عزت و آبرو خطرے میں پڑ جائے یا مجروح ہو جائے تو بھلا اس سے سماج کی کون سی خدمت لی جاسکتی ہے؟ جبکہ معاشرہ میں صالح نسلوں کے پیداوار کی گارنٹی بھی صنفِ نازک ہے۔ اسی کے بطن سے تو معاشرے میں عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیاں جنم لیتی ہیں۔ آخر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ عورت کا گھر میں رہ کر اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنا اور اپنے جملہ فطری و منزلی فرائض کو سرانجام دینا سماج کی خدمت اور تعمیر نہیں ہے۔ آخر یہ سماج ہے کیا؟..... یہ تو کوئی ایسی شے نہیں ہے جو سیٹلائٹ اور آسمان کے درمیان خلا میں خود بخود تعمیر ہو جائے؛ بلکہ اسے مختلف اہم شعبہ جات سے مرکب کر کے خود تشکیل کرنا پڑتا ہے۔ پھر ہر شعبہ کو کامیابی سے وہی شخص چلا سکتا ہے جس کو قدرت کی طرف سے مناسب، فطری، جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں عطا کی گئی ہوں۔ اگر ان شعبہ جات میں سے کوئی ایک بھی حذف ہو جائے تو سماج کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ معاشرتی اور تمدنی ترقی سے مراد یہی ہے کہ تمام شعبہ جات بیک وقت اپنے فرائض انجام دے کر اپنی اپنی جگہ ترقی کریں، ایسے ہی اجتماعی ترقی کا معیار بلند ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اگر عورت کو اپنی فطری و جسمانی صلاحیتوں کو پوری آزادی سے استعمال کرنے کا موقع نہ ملے بلکہ اس شعبہ میں اس پر کوئی قدغن عائد ہو اور اس پر اس کی اصلی ذمہ داریوں سے ہٹا کر مصنوعی قسم کے بوجھ لا دیے جائیں تو سماج اپنے پورے آب و تاب سے تعمیر و ترقی

کی راہ پر کیسے گامزن ہو سکے گا؟! یہ تو ویسے ہی ہے جیسے ایک ڈاکٹر کو کہا جائے کہ ڈاکٹری کے وظائف کے ساتھ ساتھ انجینئرنگ کے فرائض بھی انجام دے، یا اسے ڈاکٹری چھڑا کر انجینئرنگ کی فیلڈ میں لایا جائے۔ کیا یہ مطالبہ مضحکہ خیز اور غیر معقول نہیں ہوگا؟ اسی طرح اگر کسی ڈاکٹر کو امام کے مصلیٰ پر اور امام کو ڈاکٹر کی کرسی پر لایا جائے تو کیا پورے معاشرہ کا نظام درہم برہم نہیں ہوگا؟ یقیناً ہر طرف ایک اختلال رونما ہوگا، بعینہ عورت کو اس کے اصل فرائض سے ہٹا کر دیگر امور کی انجام دہی کے لیے اسے لگا دیا جائے تو معاشرہ زوال پذیر بلکہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عورت کی فطری صلاحیتیں ہرگز اس بات کی متحمل نہیں کہ وہ کود پھاند کر کے مخلوط نظام تعلیم کے کورسز کو مکمل کرے اور پھر راتفل و بندوق سے شکار کرے یا شمشیر و سنان سے جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرے؛ پل، سڑکیں اور بلڈنگیں بنائے، یا پولیس اور فوج کا چست لباس پہن کر (جس سے اس کے جسم کا انگ انگ عیاں ہو) ان کے فرائض انجام دے۔ وہ ان شعبوں میں لاکھ کوشش اور ٹریننگ کے باوجود بھی اجنبی اور ناکام رہے گی۔ ہاں، البتہ وہ قدرتی طور پر اپنے اندر محبت و الفت اور ہمدردی و غمگساری کے جذبات ضرور رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے تن من دھن کی قربانی سے نسل انسانی کی بقا اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کو بخوبی نبھا سکتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان کام کو یوں تقسیم کیا تھا کہ بیرون خانہ کی تمام تر ذمہ داریاں حضرت علی رضی اللہ عنہ انجام دیں گے اور اندرون خانہ کی خدبات و فرائض حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نبھائیں گی (۱)۔

جہاں تک عورت کی تعلیم و تربیت کی بات ہے تو شریعت اسلامیہ اس کی تعلیم و تربیت

(۱) زاد المعاد، ابن القیم (۱۸۶/۵)، موسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۱ء۔

میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتی بلکہ اس کے نزدیک مردوں کی طرح عورتوں پر بھی علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے؛ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“^(۱)۔

”علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے“۔

نبی کریم ﷺ اپنی خدمت اقدس میں تربیت کے لیے حاضر ہونے والے وفود سے فرمایا کرتے: ”اَزِجُّوْا اِلٰی اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ“^(۲)۔ ”تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ، اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو، ان کو دین کی تعلیم دو اور ان سے احکام دینی پر عمل کراؤ“۔

رسول اکرم ﷺ کے تبلیغی مشن میں ہفتہ میں ایک دن صرف خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے مخصوص تھا، اس دن خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپ سے مختلف قسم کے روزمرہ کے مسائل کے متعلق دریافت کرتیں۔ نماز عید کے بعد بھی آپ عورتوں کو الگ سے خطاب فرماتے۔ امہات المؤمنین کو بھی آپ ﷺ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کیا کریں، نیز آپ ﷺ نے خواتین کو کتابت یعنی لکھنے کی بھی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ لکھنا جانتی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ وہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی لکھنا سکھادیں؛ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا۔

لڑکیوں کی تربیت کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ابن ماجہ: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (۲۲۳)۔ علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح

قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح سنن ابن ماجہ: (۹۲/۱)، رقم: ۱۸۳۰۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب (۱۸) حدیث رقم: (۶۳۰)۔

”مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَذَبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ“^(۱)

”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کی اور ان سے حسن

سلوک کیا پھر ان کا نکاح کر دیا تو اس کے لیے جنت ہے۔“

نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی خواتین کی تعلیم و تدریس کی طرف بھرپور توجہ دلائی۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو اپنی مملکت کے تمام اطراف میں یہ فرمان جاری کر دیا تھا: ”عَلِّمُوا نِسَاءَكُمْ سُورَةَ النُّورِ“^(۲)۔ یعنی تم اپنی خواتین کو سورۃ النور ضرور سکھلاؤ کہ اس میں زندگی کے متعلق بہت سے مسائل ہیں۔

نتیجتاً مسلم خواتین شروع ہی سے اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر اسلامی مشن کو آگے بڑھانے میں بڑی مدد و معاون ثابت ہوتی رہی ہیں۔ کیوں کہ شریعت اسلامیہ نے شروع ہی سے انہیں یہ باور کرا دیا تھا کہ درحقیقت تعلیم ہی انسان کی زندگی کو مہذب بنا سکتی ہے، اس کے اخلاق و کردار کو سنوار سکتی ہے، اور تعلیم ہی انسان کو کھرے کھوٹے اور نیک و بدکار کا شعور بخشتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی نازل ہونے والی ابتدائی پانچ آیات کا تعلق بھی تعلیم سے ہے۔ ارشاد ہے: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ”اے پیغمبر! آپ

(۱) ابوداؤد: کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماء، رقم: (۵۱۳۷)۔ علامہ ناصر الدین البانی نے اسے ضعیف سنن ابی داؤد، رقم: ۵۱۳۷ کے تحت ذکر کیا ہے، البتہ اس معنی کی ایک روایت جو سنن ترمذی کتاب البر باب ما جاء فی الوضوء علی البنات رقم: (۱۹۱۳) میں آئی ہے، اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حدیث یہ ہے: ”جو شخص اپنی لڑکیوں کے متعلق کسی پریشانی میں مبتلا ہو اور اس پر صبر کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بنیں گی۔“ دیکھئے صحیح سنن ترمذی للالبانی، رقم: (۱۹۱۳)۔

(۲) فتح القدیر، شوکانی، (ج ۲ ص ۲۰۲)۔

پڑھے اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا ہے، اس نے آدمی کو غلیظ منجمد خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھے اور آپ کا دب بے پایاں کرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم دیا، اس نے آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا“۔ [سورۃ العلق: ۱-۵]

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ابتدائے اسلام ہی سے مسلم خواتین نے اسلامی حدود میں رہ کر مفید تعلیم و تربیت حاصل کی ہیں، اور جس طرح سے مردوں نے علم و عمل میں اپنی مثالیں چھوڑی ہیں اسی طرح مسلم خواتین نے بھی علم و عمل کا سکہ بجایا ہے، مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم حدیث میں بہت سے صحابہ کرام سے زیادہ جاننے والی تھیں، اور حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے زیادہ روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ مروی ہیں یعنی دو ہزار دوسو دس (۲۲۱۰) احادیث، بچیوں کو پڑھانے کے لیے انہوں نے اپنے گھر میں مدرسہ کھول رکھا تھا، نیز فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور متعدد واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے (۱)۔

عروہ بن زبیر جو فقہاء سبعہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں سے ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے قرآن کے معانی، حلال و حرام کے احکام اور انساب کے بارے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم رکھنے والا کسی کو نہیں پایا (۲)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے ۵۶ احادیث مروی ہیں، علاوہ ازیں وہ بعض بیماریوں کا علاج معالجہ بھی کیا کرتی تھیں۔ امام ابن سیرین کی بہن حفصہ بنت سیرین مشہور قاریہ اور مفسر قرآن تھیں۔ قرآن، قرأت، فرائض و تفسیر قرآن میں یگانہ روزگار تھیں، ان کے بھائی امام ابن سیرین کو پڑھاتے ہوئے جہاں قرأت میں شبہ ہوتا،

(۱) سیرت طیبہ: ۱۴۷/۲ بحوالہ رحمۃ اللعالمین: ۱۵۴/۲، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔

(۲) جلاء اللہ فیہام لابن قیم رحمہ اللہ۔

شاگردوں سے کہتے کہ ٹھہرو! میں حصہ سے دریافت کراؤں۔ عبدالرحیم خان خانان کی اکلوتی بیٹی جاناں بیگم (م۔ ۱۷۰۷ھ) کو دینی علوم سے بڑا شغف تھا۔ اس نے قرآن کریم کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی تھی۔ حیدر آباد دکن کی ایک فاضل خاتون قیسری بیگم عربی زبان اور اسلامی علوم کی فاضلہ تھیں، انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو بلحاظ مضمون مرتب کیا اور کتاب کا نام ”تفہیم القرآن“ رکھا۔ بی بی حنیفہ مشہور محدثہ تھیں، انہوں نے اپنی درسگاہ قائم کر رکھی تھیں جہاں جلال الدین سیوطی جیسے بڑے علماء ان سے کسب فیض کرتے۔ کریمہ بنت احمد مروزیہ کو صحیح بخاری کی روایات میں خاص فضیلت حاصل تھی اور خطیب بغدادی جیسے ائمہ حدیث نے ان سے فیض پایا۔ عجیبہ بنت حافظ محمد بغدادیہ نے اپنے اساتذہ و شیوخ کے حالات اور ان سے حاصل کردہ احادیث پر دس جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اسی طرح فاطمہ بنت محمد اصفہانیہ نے بھی علم حدیث میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ایک کتاب ”الرموز من الكنوز“ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

اسلامی علوم میں خطاطی کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ اس دور میں مطبع (پرنٹنگ پریس) ایجاد نہیں ہوا تھا، اس لیے کتابوں کے نسخے تیار کیے جاتے تھے۔ اس فن میں مردوں کی طرح مسلم خواتین نے بھی بہت دلچسپی لی اور بڑی ناموری حاصل کی۔ مثلاً بنت اقرع بغدادیہ مشہور خطاط تھیں جنہوں نے کتابت کی ایک خاص طرز ایجاد کی تھی۔ صفیہ بنت عبداللہ اندلس کی بے مثال خوشنویس تھیں، بلکہ اندلس میں بہت سی خواتین ایسی تھیں جو عالمات و حافظات ہونے کے ساتھ ساتھ خود قرآن پاک کی کتابت بھی کرتی رہتی تھیں۔ اورنگ زیب کی بیٹی شہزادی زیب النساء بیگم فن خطاطی میں بڑی ماہر تھیں۔

فن طب میں بھی مسلم خواتین کو بڑی دلچسپی رہی، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بعض بیمار یوں کا علاج معالجہ کیا کرتی تھیں۔ ایک صحابیہ زفیدہ انصاریہ فن جراحی میں بڑی

ماہر تھیں، ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا جاتا جہاں وہ بیٹھ کر مریضوں کا علاج کرتیں۔ اندلس میں مشہور طبیب ابوبکر الزہراوی کی ایک پوتی جو طیبہ زہراویہ کے نام سے مشہور تھیں، ہر قسم کا علاج کیا کرتیں شاہی محل سے متعلق علاج کی تمام تر ذمہ داریاں اسی خاتون طیبہ کے ذمہ تھیں۔ قرطبہ میں بہت سی خواتین اپنا باقاعدہ مطب کیا کرتی تھیں، مغل بادشاہ شاہ جہاں کے عہد میں سنی النساء خانم طب میں بڑی ماہر تھیں اور اپنا علیحدہ مطب چلاتی تھیں۔

مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہم نے اس لیے اتنا کچھ (بہت ہی اختصار کے ساتھ) بیان کیا ہے تاکہ مخلوط نظام تعلیم کے دلدادہ لوگ اپنے اس اعتراض کی حقیقت سمجھ لیں کہ ”شریعت اسلامیہ مخلوط نظام تعلیم سے منع کرتی ہے تو پھر عورتوں کے لیے تعلیم و تربیت کا کیا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے؟“ آخر دینی تعلیم و تربیت سے بڑھ کر بھی کوئی دنیا میں تعلیم و تربیت ہے؟ اور پھر اسلامی حدود میں رہ کر عورت ڈاکٹر بھی بن سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کے بجائے اس کے لیے علیحدہ تعلیم کا بندوبست ہو۔

یہاں ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے (جیسا کہ ایک مرتبہ دوران سفر ایک شخص نے مجھ سے کہا) کہ لڑکیوں کے لیے علیحدہ تعلیم کا بندوبست کرنا، کالج یا یونیورسٹیاں کھولنا حکومت یا عوام الناس کے لیے بہت مشکل ہے، کیونکہ ایسی صورت میں ہر وسیلہ و ذریعہ کے لیے اخراجات میں کئی گونہ اضافہ ہوگا؟..... یہ اعتراض بھی غیر مناسب اور بے غیرتی پر مبنی ہے کیوں کہ حکومتی سطح پر کام کرنے والے لوگ اربوں کھربوں کا گھونٹالہ کر لیں، اس سے ملک کی معیشت پر کچھ اثر نہ پڑے، پھر عوام الناس میں لڑکوں کے لیے علیحدہ یا مخلوط نظام تعلیم کا بندوبست کرنے میں کوئی بار محسوس نہ ہو، لیکن لڑکیوں کے لیے علیحدہ نظام تعلیم مرتب کرنے اور ان کے لیے کالج اور یونیورسٹیاں کھولنے میں اخراجات بڑھ جائیں گے، یہ کہاں کا

انصاف ہے؟ (۱)

(۱) حقیقت تو یہ ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کی ذہنیت کے حاملین عفت و عصمت کے تحفظ کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اگر ان کی نگاہ میں لڑکیوں کی عفت و پاکدامنی کی کچھ اہمیت ہوتی تو ضرور یہ لوگ اپنی بیٹیوں کی عصمت کے تحفظ کے لیے کوئی اچھا اور غیر مخلوط نظام تعلیم مرتب کرتے اور حکومت کو مجبور کرتے کہ غیر ضروری کاموں میں سرکاری فنڈ خرچ کرنے کے بجائے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام درست کرنے پر خرچ کرے۔ اور فی الحال کم سے کم یہ اقدام ہو کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مخلوط نظام تعلیم کو غیر مخلوط نظام تعلیم میں تبدیل کر دیا جائے۔

کیا اس نظام تعلیم کے بھیا تک نتائج سے یہ لوگ ناواقف ہیں۔ ابھی حال ہی میں تو دہلی یونیورسٹی میں پڑھنے والی کلکتہ کی ۲۴ سالہ دو شیرہ کے ساتھ اجتماعی زیادتی کے بعد یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات نے یہ آواز بلند کی تھی کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے یونیورسٹی میں داخلے کے لیے الگ الگ راستے ہونے چاہئیں تاکہ کوئی شر پسند لڑکیوں کے ساتھ یونیورسٹی میں داخل ہو کر چھیڑ خانی وغیرہ نہ کر سکے۔ اس حادثہ کے بعد ماہرین نفسیات نے یہ بھی کہا تھا کہ دہلی یونیورسٹی کی طالبات کے ساتھ اس قسم کے غیر اخلاقی واقعات پیش آنے کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ طالبات جذبات بھڑکانے والے انتہائی غیر اخلاقی لباس استعمال کرتی ہیں جس کی وجہ سے ادب و باش کے چھیڑ خانی کرنے پر اتر آتے ہیں۔ [اردو نیوز، جدہ، ۶ اگست ۲۰۰۲ء]

بے پردہ اور غیر شرعی طریقے سے تعلیم دلانے والے والدین و ذمہ داران کی لڑکیوں کے ساتھ یونیورسٹیوں یا کالجوں میں کیا کچھ غیر اخلاقی حرکات ہوتی ہیں، اس کا اندازہ غیرت مند افراد ہی لگا سکتے ہیں۔ نوجوان لڑکے تو لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ خانی و بدتمیزی کرتے ہی ہیں جنہیں یہ لڑکیاں شرم و حیا سے جھیل لیتی ہیں بلکہ غیر اخلاقی ماحول ملنے پر بسا اوقات وہ خود ہی والدین یا سرپرستوں کی بے غیرتی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حیا سوز ڈگر پر چل پڑتی ہیں، اساتذہ بھی ان لڑکیوں کی عصمت و عفت سے کھلواڑ کرنے سے نہیں چوکتے۔ ابھی حال ہی میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ”جامعہ کراچی میں شعبہ میرین بائیولوجی کی طالبات سے غیر اخلاقی حرکات کرنے والے اساتذہ کو سزا نہ دی گئی تو طالبات اجتماعی خودکشی کر لیں گی۔ طالبات کمیٹی نے ایک پمفلٹ میں صحافیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ طالبات سے غیر اخلاقی حرکات کے مرتکب افراد کو جب بھی سزا دی گئی تو کراچی یونیورسٹی ٹیچرز سوسائٹی نے ہڑتال کی دھمکی دے کر سزا ختم کرادی۔ کمیٹی نے کہا کہ اساتذہ کی =

پھر موجودہ نظام تعلیم مسلم خواتین کے لیے اس لیے بھی سم قاتل ہے کیونکہ موجودہ مغربی نظام تعلیم جولاڑ میکالے کا وضع کردہ ہے، جسے انگریزوں نے اپنے مفادات کی خاطر مختلف اسلامی ملکوں میں جاری و ساری کیا تھا، ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلمانوں پر مسلط کیا گیا تھا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری درس گاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج نظام تعلیم مسلمانوں کے لیے اور خصوصاً مسلم خواتین کے لیے زہرِ ہلاک ہے۔ اس نظام تعلیم سے متاثر ہو کر مسلمان طلبہ و طالبات فرنگی تہذیب کا دلدادہ بنتے ہیں، اسلام کی پیدا کی ہوئی اخلاقی قدروں اور حلال و حرام کے فلسفے سے برگشتہ ہوتے ہیں، شعائرِ اسلامی سے انہیں نفرت دلائی جاتی ہے؛ چنانچہ وہ طحانہ ذہنیت (ethiestic thinking) کے مالک بن جاتے ہیں اور پھر اس نظام تعلیم کے گھٹیا مقصد جو کہ حصولِ معاش ہے، کے پیشِ نظر یہ جدید تعلیم یافتہ طبقے من چلے، بے ادب، فیشن کے پجاری، رشتوں کے احترام و تقدس سے نا آشنا، دوستوں اور پارٹیوں میں اپنی ناک اونچی رکھنے کی خاطر غریب رشتہ داروں بلکہ غریب والدین تک کو نظر انداز کرنے والے بن جائیں تو کیا تعجب؟! نیز اس نظام تعلیم سے متاثر ہو کر مال و دولت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؛ خواہ اس کے لیے چوری، رشوت، غبن، اسمگلنگ، چور بازاری، دغا بازی، جوا، قمار، قحبہ گری، جعل سازی اور ملاوٹ جیسے قبیح افعال کا مرتکب کیوں نہ ہونا پڑے، گویا کثرتِ جرائم کا پیشہ بالواسطہ اسی غلط نظام تعلیم کا نتیجہ ہے جس کی بنیاد

= تنظیم اپنا ووٹ بڑھانے کے لیے ایسے لوگوں کی حمایت کرتی ہے اور ان کے شرماک کردار پر پردہ ڈالتی

ہے۔ [اردو نیوز، جلد ۹، ۹ اگست ۲۰۰۲ء]

یونیورسٹیوں میں غلط نظام تعلیم کے سبب آئے دن اس قسم کے حیا سوز حادثات رونما ہوتے ہیں۔ کیا

اب بھی ذمہ داران کو اپنی عورتوں کی عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے مثبت اقدام کرنے کا وقت نہیں آیا؟؟؟

انگریز نے رکھی تھی۔

غرض مخلوط تعلیم، مخلوط سروس، مخلوط معاشرت کا فتنہ اور مساوات مرد و زن (۱) کا نظریہ مغربی ہے جو اسلامی ممالک میں اسلام کی جڑیں کھوکھلا کر رہا ہے۔ زمری سے لے کر کالج اور یونیورسٹیوں کی سطح تک نصاب تعلیم میں لارڈ میکالے کی وہ روح کارفرما ہے جو اس انگریزی تعلیم کا موجد تھا اور جس نے ۱۸۳۴ء میں جب کہ متحدہ ہندوستان انگریزوں کے زیر نگیں تھا، کہا تھا:

”اس نظام تعلیم سے ایسا طبقہ پیدا ہوگا جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی، مگر خیالات اور تمدن میں انگریز ہوگا۔“

چونکہ یہی نصاب تعلیم بدستور جاری ہے اس لیے خیالات اور تمدن میں انگریز بننے کا سلسلہ باقی ہے۔ خواہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نوجوان طلبہ ہوں یا طالبات، سب اس دوڑ میں صم بکم عمی بنے تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہے ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ان کالجوں اور یونیورسٹیوں کا مروجہ نظام تعلیم ٹھوس دینی تعلیم سے عاری اور اخلاقی اقدار سے خالی ہے۔ یہ سیکولر نظام تعلیم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سے دور کرنے والا، ملحد اور مذہب بیزار بنانے والا ہے۔ دوسری طرف یہ اہل مغرب کی وفاداری کا دم بھرنے والا ہے۔ اس نے ملی غیرت، قومی حمیت، مومنانہ شجاعت و بے باکی کو ختم کر کے خوائے غلامی کو مستحکم کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کی انکوائری رپورٹ میں درج ہے:

”درس گاہوں میں نہ وہ حیات روحانی ہے جو طالب علموں میں سوئے دروں پیدا کرے،

(۱) مساوات مرد و زن سے متعلق اٹھنے والی تحریکوں کے مقاصد اور ان تحریکوں کی حامی مغربی خواتین جنہوں نے گھر کی چار دیوازی سے باہر کمپنیوں، آفسوں، کلبوں، ہوٹلوں، فیکٹریوں یا سیاسی میدانوں کا رخ کیا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی عفت و عصمت کی جو درگت ہوئی ہے، اس سلسلہ میں ایک کس اسی کتاب کے ص ۲۰۲ میں زیر عنوان ”عورت کا دائرہ عمل“ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

نہ وہ وحدت اجتماعی ہے جو اس کی وفاداری کو استواری بخش سکے، نہ وہ ذہنی و اخلاقی شعلہ ہے جو اس کے سینے میں ولولوں کے چراغ روشن کر سکے،^(۱)

رہی یہ بات کہ موجودہ نظام تعلیم سیرت سازی کا کوئی عمل انجام دے تو سیرت سازی اور تربیت تو دین اور اخلاق کی مرہونِ منت ہے، جہاں تعلیم کا مقصد ہی مادی فوائد کا حصول ہو، وہاں روحانی قدریں کیوں کر بحال ہو سکتی ہیں اور کردار سازی کیوں کر ہو سکتی ہے؟ ایسی تعلیم تو روح اور غیرت کی موت ہے۔ اسی لیے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوچھی

عورت بلاشبہ علم کی مستحق ہے، اسے اسلامی دائرے میں رہ کر ہر مفید علم جو اس کی غیرت و جسم کے موافق ہو، حاصل کرنے کی اجازت ہے لیکن بالآخر اس کا اصل مقام اس کا گھر ہے اور وہ گھر میں بیٹھ کر ہی اپنا اصل کردار ادا کر سکتی ہے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ بَلَىٰ بَيْنَ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ“^(۲)

”عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے“۔

ایسی عورت جو پڑھ لکھ کر جج، مجسٹریٹ، انجینیئر، ایم ایل اے، ایم پی یا وزیر وغیرہ بننے کی خواہش کرتی ہے اور اس کے حصول میں شب و روز جنگ و دو کرتی ہے۔ وہ جج اور مجسٹریٹ بھی بن سکتی ہے، اور انجینیئر یا وکیل بھی۔ سیاست کے میدان میں اپنی جولانیاں بھی دکھلا سکتی ہے اور ایم ایل اے، ایم پی، وزیر، مشیر اور سکریٹری بھی مقرر ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ مردوں کی

(۱) پنجاب یونیورسٹی انکوائری رپورٹ صفحہ ۵۳۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب العلق، باب کراہیۃ التناول علی الریق (۲۵۵۳)، مسلم (۱۸۲۹)۔

رفتار سے ہرگز نہیں چل سکتی کیوں کی اس کی قدرتی صلاحیتیں ایسے عہدے کو قبول کرنے کی قطعی اجازت نہیں دیتیں، جیسا کہ پہلے میں نے اس سلسلہ میں بیان کر دیا ہے۔ اور چونکہ ایسے عہدے پر فائز ہونے والی عورت ”مسلم خاتون“ کے بنیادی کردار سے بالکل ہی محروم رہ جاتی ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ عورت کو ایسے عہدے کے لیے الیکشن شفٹ کرنے کی کبھی بھی اجازت نہیں دے سکتی۔

خواتین کی جدید تعلیم کی وجہ سے رونما ہونے والے موجودہ مذہبی، تمدنی اور اخلاقی نقصانات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ مخلوط اور جدید نظام تعلیم واقعی ان کے حق میں سم قاتل ہے۔ اس نے عورت کی نسوانیت، عفت و عصمت، شرم و حیا اور اس کے اخلاق و کردار کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اسی لیے اقبال کو یہ کہنا پڑا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں ارباب نظر اس علم کو موت

مفکر اسلام علامہ اقبال کا قول ہے: ”عورت کا جنسی تقدس اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے اجنبی نگاہوں سے محفوظ رکھا جائے۔ عورت ایک عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی تمام تخلیقی قوتیں مستور اور محجوب ہیں۔“ دور جانے کی ضرورت نہیں، ہٹلر کے زمانہ میں نازی جرمنی میں بڑی شدت سے یہ نعرہ گونجتا تھا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ ہٹلر کا کہنا تھا کہ ”ہم نے عورت کو جو پبلک لائف سے الگ کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کو اصل عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں، اسی لیے ہم ان کو پارلیمانی جمہوریت کی گندگی سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔“ اور مشہور مغربی مفکر لنڈ برگ اپنی کتاب ”ماڈرن ویمن“ میں لکھتا ہے: ”اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ مرد کے کام کرنے کی صلاحیت تیس سے ساٹھ فیصد تک بڑھ جاتی ہے جب اس کی

بیوی اس کے گھر کو بخوبی سنبھال لیتی ہے۔

مغربی خواتین نے مختلف علوم عصریہ کو حاصل کر کے مشرقی خواتین پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نہ جانے ان کے حق میں کیسے کیسے نازیبا اور غیر مناسب الفاظ استعمال کیے۔ لیکن مغربی خواتین اب علم جدید کے بل بوتے پر آزادی نسواں کا نعرہ لگانے والوں کے دھوکے میں آ کر گھر سے باہر نکلنے کا تلخ انجام دیکھ چکی ہیں۔ ڈیڑھ صدی تک آزادی کا سفر طے کرنے کے بعد اس نتیجے تک پہنچی ہیں کہ وہ اول و آخر ایک عورت سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہاں زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جہاں عورت کے گھر سے باہر نکلنے اور بیرون خانہ سرگرمیاں انجام دینے کی وجہ سے بگاڑ پیدا نہ ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اب مغربی ملکوں میں عورت کو گھر واپس لانے کی مہم خوب زور شور سے چلائی جا رہی ہے اور یہ نعرہ گونج رہا ہے کہ جوتے، کپڑے، بندوق، پستول، توپ، ٹینک اور میزائل بنانے والے کارخانوں سے کہیں اہم وہ کارخانہ یعنی گھر ہے جو انسان بناتا ہے۔ اور تو اور خود روس جو مذہب اور اللہ کا مخالف اور کٹر دشمن ہے، اس کا رہنما گورباچوف یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ”خواتین کو اپنی خاندانی ذمہ داریاں سنبھال لینی چاہئے۔ مرد ’جنگ کی آگ‘ اور خواتین ’باورچی خانے کی آگ‘ جلانے کے زیادہ اہل ہیں۔“ (۱)

اب جب کہ ترقی یافتہ قوموں نے مخلوط نظام تعلیم کے کرناک نتائج سے پشمرده ہو کر اپنی عورتوں کو بیرون خانہ سے اندرون خانہ لانے کی مہم شروع کر دی ہیں، ہمارے بہت سے افراد غیرت سے سبکدوش ہو کر پھر اسی آگ میں اپنی جوان بیٹیوں اور بہنوں کو جھلسانے کے لیے مخلوط درسگاہوں کا چکر لگا رہے ہیں تاکہ کسی بھی طرح سے ان دوشیزاؤں کا داخلہ ہو جائے۔ نہ جانے مخلوط نظام تعلیم کے خیر و برکت کا کونسا پہلو ان کے دل و دماغ کے اوپر

بھوت بن کر سوار ہو گیا ہے کہ انہیں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و آبرو پر کچھ غیرت نہیں آ رہی ہے۔ آخر وہ اس عصری نظام تعلیم سے اپنی ان دوشیزاؤں کو آراستہ کر کے وزارت کا کون سا عہدہ دلانا چاہتے ہیں۔ کیا ان کی خواہش ہے کہ نوجوان لڑکیاں وزیر اعظم بن کر اپنے حفاظتی دستہ (جو جوان مردوں پر مشتمل ہوتا ہے) کے بیچ میں رہ کر اپنی شانہ روز کی زندگی گزاریں؟! یا یہ چاہتے ہیں کہ اسمبلی کی ممبر بن کر سیکڑوں بے دین اور درجنوں گھوٹالہ کیس میں ملوث افراد کے بیچ میں بیٹھ کر اپنے حسن و جمال کی نمائش کریں؟! یا یہ کہ ٹی ٹی آئی میں بھرتی ہو کر چلتی ہوئی ٹرین میں جوانوں کے بیچوں بیچ دب پیس کر سرکاری رسید کا ناجائز استعمال کرتی پھریں اور مسافروں کی چٹکیوں و چسکیوں اور قسم قسم کی اٹھنے والی آوازوں کا مسکراہٹ سے جواب دیا کریں؟! یا ان کی خواہش یہ ہے کہ وہ درجنوں نوجوان طالب علموں کے سامنے نہایت ناز و انداز اور دلربا آواز میں کسی کالج یا یونیورسٹی میں لیکچر دیا کریں؟! یا ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس کی حیثیت سے مسافرین کی خدمت کرنے اور ان کے دل بھانے کے لیے انہیں سرورس دلانا چاہتے ہیں؟! کاش ہمارے بھائی ہر شعبہ ہائے زندگی میں اسلامی غیرت کو بروئے کار لاتے!!

مخلوط نظام تعلیم کے بھیا تک اور مضرا اثرات سے مغربی قومیں چیخ رہی ہیں، وہاں اخلاقی نظام بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ پھر قانونی و معاشرتی بندشوں سے آزادی ان قوموں کی قوت حیات کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اور اب حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر پانچویں لڑکی تیرہ سال کی عمر سے پہلے پہلے اپنی کنوارگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے، اور تیرہ سال سے جوں جوں اوپر جائیں، یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے^(۱)۔

چنانچہ جے لنڈ لکھتا ہے کہ ”ہائی اسکول کی کم عمر والی (۱۹۵) لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ

(۱) ملاحظہ ہو عربی ماہنامہ ”البیان“ لندن عدد: ۱۶۵، تحریر: عبدالعزیز کمال۔

سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ان میں سے (۱۲۵) ایسی تھیں جنہیں حمل ٹھہر گیا تھا، باقیوں میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئیں، لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقعیت اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو ان کا صحیح اندازہ نہیں ہے،^(۱)

مخلوط نظام تعلیم کے بھیا تک نتائج سے مشرقی ممالک بھی پلید ہو رہے ہیں اور اب یہاں بھی مخلوط درسگاہوں میں تعلیم یافتہ دوشیزاؤں کی عزت و آبرو خطرے کی زد میں ہے۔ لیجئے نظام تعلیم کے برے اثرات کا اندازہ انڈیا ٹوڈے کی اس رپورٹ سے لگائیے جس میں لکھا ہے کہ ”ممبئی کے بعض اسکولوں کے سروے سے معلوم ہوا ہے کہ بارہ (۱۲) سے پندرہ (۱۵) سال کی عمر کی (۴۳۰) طالبات میں تقریباً (۱۳) فیصد طالبات زنا کے تجرباتی عمر سے گزر چکی تھیں، اور ان میں بچتر (۷۵) فیصدی لڑکیوں کے ساتھ عمل زنا میں ایک سے زائد لڑکے شریک تھے“۔

ایک دوسری رپورٹ میں ہے کہ ”(۱۳) سے (۱۶) سال کی عمر کے (۱۰۰) لڑکے اور لڑکیوں کی انفرادی جانچ پڑتال سے پتہ چلا کہ ان میں سے (۳۸) فیصد لڑکوں اور (۲۷) فیصد لڑکیوں کا اپنے دوستوں سے قریبی رشتہ قائم ہو چکا تھا جن میں قریباً دس فیصدی لڑکے اور لڑکیاں جنسی امراض کے شکار پائے گئے“^(۲)۔

مذکورہ بیانات سے قارئین نے مخلوط نظام تعلیم کے بھیا تک نتائج اور معاشرے پر اس کے برے اثرات کے متعلق جانکاری حاصل کر لی ہوگی۔ علاوہ ازیں اوپر کی سطور میں ہم نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بارے میں اٹھنے والے اعتراضات کا جواب بھی ضمناً دے دیا

(۱) پردہ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۱۰۹-۱۱۰۔

(۲) انڈیا ٹوڈے (ہندی ایڈیشن) ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء۔

ہے؛ نیز خواتین کا تعلیم و تربیت کے بعد اصل مقام کیا ہونا چاہئے شرح و بسط کے ساتھ اس پر بھی بحث گزر چکی ہے۔ اب مخلوط نظام تعلیم کے بارے میں آگہی ہونے کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے؛ چاہیں تو اسلامی غیرت کو بحال کر کے اپنی خواتین کو مخلوط نظام تعلیم کے مضر اثرات سے محفوظ رکھیں اور جن کی غیرت ختم ہو گئی ہے وہ اپنی بے غیرتی کا نقصان خود بھی اٹھائیں اور اپنی خواتین کو بھی اس جہنم کی سلگتی آگ کے شعلوں میں دھکیل دیں۔ وہدیناہ السبیل إماما شاکرا وإماما کفورا۔

۹- اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط:

ہمارے معاشرے میں مردوزن کا باہمی اختلاط بھی فقدان غیرت کی ایک واضح مثال ہے۔ عورتیں بازاروں یا محفلوں میں اجنبی مردوں کی بھیڑ بھاڑ میں شریک ہوتی ہیں۔ وہاں اجنبی مردوں کے بیچ میں اجنبی عورتوں کا ازدحام دیکھ کر شیاطین اپنے گونا گوں حربوں کا استعمال کرتے ہیں۔ عورتیں مردوں سے اور مرد عورتوں سے قریب سے قریب تر ہوتے ہیں اور ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ شیاطین کے شکنجوں میں گرفتار ہو کر عفت و عصمت کی تمام رکاوٹوں کو ختم کر کے یہ اجنبی مرد و عورت باہمی اختلاط کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی گناہ نے جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جس سے شریعت اسلامیہ نے سختی سے روکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی بے حیائی و بدکاری کے معاشرے میں جڑ پکڑنے کے خوف سے اپنے زمانہ کے مسلمانوں کو غیرت دلاتے ہوئے کہا تھا:

”کیا تم لوگوں کو اس بات سے شرم و حیا نہیں آتی یا تمہارے پاس غیرت نہیں، کیوں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں اجنبی مردوں کے ازدحام میں نکلتی ہیں“ (۱)۔

میلوں، محفلوں یا بازاروں میں مردوزن کے باہمی اختلاط سے ہمارے معاشرے میں جو

(۱) مسند امام احمد: ۱۳۳/۱- شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ عربی متن کے لئے دیکھئے ص ۶۳۔

بے حیائیاں جنم لیتی ہیں، ان سے کوئی بھی باغیرت انسان انکار نہیں کر سکتا۔ اخبارات و جرائد میں باہمی اختلاط مرد و زن کے سنگین اور بھیانک نتائج کے متعلق بارہا کچھ نہ کچھ شائع ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ اپنی عورتوں کی عفت و عصمت پر غیرت نہیں کھاتے اور انہیں اجنبی لوگوں کے درمیان آنے جانے کی کھلی آزادی دے بیٹھتے ہیں۔ دہلی کے پرگتی میدان کے اندر سال میں ایک مرتبہ ایسا میلا لگتا ہے جس میں ہندوستان کے تقریباً تمام صوبے حصہ لیتے ہیں اور سرکاری طور پر ہر صوبہ کے لیے الگ الگ ایک ایک عمارت مختص ہوتی ہے جس کے اندر وہ اپنی روایات اور تہذیب و ثقافت کی نمائش لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میلے میں مختلف قسم کے (ان کی زبان میں) ثقافتی پروگرام بھی ہوتے ہیں جو میلے میں شرکت کرنے والے ناظرین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس میلا میں بڑے بڑے تاجر اپنی تجارت کی منڈی چکانے کے لیے شریک ہوتے ہیں۔ یہاں کے ایک پروگرام میں اندرون و بیرون ملک کی بڑی بڑی کمپنیاں اپنے تیار کردہ ملبوسات کی نمائش نو جوان لڑکیوں اور لڑکوں کے ذریعہ پیش کرتی ہیں۔ ان ملبوسات میں جذبات کو براہِ بیخندہ کر دینے والے سبکی لباس بھی ہوتے ہیں جنہیں دوشیزائیں آنے والے ناظرین کے سامنے پہن کر دکھاتی ہیں اور اسٹیج پر اپنے مخصوص ناز و انداز اور چال ڈھال کے ذریعہ مختلف کمپنیوں کے تیار کردہ ملبوسات کی نمائش کرتی ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں یہ میلا گھومنے اور دیکھنے والی دو دوشیزاؤں کے ساتھ چند نو جوانوں نے انتہائی شرمناک چھیڑ خانی کی، یہ دونوں دوشیزائیں ٹی شرٹ اور جنس پائینٹ پہنے ہوئی تھیں جس سے ان کے بدن کا انگ انگ ظاہر ہو رہا تھا۔ آخر وہ اپنے دفاع میں چیخ و پکار کے علاوہ کچھ بھی کیا سکتی تھیں، ٹھہریں جو صنفِ نازک..... بہر حال انہوں نے اپنی بقیہ عزت کی حفاظت کے لیے جلدی سے میلا سے گھر کی طرف فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھیں اور بات آئی گئی ہوگئی..... کیا آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں دوشیزائیں اپنے گھر پہنچ کر اپنے سر پرستوں سے اپنی عفت و عصمت کی جانب بڑھنے والے ہاتھوں کی

شکایت کی ہوں گی؟!

نہ معلوم ایسے میلوں، بازاروں اور محفلوں میں نکلنے والی کتنی دوشیزاؤں اور عورتوں کے ساتھ اجنبی لوگ کیا کیا گل کھلاتے ہیں اور اس اختلاط مردوزن کے بھیاں کتنا منہج سے ان دوشیزاؤں اور عورتوں کے سر پرست حضرات غافل رہتے ہیں اس کا صحیح اندازہ غیرت مند سرپرستوں کے علاوہ کسی کو نہیں۔

مذکورہ واقعہ ہی نہیں بلکہ ایسے مواقع پر جہاں اجنبی مردوں اور عورتوں کا ازدحام ہوتا ہے، اس قسم کے حیا سوز واقعات اس کثرت سے رونما ہوتے ہیں کہ اخبارات و رسائل والے انہیں شمار نہیں کر سکتے اور اگر شمار بھی کر لیں تو جرائم کے متعلق ان کے اخبارات کے مختص کالم حیا سوز خبروں کو شائع ہونے کے لیے کافی نہ ہوں گے۔

خاص کر شادی وغیرہ کے موقعوں پر ہمارے معاشرے میں اختلاط مردوزن پر کوئی خاطر خواہ پابندی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کے مابین تعلقات کا سنہری موقع ہاتھ آجاتا ہے اور پھر معاشرہ میں اس کا نتیجہ جو سامنے آتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ انہی ساری برائیوں اور بے حیائیوں کو ختم کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے مردوزن کے باہمی اختلاط سے بچنے پر زور دیا ہے، تاکہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں یا جوان مردوں اور عورتوں کے مابین بے حیائی و بدکاری کے جملہ راستے بند ہو جائیں، اور اس طرح خواتین کی عفت و عصمت محفوظ و مامون رہ سکے؛ حتیٰ کہ مردوزن کے اس اختلاط سے بچنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے بعض اسلامی احکام تک کو بدل دیا ہے، اور مردوں کے بالمقابل عورتوں کے لیے بعض علیحدہ احکام بتائے گئے ہیں، جیسا کہ آپ اس کے متعلق عنوان ”شریعت اسلامیہ عفت و عصمت کی ہر ممکن حفاظت کرتی ہے“ کے تحت مطالعہ فرما چکے ہیں۔

لیکن تعجب خیز اور قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ جوان لڑکیوں اور عورتوں کے سرپرست

حضرات اس اختلاط کے بھیاںک نتائج سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے بچنے کے لیے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھاتے اور اپنی عورتوں کو اجنبی مردوں کے ازدحام میں جانے کی مکمل آزادی دیتے ہیں۔ بعض سیکولر قسم کے مسلمان تو یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ مرد و زن کے باہمی اختلاط سے کوئی بڑا مسئلہ رونما نہیں ہوتا بلکہ اس طرح مرد و عورت کے ایک دوسرے کی طرف بار بار دیکھنے کی وجہ سے ان کے اندر ایک دوسرے کی چاہت اور خواہش کم ہو جائے گی؛ حالاں کہ ان کا یہ نظریہ انتہائی غیر معیاری اور بے غیرتی پر مبنی ہے۔ اگر ایسے لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان اس اختلاط کی وجہ سے ناجائز تعلقات کے رومانی قصوں کا ڈرامہ کیوں چھڑ جاتا ہے؟ اور پھر دو اجنبی مخالف جنسوں کے درمیان پیار و محبت کے سبب جائین کی طرف سے بسا اوقات کئی کئی جانیں کیوں بندوق کی گولیوں کا نشانہ بن جاتی ہیں؟..... کیا یہ سچ نہیں ہے؟!

جولوگ اس قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ”اختلاط سے شعور تیز ہوتا ہے، جذبات میں سدھار آتا ہے، خوابیدہ توانائی نکھرتی ہے اور صنف نازک کو دیکھ کر جذبات میں ہیجان یا شعور میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ گویا اختلاط؛ نکھار، نرمی، پاکیزگی اور درستی کا سبب ہے“ تو اس قسم کا پروپیگنڈہ محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔ مشاہدات و تجربات سے یہ جھوٹ خود بخود فاش ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ آخر یہ وہی یورپ ہے جہاں جنسی اختلاط اپنے عروج پر ہے، اس کے باوجود وہاں کے مردوں اور عورتوں کی مثال بندروں اور سوروں کی سی ہے۔ ان کے اندر شہوت رانی اور ہوس کی آنج تیز سے تیز تر ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں خاندان اور اس کے روابط کا یا تو نام و نشان نہیں ہے یا ہے تو مٹا جا رہا ہے۔ اور اس اختلاط کی وجہ سے وہاں اخلاقی بگاڑ اور پستی بھی اپنے پورے شباب پر ہے؛ چنانچہ قدیم اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ امپیریل ہائی اسکول کی ۴۸٪ طالبات کنواری مائیں بن چکی ہیں۔

یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"The percentage of pregnant high school girls, as a result of a free co-ed. Society reached 48% in one high school in the United States. A look at the broken homes which were erected on the so called love and free choice, increased drastically between the years of 1890 and 1948 as follows: 1890 = 6% , 1900= 10% , 1914= 14%, 1930=14%, 1940= 20%, 1946= 30% and in 1948= 40%, and it is still on the rise."⁽¹⁾

پھر یہ گزشتہ دنوں کا اعداد و شمار ہے۔ اگر آج کے بگاڑ کا جائزہ لیا گیا تو اس میں شک نہیں کہ ان اعداد و شمار میں کافی اضافہ نظر آئے گا۔ پھر تعلیمی درسگاہوں اور ہائی اسکولوں کے علاوہ رہائشی مکانات کا سروے (survey) کرنا بھی ضروری ہے، جو کڑی شہوتوں کے ٹھیک زد پر ہیں۔ جہاں خواہشات کی حکمرانی ہے، جہاں قلق و اضطراب اپنے شباب پر ہے، جو مخلوط سماج میں جذبات و احساسات کو اور بھی برا بیچتے کرنے کے لیے پاہ رکاب ہے، جہاں نئے نئے مرد وزن کے روپ میں شوہروں اور بیویوں کو ہر روز نئی پوشاک دستیاب ہے، آئے دن ہر کوئی نت نئے شکار کی تاک میں ہوتا ہے، ہوا کے جھونکوں اور طوفان کے تیز تھیرٹروں میں جہاں بھی کسی بیوی کو کوئی چچھاتا خاوند یا کسی خاوند کو کوئی شوخ حسینہ نظر آتی ہے، ان کی نیٹوں میں فتور آ جاتا ہے اور گھر کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ جیسے بیوی یا خاوند بیوی یا خاوند نہیں بلکہ گھر کا ٹوٹا پھوٹا اثاثہ، گلے کا ٹوٹا ہار یا محبت کی نگری کا کوئی فیشن ایبل لباس ہے۔

تعجب تو اس امر پر ہے کہ اب اختلاف مرد وزن کے بھیانک نتائج سے اہل مغرب بری

طرح متاثر ہو کر عورتوں کو گھروں میں واپس کر رہے ہیں اور اس کے لیے مغرب میں اب "Back to Home" کی باقاعدہ تحریک چل نکلی ہے لیکن اہل مشرق ہیں کہ اسی عمیق کنوئیں میں چھلانگ لگانے کے لیے طرح طرح کے طریقے کھوج کر رہے ہیں جہاں کے اندھیروں اور قبیح بدبو سے مغرب باہر آنا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک امریکی لیڈی فلمکار (مصنفہ) مسز ہڈسن کی کتاب "سیکس اینڈ کامن سنس" (Sex & Commonsense) سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"ہماری تہذیب کی دیواریں منہدم ہونے کو ہیں، نہ معلوم کب یہ ساری عمارت بیٹھ جائے۔ اس کی بقا کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط اور میل جول پر پابندی لگائی جائے اور عورتوں کو گھروں میں واپس لایا جائے۔"

۱۰- دوشیزاؤں اور عورتوں کی مارکیٹنگ:

ہمارے معاشرے میں عورتوں یا دوشیزاؤں کا جماعت بنا کر یا تنہا مارکیٹنگ کے نام پر بازاروں کی طرف نکلنا بھی فقدانِ غیرت کی ایک مثال ہے۔ جو ان عورتیں بناؤ سنگار کر کے بے پردہ بازاروں میں نکلتی ہیں، وہاں صاحبِ دکان سے سامان (کپڑے وغیرہ) خریدتے وقت بھاؤ تاؤ کرتی ہیں، قیمت میں کمی کرنے کے لیے ہنسی مذاق کا سہارا لیتی ہیں، دکان کے عاملین ان سے غیر اخلاقی باتیں کر کے انہیں لہاتے ہیں اور عورتیں ان سطحی اور غیر اخلاقی باتوں کو اپنی تعریف پر محمول کر کے خوشی سے پھولے نہیں ساتیں۔ ظاہر سی بات ہے اپنے حسن و جمال اور علم و ہنر کی تعریف سن کر کسے خوشی نہیں ہوتی؟ نیز دکاندار قیمت میں اچھی خاصی چھوٹ (Discount) کا جھانسدے کر بار بار ان عورتوں کو اپنی دکان کا طواف کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ صاحبِ دکان ان کے حق میں بہت مخلص اور سستے دام

میں سامان مہیا کرنے والا ہے۔ لیکن یہاں تو غالب کے کلام میں تھوڑا تصرف کے ساتھ کچھ اور ہی مقصد کا رفرما ہوتا ہے جو جلد ہی منظر عام پر آ جاتا ہے۔

یہ خصوصی ڈسکاؤنٹ بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پرداداری ہے

سبھوں کو معلوم ہے کہ عورتوں کے کچھ مخصوص لباس ایسے ہوتے ہیں جنہیں خریدتے وقت مرد حضرات بھی بڑے احتیاط سے دکاندار سے طلب کرتے ہیں؛ حتیٰ کہ بہت سے دیندار اور شرمیلے لوگ تو زبان سے یہ لباس مانگنے کے بجائے کاغذ پر لکھ کر دکاندار کے حوالے کر دیتے ہیں اور دکاندار ان کی فرمائش کی تکمیل کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس بار بار بازاروں کا رخ کرنے اور مارکیٹنگ کرنے والی خواتین اور دوشیزاؤں کے لیے دکاندار سے اپنے اندرونی لباس کو بلا جھجک طلب کرنا کوئی شرم و عیب کی بات نہیں۔ آخر اجنبی مردوں سے بے تکلفی، شیریں کلامی، ہنسی مذاق اور عشق و محبت کی داستانیں چھڑنے والی باتیں یہی وہ مقدمات تو ہیں جن کا ایک عورت ارتکاب کرتے کرتے شرم و حیا کی چادر پھینک کر جرأت مندانہ قدم اٹھا لیتی ہے، اور پھر سماجی و معاشرتی قدروں پر ایک بدنماداغ ثابت ہوتی ہے۔

ادھر ہمارے مردوں کے پاس اب اپنی بیویوں کے لوازمات و ضروریات خریدنے کے لیے فرصت ہی نہیں۔ کام دھام میں ان کی مشغولیت اس قدر زیادہ ہے کہ دن بھر ان کے اوقات دوست و احباب سے گپ شب میں بازار کے اندر ہی گزرتے ہیں لیکن کبھی یہ توفیق نہیں ہوتی کہ گھر واپس ہوتے وقت اپنی عورتوں کی ضروریات اور ان کے کپڑے وغیرہ خرید لیں، تاکہ عورتوں کو مارکیٹنگ کا بہانہ بنا کر بازاروں کا رخ کرنے کا موقع نہ ملے۔ یہ لکھتے وقت مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ ایک صاحب نے اپنی بیگم کا فون ریسو کرتے ہوئے کہا:

ہیلو میڈم، خیریت سے ہیں؟ مارکیٹنگ کر کے آگئیں؟

میڈم: جی ہاں! بچہ بچی اور اپنی ضروریات خرید لائی لیکن آپ کے کپڑے نہیں خرید سکی،

کیوں کہ مجھے دکاندار سے کہتے ہوئے شرم آرہی تھی۔

میاں صاحب: ارے واہ! تم تو بڑی شرمیلی نکلیں، اپنی ضروریات کے کپڑے خریدتے وقت تو شرم نہیں آئی اور میرے لیے انڈرویئر خریدنے میں شرمندہ ہو گئیں؟؟

جی ہاں ایسے ہیں ہمارے معاشرے کے نوجوان حضرات!! جودن بھر مارکیٹ میں رہنے کے باوجود گھر کی رونق کو سرباز بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی اور ان کی مارکیٹنگ کر لائیں۔ بھلا جس معاشرہ میں اس فکر کے افراد ہوں، وہ اپنی عورتوں پر کیوں کر غیرت کھا سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں ہمارے معاشرے میں یہ رواج بھی عام ہو چکا ہے کہ اب جوان لڑکیاں اور عورتیں من پسند کپڑے پہننے کی عادی ہو گئی ہیں۔ شوہر یا گھر کے سرپرست اگر کوئی کپڑا خرید کر یا درزی سے سلوا کر لاتے ہیں تو انہیں پسند نہیں آتا۔ سلے ہوئے کپڑے میں طرح طرح کے نقص و عیب نکالتی ہیں، شوہر یا سرپرستوں کو کوستی ہیں؛ چنانچہ یہ لوگ جھنجھلا کر غصہ میں کہہ دیتے ہیں کہ تم ہی جا کر اپنے کپڑے من کے مطابق سلوالو، یا خرید لو۔ یہ بات تو ان علاقوں کے لیے ہے جہاں مغربی تہذیب کی ابھی ابتدا ہے لیکن جس ماحول میں مغربی رنگینی تہذیب و ثقافت عام ہو چکی ہے اور مرد و عورت سب اس ماڈرن کلچر کے پیچھے بھاگ رہے ہیں وہاں تو شوہر یا سرپرستوں سے جوان لڑکیوں اور عورتوں کو اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی ہے۔ کپڑا سلانے یا خریدنے کی نوبت آئی فوراً میک اپ کر کے چہرے کو سجایا دھجایا، جاذبیت والا لباس زیب تن کیا اور خود ہی درزی کے پاس پہنچ گئیں۔ وہاں درزی فٹ کپڑے بنانے کے لیے ان کے نازک جسم کا ناپ لینا شروع کر دیتا ہے، اور حسینائیں بخوشی اپنے جسم کے ایک ایک حصہ کی ناپ دیتی ہیں، کیوں کہ ان کے خیال میں درزی جس قدر اچھی طرح بدن کے حصوں کو ناپے گا اسی قدر بہترین، خوبصورت اور جاذب نظر سوٹ تیار کرے گا۔

یہ صرف الفاظ میں کوئی افسانوی تصورات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ نوجوان لڑکیوں اور

عورتوں کے بازاروں کی طرف مارکیٹنگ کے بہانے یا کپڑے خریدنے یا سلانے کے لیے نکلنے سے آج ان کی عفت و عصمت کی جو درگت ہوئی ہے، اس سے ہر وہ شخص واقف ہے جس نے بازاروں میں دکاندار یا درزی سے نوجوان دوشیزاؤں یا عورتوں کو کھل کر باتیں کرتے دیکھا ہے یا اخبارات و رسائل میں عورتوں اور اجنبی مردوں کے درمیان عزت و آبرو کی دھجیاں اڑا دینے والے گرما گرم واقعات کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ غیرت و حمیت سے عاری لوگ اپنی عورتوں کو باہر نکلنے سے کنٹرول کرنے کی بجائے انہیں کھلی آزادی دے بیٹھتے ہیں اور جب بازار کے اجنبی مردوں کے ساتھ مارکیٹنگ کرنے کے لیے نکلنے والی عورتوں کے ناجائز تعلقات کی خبریں فضا کو ملکر کرنے لگتی ہیں تو جملہ حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے انجان بننے کی بیجا کوشش کرتے ہیں^(۱)۔

(۱) عورتیں جب بلا روک ٹوک کھلی آزادی کے ساتھ گھر سے باہر قدم رکھتی ہیں تو نہ جانے کیسے کیسے بے حیا عمل انجام دیتی ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ حال ہی میں ایک اخبار نے ایک شرمناک خبر شائع کی ہے جس کو پڑھ کر ان حضرات کو غیرت کھانی چاہئے جو اپنی عورتوں کو بے لگام گھر سے باہر چھوڑ دیتے ہیں۔ اخبار اردو نیوز عنوان ”بیک وقت تین مردوں سے شادی کرنے والی عورت گرفتار“ کے تحت لکھتا ہے: ”قاہرہ (اے ایف پی) مصری پولیس نے بیک وقت ۳ مردوں سے شادی کرنے والی عورت کو گرفتار کر لیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق مصری خاتون آمال علی مصطفیٰ نے سرکاری کاغذوں میں ہیر پھیر کر کے اور جعلی نام استعمال کر کے بیک وقت ۳ مردوں سے شادی کر لی۔ مصر کی عدالت نے کہا کہ عین شمس علاقے کا ۳۶ سالہ رہائشی سلیمان عطیہ نے ۳ سال پہلے آمال علی مصطفیٰ نامی خاتون سے نکاح کیا۔ اس اثنا میں اس کا ایک بچہ بھی ہوا لیکن اچانک اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی بیوی ایک اور شخص سے بھی رشتہ ازدواج میں نہ صرف فیسلک ہے بلکہ اس سے اس کے دو بچے بھی ہیں۔ شوہر سلیمان عطیہ نے کہا کہ بیوی کی گھر سے بار بار غیر حاضری نے اسے شک میں ڈال دیا۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ وہ میکے جا رہی ہے۔ ایک دن اس کا بچہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک شخص کے گھر جاتی ہے تو وہ فوراً پولیس کو خبر کرنے گیا۔ پولیس اسٹیشن میں آمال نے جلد ہی اقرار کر لیا کہ اس نے شوہر کے علاوہ دو اور مردوں کے ساتھ بھی عریٰ نکاح کیا ہوا ہے۔ تیسرے شخص سے بھی اس کی ایک بچی ہے۔“ [اردو نیوز، جلد ۱۲، جون ۲۰۰۲ء]۔

مسلم خواتین کی عبرت کے لیے ہم ذیل میں ایک غیرت مند خاتون کا واقعہ نقل کر رہے ہیں، تاکہ ہماری خواتین بازاروں کی طرف نکلنے سے گریز کریں، اپنی عفت و عصمت پر شدید غیرت کھائیں اور اپنی آبرو کے انتہاک و پامالی کے لیے بڑھنے والے ہر ہاتھ کو اپنے اعمال سے مفلوج کر دیں۔ یہ واقعہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن المانع نے عبدالملک القاسم کی کتاب ”الہاربات الی الأسواق“ (بازاروں کا رخ کرنے والی خواتین) کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”صاحب قصہ کا بیان ہے کہ میں وہ دن نہیں بھلا پاتا ہوں جب میری منجھلی بہن نے اپنی شادی سے کچھ دنوں قبل میری ماں کے ساتھ مارکیٹنگ کے لیے بازار نکلنے پر اصرار کیا تھا۔ اس نے بار بار امی جان سے کہا کہ ہم مارکیٹنگ صرف چند دکانوں سے کریں گے اور آدھا ایک گھنٹہ میں بازار سے واپس آجائیں گے، وہاں کوئی خاص وقت نہیں لگے گا۔ میری بہن کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر میری ماں نے بازار نکلنے پر حامی بھر دی۔ لیکن مارکیٹنگ کے لیے نکلنے والے دن میری امی جان جو ادھیڑ عمر کی تھیں، کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ بازار کی طرف یوں چل رہی تھیں جیسے انہیں موت کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے۔ گو ان کے جسم سے پسینہ نکل رہا تھا، پورے بدن میں کپکپی طاری تھی، زبان میں لڑکھڑاہٹ تھی، (کیوں کہ اپنی زندگی میں کبھی انہوں نے اجنبی مردوں کے ازدحام میں قدم نہیں رکھا تھا) ہم ان کی اس ادا پر اندر ہی اندر مسکان بھر رہے تھے، اور ادھر امی جان ذکر و دعا اور تسبیح و تہلیل میں رطب اللسان تھیں۔ جب ہم مارکیٹ پہنچے تو میری ہمشیرہ نے دکاندار سے کپڑا طلب کیا۔ دکاندار میری ماں کی طرف بات کرتے ہوئے متوجہ ہوا اور کپڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ان کی طرف دکھانے کے لیے بڑھایا۔ امی جان نے جو یہ منظر دیکھا تو فوراً دکاندار کے پاس سے نکل کر باہر چلی آئیں۔ میری بہن بھی ماں کے پیچھے ہی نکل پڑی۔ امی جان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو

بہہ رہے تھے اور ان کی زبان گویا تھی: ”اجنبی مردوں سے گفتگو کرنا میں کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتی ہوں، میں اس بات کو قطعی برداشت نہیں کر سکتی کہ اجنبی مرد مجھ سے قریب ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے امی جان فوراً گھر واپس ہو گئیں اور اس کے بعد کبھی بھی مارکیٹنگ کے لیے بازار کا رخ نہیں کیا۔ یہ ان کی پہلی اور آخری مارکیٹنگ تھی“ (۱)۔

ہمارے معاشرے کی خواتین ذرا اپنی غیرت و حمیت کا موازنہ مذکورہ عفت شعار خاتون کی غیرت و حمیت سے کریں اور دیکھیں کہ یہ پاکباز خاتون اپنی عفت و عصمت پر کس قدر غیرت مند تھی۔ کیا اس خاتون کی وفات کے ساتھ ساتھ ہماری غیرت و حمیت اور شرم و حیا بھی دفن ہو گئی کہ ہماری خواتین اس طرح کی مثالی خاتون بننے کی کوشش نہیں کرتیں؟!

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات ہی کی حامل بھولی بھالی پاکدامن مومن عورتوں کی آبرو پر غیرت کھاتے ہوئے ان پر بہتان تراشی کرنے والوں کے لیے کڑی سزا مقرر کی ہے تاکہ معاشرہ میں ایسی عفت شعار عورتوں کی عفت و عصمت پر کوئی معمولی آج بھی نہ آنے پائے؛ چنانچہ قرآن گویا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَا يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ”اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت دھریں پھر چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں تم لوگ اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی نہ قبول کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔“ [سورۃ النور: ۴] (۲)۔

۱۱۔ نسوانی آرائش و زیبائش اور لباس:

نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کا غیر اخلاقی لباس زیب تن کرنا اور اپنی آرائش و زیبائش کا

(۱) الغيرة على المرأة ص: ۶۵، لعبد اللہ بن عبد الرحمن المالک

(۲) اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو ص ۱۱۱ میں ذیلی عنوان ”بہتان تراشی کی مذمت.....“ کے تحت گزر چکی ہے۔

اظہار کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلنا بھی ہمارے معاشرے کے لیے ایک مصیبت ہے۔ یہ فقدانِ غیرت ہی ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس طرح کے غیر اخلاقی عادات و اطوار اپنانے اور برسرِ عام ان کا اظہار کرنے والی لڑکیوں اور عورتوں پر پابندی لگانے کے بجائے خاموشی اختیار کر کے یا چشم پوشی سے کام لے کر ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔

زیب و زینت اور آرائش و زیبائش ایک عورت کا فطری حق ہے اسی لیے ہر زمانے میں خواتین کو اس سے خصوصی لگاؤ رہا ہے اور ہر قوم اور معاشرے کی عورتیں آرائش و زیبائش اور زیب و زینت کی دلدادہ رہی ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے بھی صنفِ لطیف کے اس فطری ذوق و شوق کو سرد نہیں کیا، بلکہ اس کی نظر میں عورت کا حدودِ اخلاق میں رہ کر خوشنما لباس زیب تن کرنا اور آرائش و زیبائش کرنا عین اسلام ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ“^(۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ جمیل (خوبصورت) ہے اور جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے“

ایک روایت میں ارشاد ہے:

”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ“^(۲)

”اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس کے انعام و اکرام کا اثر نمایاں ہو“

امام بخاری نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں^(۳):

”كُلُّ مَا شِئْتُ وَالْبَسُ وَاشْرَبْتُ مَا شِئْتُ مَا أَخْطَأْتُكَ ائْتَانِي سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ“

(۱) صحیح مسلم: للإيمان تحریم الکبر و بیانہ، رقم: (۱۴۷)، ابن ماجہ: الدعاء امام احمد: (۱۳۳/۴-۱۳۴)۔

(۲) مسند امام احمد: (۳۱۱/۲، ۳۳۸/۴)، ترمذی: الأدب باب ۵۴، رقم: ۲۸۱۹۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، دیکھئے

غایۃ المرام: ۷۵۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب اللباس کے شروع میں، مسند امام احمد: (۱۸۱/۳)، ابن ماجہ: کتاب اللباس۔

”جب تک فضول خرچی یا تکبر کا شائبہ نہ ہو، حسب خواہش کھاؤ پیو پہنو“۔

اللہ تعالیٰ بندے کی باطنی آلودگیوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ ظاہری پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کو بھی پسند کرتا ہے۔ اس لیے اس نے نماز کے اوقات میں اچھے لباس جس میں ناشائستگی کا شائبہ نہ ہو، زیب تن کر کے اپنی عبادت کی دعوت دی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ ”اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو، اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت، اس کی پاکیزہ اشیاء اور رزق کو حرام ٹھہرا دیا ہے جب کہ انہیں اپنے بندوں ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے“۔ [الأعراف: ۳۱-۳۲]

مذکورہ آیات کریمہ و احادیث شریفہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ شریعت اسلامیہ لباس، زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کی مخالف نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ عورت مرد کی مشابہت سے گریز کرے اور مرد عورت کی مشابہت سے۔ ابو داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ“ (۱)۔ ”رسول اکرم ﷺ نے نسوانی لباس پہننے والے مرد اور مردانہ لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے“۔

اور بخاری شریف میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ

(۱) ابو داؤد: کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، رقم: (۴۰۹۸)، علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث

النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ“ (۱)۔ ”اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے“۔

معلوم ہوا کہ عورتیں خوبصورت لباس ضرور زیب تن کریں، اپنی آرائش و زیبائش پر ضرور دھیان دیں لیکن لباس تقویٰ کو فراموش نہ کریں اور ایسا نہ ہو کہ مردوں کے لباس عورتیں اپنائیں اور عورتوں کے لباس مرد جیسا کہ آج کے ماحول کا مطالعہ کر کے کسی نے کہا ہے اور بالکل حق کہا ہے۔

عورتیں پہنتی ہیں پتلون اور مرد پہنے ہوئے غرارہ ہے

پھر جس لباس کے زیب تن کرنے سے عورت کا جسمانی ڈھانچہ ہی بدل جائے اور عریانیت نمایاں ہو تو ایسا لباس زیب تن کرنے والی عورت شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں سخت لعنت اور وعید کی مستحق ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”نِسَاءٌ كَاسِيَاتٍ عَارِيَّاتٍ مَائِلَاتٍ مُّمِيلَاتٍ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَرِيحُهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ“ (۲)۔ ”لباس پہننے کے باوجود نکلی رہنے والی (یعنی باریک لباس پہننے والی) مردوں کی طرف خود مائل ہونے والی اور مردوں کا رجحان (ناز و اداسے) اپنی طرف پھیرنے والی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی جب کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے سفر کی مسافت سے بھی آئے گی“۔

(۱) بخاری: کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال (۵۸۸۵)، ابوداؤد: (۴۰۹۷)، ترمذی: (۲۷۸۵)، ابن ماجہ: (۱۹۰۴)۔

(۲) موطا مالک: کتاب الجامع، باب ما يكره للنساء لبسه من الغياب، رقم: (۲۶۵۲)، نیز صحیح مسلم: کتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، رقم (۲۱۲۸) میں یہ حدیث وارد ہے، لیکن اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ”ایسی عورتوں کے سر بختی اونٹ کے مانند ہوں گے“۔ (یعنی بال کو طرح طرح کے اسٹائل سے سجائی ہوں گی) اور اس روایت میں پانچ سو سال کی مسافت کے بجائے ”اتنی اتنی دوری“ کے الفاظ آئے ہیں۔

اس حدیث نبوی ﷺ کے پیش نظر باریک یا غیر اخلاقی لباس اور نامناسب حرکات و سکنات کا ارتکاب کر کے عورت یا تو جہنم کے بھیانک عذاب میں خود کو دھکیل دے یا غیر اخلاقی لباس اور نامناسب حرکات و سکنات سے نفرت اور ان سے دوری اختیار کر کے جنتی عورتوں کی فہرست میں اپنے نام درج کرائے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ سورة الأعراف آیت ۲۶ میں مذکور الفاظ ”لباس التقویٰ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”انسان کے لیے لباس کا صرف ذریعہ ستر پوشی اور وسیلہ زینت و حفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت اس معاملہ میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہئے وہ یہ ہے کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو یعنی پوری طرح ساتر ہو، زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا نہ ہو، یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو، فخر و غرور اور تکبر و ریا کی شان لیے ہوئے نہ ہو، اور پھر ان ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو، جن کی بنا پر مرد و زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود اپنی ذلت کا زندہ اشتہار بن جاتی ہے“ (۱)۔

۱۲- بیوٹی پارلر:

جیسا کہ اس سے پہلے بتایا گیا کہ شریعت اسلامیہ آرائش و زیبائش اور زیب و زینت اختیار کرنے سے عورتوں کو نہیں روکتی۔ لیکن اس کے لیے بیوٹی پارلر کی وبا جو ہمارے درمیان پھیل چکی ہے جہاں بسا اوقات مرد بھی خدمت سرانجام دیتے ہیں، یہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک کوئی مستحب امر نہیں بلکہ یہ بھی ہمارے معاشرہ کی غیرت پر ایک بدنما دھبہ ہے۔

دیہات کے علاقے تو الحمد للہ اس وبا کی لپیٹ سے ابھی محفوظ ہیں لیکن شہروں میں یہ وبا

(۱) تفہیم القرآن جلد دوم ص: ۲۰۔

عام ہو چلی ہے۔ وہاں دوشیزائیں یا جوان عورتیں جب تک اپنا میک اپ کسی بیوٹی پارلر میں نہیں کرا لیتیں ان کے حسن و جمال کے نکھار کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اسلامی بہن ثریا بٹول علوی (پروفیسر گورنمنٹ کالج برائے خواتین، لاہور پاکستان) کی تحریر سے چند اقتباسات من و عن ذیل میں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں، وہ لکھتی ہیں:

”ہمارے ہاں جو بیوٹی پارلروں، فیشن شوز، ورائٹی شوز وغیرہ کی دبا چل نکلی ہے، جن کا مقصود و مدعا ہی صرف یہ ہے کہ آرٹ و ثقافت کے نام پر عورت کو صرف آرائش و زیبائش اور میک اپ پر ہی لگا دیا جائے۔ گھر سے نکلنے سے پہلے گھنٹہ بھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی رہے۔ مختلف رنگوں اور مختلف زاویوں سے اپنے آپ کو پرکھتی رہے کہ کہاں بناوٹ میں کمی رہ گئی ہے، کہاں دلکشی اور رعنائی میں کوئی خامی ہے۔ پھر باقاعدہ بیوٹی پارلر جا کر ہر موقع کی مناسبت سے میک اپ کرانا، میڈیکل کالج کی طالبات کا ہر روز بیوٹیشن سے میک اپ کرانا، (خیال رہے کہ میڈیکل کی پڑھائی سب سے مشکل ہوتی ہے) اگر وہ طالبات اسی غرض کے لیے باقاعدہ بیوٹیشن (خوبصورت میک اپ کرنے والا) کی خدمات سے فائدہ اٹھاتی ہیں تو اندازہ کریں یہ مرض ہمارے معاشرے میں کتنا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ خواتین باقاعدہ مغرب میں میک اپ کرنے کا فن سیکھ کر آتی ہیں اور اب وہ یہاں اپنے ادارے قائم کرتی ہیں۔ لاہور کے ہر بازار، ہر کونے اور گلی میں آپ کو بیوٹی پارلر ملے گا، ماڈلنگ کو باقاعدہ فن کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے (۱)۔“

(۱) چونکہ مصنفہ پاکستانی ہیں اس لیے لاہور کا ذکر کیا ہے، ورنہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں بیوٹی پارلر کی دبا چل چکی ہے۔ ممبئی، دہلی، کلکتہ، مدراس، بنگلور، حیدرآباد، لکھنؤ جیسے بڑے شہروں میں تو جگہ بہ جگہ بیوٹی پارلر کے بورڈ نظر آئیں گے۔

دو تین سال کی بچیاں دلہنوں کی طرح فل میک اپ کرتی ہیں اور پھر پوچھتی ہیں: ”میں چھوہنی لگ رہی ہوں“ تو اس وقت میں اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگتی ہوں کہ ہم ان کو دین کی تعلیم نہ دے سکے۔ ٹی وی اور وی سی آر کے ماحول نے یہ خناس ان کے ذہنوں میں بھر دیا ہے کہ بس خوبصورت بننا ہی ہمارے لیے مقصدِ اولین ہے۔ ایسے ہی ستر و حجاب اور پردہ کی تمام بندشیں پڑی کی پڑی رہ جاتی ہیں، اور پھر خوبصورت لگنے کا سودا ہی ہماری خواتین سے وہ کچھ کروارہا ہے جو مغربی عورت کرتی ہے۔ وہی دلکش ادائیں، وہی چال ڈھال، وہی بالوں کے اسٹائل، وہی انداز گفتگو، وہی نیم عریاں لباس، وہی خوشبوؤں میں بسی، نگاہوں میں بے باکی اور مردوں کے لیے فتنہ سامانی..... ایسی ہی خواتین کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مَا تَوَكَّثُ مِنْ بَعْدِي فَتْنَةٌ أَصْرُ عَلَى الرَّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ“۔ ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا، جو عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ ہو“،^(۱) ایک جگہ لکھتی ہیں:

”آج کل اظہارِ زینت ایک معمول بن چکا ہے، رسم و رواج کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ میری بہنیں غور فرمائیں کہ اگر زنا، فحاشی اور بدکاری ہے اور یقیناً ہے تو پھر اظہارِ حسن و جمال کی آزادی و بے راہ روی جیسے امور جو زنا کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں وہ کیوں نہ حرام اور ممنوع ہوں۔ بازاروں اور سڑکوں پر عریاں پنڈلیوں، بازوؤں اور سینوں کی نمائش کرتے پھرنا، پہلوؤں اور رانوں کو ظاہر کرنا، چہرہ، آنکھوں اور دانتوں کی آرائش و زیبائش کا اہتمام کر کے دعوتِ نظارہ دینا، سجائے بنائے بالوں کے ساتھ برہنہ سر پھرنا، بتائے فاسق و فاجر رقاصہ اور ایک باشرع و باحیا پرہیزگار عورت میں کیا فرق رہ گیا ہے؟ ویسے بھی جو آج کل کا

(۱) صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب مَا يَتَّقِي مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ، (۵۰۹۶)۔ صحیح مسلم:

کتاب الذکر والدعاء والتوبة، باب أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ، (۲۷۴۰)۔

میک اپ ہے، ناخنوں کو حد سے بڑھا کر سرخ رنگ لینا، گویا درندے کے پنچے ہوں جو ابھی تک اپنے شکار کے خون سے آلودہ ہیں یا بندروں اور کتوں کی طرح نیلگوں، چمکدار، یا کالی سیاہ پلکیں بنانا، گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگانا، گویا ابھی ابھی خون پیا ہے، دراصل فطری حسن کو مسخ کرنے والی چیزیں ہیں جسے بد بصورتی اور مسخ فطرت اور چھچھورے پن کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا“ (۱)۔

۱۳۔ لڑکیاں اور ٹیلی فون:

”اس دوشیزہ کی شرمناک آنکھیں زار و قطار آنسو بہا رہی تھیں، وہ کہہ رہی تھی: ٹیلی فون پر بات چیت کی ابتدا ہوئی اور سلام دعا سے گزرتی ہوئی یہ گفتگو عشق و محبت کی سرحد میں داخل ہو گئی۔ وہ بڑے مخلصانہ انداز میں مجھ سے ہم کلام ہوا کہ واقعی اس کے اندر سچی محبت و چاہت ہے اور یقیناً مجھ سے شادی کر کے میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے میں اسے حقیقی خوشی نصیب ہوگی۔ اس نے میری شکل و صورت دیکھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن میں نے ٹیلی فون پر اس کی بات کو مسترد کر دیا۔ میرے اعراض کرنے پر اس نے ٹیلی فون پر مجھ سے بات نہ کرنے کی دھمکی دی؛ چونکہ میں بھی اس کے دامن محبت میں پھنس کر اس کی چاہت کی اسیر بن چکی تھی اس لیے ٹیلی فون پر اس سے قطع تعلقی بہر حال میرے چین و سکون میں بہت بڑا خلل تھا۔ میں ہار گئی اور ایک معطر و حسین محبت نامہ میں اپنا فوٹو اس کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اس طرح ٹیلی فون پر ہنسی مذاق اور گفت و شنید کے ساتھ ساتھ باہم خط و کتابت کا باضابطہ آغاز ہو گیا۔..... ایک مرتبہ اس نے ایک تجویز پیش کی کہ میں اس کے ہمراہ گھر سے باہر نکلوں، میں نے اس کی تجویز منظور نہیں کی بلکہ سختی سے اس کا انکار کر دیا۔ اس نے دھمکی دی کہ اگر میں نے اس کی بات نہیں مانی تو وہ میری تصویر اور باہمی خطوط کے راز فاش کر دے گا؛

(۱) اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ۔ پروفیسر ثریا بٹول علوی ص ۱۹۰-۱۹۲۔ دارالکتاب والنسۃ، پاکستان ۲۰۰۱ء۔

نیز ہمارے درمیان عشق و محبت کی باتیں جو ٹیلی فون پر ہوئی ہیں وہ بھی بطور ثبوت اس کے پاس ریکارڈ ہیں اس خوف سے کہ کہیں یہ راز میرے گھر والوں پر فاش نہ ہو جائے میں اس کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئی اور سوچا کہ جلد ہی گھر واپس ہو جاؤں گی..... گھر واپس تو ہو گئی لیکن میں اس وقت عار (Pregnancy) لے کر لوٹی..... میں نے اس سے جلد از جلد شادی کرنے کو کہا لیکن اس نے انتہائی حقارت آمیز لہجہ میں جواب دیا: ”میں بدکار اور فاجرہ لڑکی کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی قائم نہیں کر سکتا، جو لڑکی اس طرح اپنی عفت و عصمت کا سودا کر سکتی ہے اس پر کیا بھروسہ؟“

قارئین حضرات! ٹیلی فون کے ذریعہ رونما ہونے والے اس حیا سوز واقعہ کا آپ نے مطالعہ فرمایا، جسے عبداللہ بن عبدالرحمن المانع نے اپنی کتاب ”الغیرۃ علی المرأة“ میں نقل کیا ہے۔ اس قسم کے واقعات ہمارے معاشرے میں آئے دن رونما ہوتے ہیں خصوصاً ان گھرانوں میں جہاں جوان لڑکیوں کو ٹیلی فون سے بات چیت پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ گھر میں ٹیلی فون کو لڑکیوں کے حوالے کر دینا یا انہیں فون ریسیو کرنے کا عادی بنا دینا بھی ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی ایک زندہ مثال ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ نو جوان لڑکے اور لڑکیاں کسی طرح سے ایک دوسرے کا فون نمبر حاصل کر لیتے ہیں اور موقع مناسب سمجھ کر باتیں کر کے اگلا پروگرام سیٹ کر لیتے ہیں۔ اس طرح انہیں پیار و محبت کے نام پر شرم و حیا کی تمام دیواریں پھلانگنے کے سنہری مواقع فراہم ہو جاتے ہیں۔

سچا واقعہ ہے کہ کانفرنس ٹیلی فون بوتھ پر کام کرنے والے ایک نو جوان نے ایک لڑکی سے ٹیلی فون پر بات کی۔ لڑکی نے اس سے کچھ اس طرح ہنسی مذاق کے انداز میں گفتگو کیا کہ وہ نو جوان اس پر عاشق ہو گیا اور پھر بار بار موقع مناسب سمجھ کر ٹیلی فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ادھر لڑکی بھی اس کے ساتھ کھل کر باتیں کرنے لگی اور بات بہت آگے بڑھ گئی..... لڑکا اور

لڑکی کے اندر ایک دوسرے کی چاہت اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ وقتاً فوقتاً جب تک ٹیلی فون پر ایک دوسرے سے بات چیت کر کے شیریں فرہاد کی سنت کو کچھ شہ نہ دے لیتے اور تخیلاتی پروازیں جب تک اڑان نہ بھرتیں لڑکے کو چین ملتا نہ لڑکی کو قرار..... ایک روز اچانک بھائی نے اپنی بہن کے ہاتھ سے ٹیلی فون لے کر باتیں سننا شروع کر دی، ٹیلی فون بوتھ سے بات کرنے والے لڑکے کو جب احساس ہوا کہ لڑکی فون پر نہیں ہے فوراً لائن کاٹ دیا۔ لڑکی کا بھائی حقیقتِ حال سے واقف ہو گیا اور ٹیلی فون اسکیچنج سے ابھی ابھی آنے والے فون کا نمبر طلب کیا اور فوراً ٹیلی فون بوتھ پر پہنچ گیا۔ مجرم ہوا سناختہ تھا اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ لڑکی کے بھائی نے ٹیلی فون بوتھ کی ساری مشین اور کمپیوٹر ز توڑ پھوڑ دیں اور اس نوجوان کی اچھی خاصی دھلائی بھی کر دی۔

ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اس سے انکار بہر حال فضول ہے۔ لیکن لڑکی کے بھائی کی غیرت اس وقت زیادہ مناسب تھی جب وہ فون پر اپنی بہن کو کھلی آزادی نہ دیتا یا اس طرح کی بات چیت کی آزادی پر حادثہ کے وقوع سے قبل ہی کنٹرول کرتا۔ لیکن اس فون سے پیدا ہونے والی برائیوں کا سد باب وہی شخص بن سکے گا جو اس زمانہ میں عشق و محبت کے جھوٹے جال پھیلانے والوں کی بے حیا کارکردگیوں پر شدید غیرت کی نظر رکھتا ہے۔

سرپرستوں کی موجودگی میں گھر کی جوان دوشیزہ کے نام سے آنے والا فون جو کسی سہیلی کے بہانے آتا ہے، ضروری نہیں کہ فون کرنے والی سہیلی ہی ہو؛ بلکہ وہ کسی نوجوان کا ہتھکنڈہ بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ گھر میں محبوب دوشیزہ سے گفتگو آسان ہو جاتی ہے، اور اس زندگی کے نشیب و فراز سے وہی سرپرست آگاہ ہو سکتے ہیں جو باغیرت ہیں۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ گھر کے سرپرست حضرات تو ہمہ وقت گھر میں ٹیلی فون سے چپکے نہیں رہ سکتے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے، اس لیے اس ٹیلی فون سے پیدا ہونے والی برائیوں و بے حیائیوں کے

خاتمہ کے لیے کیا طریقہ استعمال کیا جائے؟..... یقیناً یہ بہت اہم بات ہے۔ ٹیلی فون سے پیدا ہونے والی برائیوں کے سد باب کے لیے باغیرت آدمی کے پاس بہت سارے طریقے ہیں جنہیں وہ بروئے کار لا کر اس فتنہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں، اس سلسلہ میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ احتیاطی تدابیر باغیرت لوگ خود اختیار کر سکتے ہیں بلکہ کرنے والے کرتے ہیں۔ اور اس کا سب سے مفید طریقہ یہی ہے کہ گھر کا ماحول دینی بنایا جائے اور نوجوان لڑکیوں پر کڑی نگاہ رکھ کر ان کی مثبت اور خالص اسلامی تربیت کی جائے، اور حتی الامکان انہیں ٹیلی فون سے دور رکھا جائے۔

۱۴- فیشن پرستی:

قرآن کریم نے نبی ﷺ کی زندگی کو بہترین آئیڈیل اور اسوۂ حسنہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

”تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں بہترین نمونہ ہے۔“ [الاحزاب: ۲۱]

گوبات چیت، ہنسی مذاق، علم و ہنر، کھیل کود، رہن سہن، وضع قطع، شہسواری و فوجداری غرض زندگی کے ہر موڑ کے لیے نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ بچپن سے جوانی تک اور تمتعہ نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد سے زندگی کی آخری گھڑی تک آپ ﷺ کی زندگی خواہ انفرادی حیثیت سے ہو یا اجتماعی اور ازدواجی حیثیت سے، سب یکساں طور پر ہمارے لیے بہترین آئیڈیل ہے۔ آپ کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں جو بشری تقاضوں سے منحرف ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم دانشوران بھی تاریخ انسانی میں جب اہم شخصیات کے حالات زندگی کا بغور مطالعہ شروع کرتے ہیں تو ان کی جگر سوزی اور دماغ پاشی کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے علاوہ کسی اور کی زندگی ایسی نہیں گزری جو ہر انسان کے لیے قابل تقلید و اتباع ہو سکے۔ آپ ﷺ کے بارے میں مفکرین و دانشوران کے

مثبت افکارات و نظریات اس قدر کثرت سے ہیں کہ انہیں قلمبند کرنے کے لیے کافی اوراق درکار ہوں گے۔

لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اپنا اسوۂ حسنہ بنانے کے بجائے غیر معیاری اور بے غیرت لوگوں کو اپنا ہیرو تسلیم کر لیا، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے بجائے دیگر اقوام کے کلچر کو اپنانے پر فخر محسوس کرنے لگے، اسلامی اقدار و روایات کے مقابلے میں مغربی اقدار و روایات کے شیدا اور اس کی تہذیب پر فریفتہ ہو گئے اور اب ہماری نسلیں رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کے بجائے میڈونا اور مائیکل جیکسن کی پرستار بن گئیں۔

ہمارے معاشرے میں فیشن پرستی کی وبا جو چل پڑی ہے، یہ بھی فقدانِ غیرت کی واضح علامت ہے کہ اسلامی شخص معاشرے سے ناپید ہوتا جا رہا ہے، لیکن کسی کی ایمانی غیرت جوش میں نہیں آرہی ہے تاکہ معاشرہ کو اس بلا سے پاک کرے جو مسلم سوسائٹی کی ایمانی قوت کو کمزور کر رہی ہے۔ آج نیا طبقہ فیشن کے اس طرز کو اپنانے میں مگن نظر آ رہا ہے جو کل اس نے کسی فلمی ہیرو یا ہیروئن کو کرتے دیکھا تھا۔ وہی لباس اسے محبوب اور پسندیدہ ہے جو ملکی یا مغربی ایکٹریا یا ایکٹرس زیب تن کر رہے ہیں خواہ وہ لباس غیر اخلاقی و حیا سوز کیوں نہ ہو۔

زیادہ تعجب خیز اور افسوسناک بات تو یہ ہے کہ دوسری اقوام فیشن پرستی اور اندھی تقلید کی گمراہی سے اپنے آپ کو ہوشیار کر رہی ہیں لیکن ہم ہیں کہ فیشن میں اندھا دھند مال و جان داد خرچ کر رہے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے قیمتی سرمایہ یعنی غیرت کو بیچ کر عصمت و عفت پر لگنے والے قدغن کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ ذیل میں مذکور ٹیلی گرام کا مطالعہ فرمائیے جو مشہور خبر رساں ایجنسی ”رائٹر“ نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو روم سے فیشن کی دنیا کے نام کیا تھا:

- ۱- فیشن کو اپنے اوپر اس قدر مسلط نہ کرو کہ اپنی تہذیب اور نام و نشان ہی کو فراموش کر بیٹھو۔
 - ۲- فیشن کا استعمال کسی آلے اور ذریعہ کی طرح اتنی شدت سے نہ کرو کہ دل کو فرحت و شادمانی بخشنے کے لیے جیسے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہیں ہے۔
 - ۳- اپنے استعمال کے ملبوسات کو ہمیشہ پاک صاف رکھنے کی کوشش کرو۔
 - ۴- اپنے جسم اور اپنی روح کے اندر ایسی کسی چیز کو ضرور لائق اعزاز رہنے دو، تاکہ ایک کی عظمت دوسرے کی عظمت کے لیے آئینہ ہو۔
 - ۵- اپنے سے بہتر لباس استعمال کرنے والوں سے حسد نہ کرو۔
 - ۶- ایسے کپڑے نہ پہنو جس سے تمہارے پڑوسیوں کو حیرانی ہو۔
 - ۷- اپنی ایسی پوشاک ضائع نہ کرو جس کی دوسروں کو حاجت ہو۔
 - ۸- فیشن کی لپیٹ میں آکر اپنے بجٹ کا استعمال اپنی ضرورت سے زیادہ نہ کرو، ورنہ خود کو اور دوسروں کو دھوکہ دو گے۔
 - ۹- عمدہ ملبوسات پر دیوانہ وار نہ گرو، دوسروں کی پوشاک سے حیرت زدہ ہو کر ان کا سوال نہ کر بیٹھو۔
 - ۱۰- جدید ترین فیشن اور نئے نئے اسٹائل کی ٹوہ میں ایسے وقت میں نہ پڑو، جب کہ لوگ سوکھی روٹی کو ترس رہے ہوں۔
- معلوم ہونا چاہئے کہ انگلش فیشن کی ترویج و اشاعت درحقیقت مالی و اخلاقی بحران پیدا کرنے کے لیے یہودیوں کی ایک زبردست عالمی سازش ہے۔ اس لیے عادات و اطوار، زیب و زینت اور پوشاک میں انگلش فیشن کو ترجیح دینا (جیسا کہ آج ہمارے معاشرے میں رائج ہے) سماجی و معاشرتی اور دینی و اخلاقی تباہی ہے اور خاص طور سے جب خواتین اس بھیا نک فیشن کی نذر ہو جائیں تو پھر معاشرہ کی تباہی و بربادی لازم آتی ہے اس لیے باہوش

دبا غیرت معاشرہ کو بخوبی آگاہ ہو جانا چاہئے۔

۱۵- فلم بینی اور تقریبات میں شرکت:

ہمارے معاشرے میں فقدان غیرت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ ایک آدمی اپنی جوان بیوی کے ساتھ پلان بنا کر سینما ہال کی طرف نکلتا ہے اور وہاں بہت سارے اجنبی مردوں کے ساتھ حیا سوز تصاویر دیکھتا اور فلمی فحش گانے سنتا ہے۔ ساتھ میں موجود بیوی کو بھی ان تصاویر اور فحش گانے سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دلاتا ہے۔ اسی طرح کسی تقریب یا پارٹی میں بیوی کے ساتھ شامل ہوتا ہے اور اجنبی نگاہوں سے اپنی بیوی کو گھائل کراتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے ایسی جگہوں پر تقویٰ شعار اور غیرت و حمیت کے پاسدار لوگوں کا اجتماع تو ہوتا نہیں جو کسی شوخ حسینہ پر نگاہ پڑتے ہی استغفر اللہ کا ورد کرتے ہوئے اپنی نگاہیں پست کر لیں، بلکہ یہاں توجہ دھج کر آنے والی بیگمات کا استقبال ہی ہوسناک نگاہوں کے تابوتوں پر حملوں سے ہوتا ہے۔

بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی پارٹی میں شرکت کرتے کرتے اجنبی مردوں کے ساتھ بے تکلف ہو جاتی ہے اور شوہر کی بے غیرتی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دیگر چچماتی ہوئی جوانی سے شیطانی رشتہ قائم کر لیتی ہے۔ نتیجتاً شوہر کو اپنی بیوی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ کیونکہ بیوی اپنے شوہر کو انگوٹھا دکھا کر دوسرے جوان کے ساتھ اپنا ازدواجی رشتہ قائم کر لیتی ہے۔ ایسے ہی شوہر بھی دوسرے کی بیوی کے ساتھ غیر شرعی شادی کر لیتا ہے۔ تقریبات میں شرکت کرنے والے جوان مردوں اور عورتوں کے ناجائز تعلقات کے بارے میں اخبارات میں بارہا کچھ نہ کچھ شائع ہوتا رہتا ہے، یہ سب معلوم ہونے کے باوجود لوگوں کو اس قسم کی تقریبات میں اپنی بیویوں کے ہمراہ شرکت کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا، نہ معلوم اپنی بیوی کی عفت عصمت پر ان کی غیرت کس بریلی چٹان میں دب کر منجمد ہو گئی ہے کہ فلم بینی

اور پارٹی میں شرکت کے بھیا تک نتائج کے مشاہدے کے باوجود انہیں کچھ ہوش نہیں آتا۔ کتاب ”حضارۃ الإسلام“ (۷۳ ص ۴۹) میں تقریبات میں شرکت کرنے والے میاں بیوی کے تعلق سے ایک واقعہ مذکور ہے۔ ہم اس کا خلاصہ ذیل میں نقل کر رہے ہیں تاکہ تقریبات یا پارٹیوں میں بیویوں کو زیب و زینت سے آراستہ کر کے شریک ہونے والے شوہروں کو اس واقعہ سے درس عبرت حاصل ہو۔

”فلوریڈا میں ایک شخص اپنی جوان بیوی کے ہمراہ ایک تقریب میں کثرت سے شرکت کرتا تھا، پارٹی میں شریک ہونے والے ایک ڈاکٹر کی اس کی بیوی کے ساتھ جان پہچان ہو گئی۔ ڈاکٹر اور پارٹی میں شریک ہونے والے کی بیوی ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہنے لگے اور پیار و محبت کا یہ معاملہ دن بدن ان کے مابین آگے بڑھتا گیا۔ بالآخر بیوی اور جوان ڈاکٹر شادی کرنے پر متفق ہو گئے۔ لیکن بیوی کے لیے اپنے پرانے شوہر کو چھوڑنا کٹھن تھا کیونکہ اس کا شوہر اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، پھر اس کے بدن سے دونوں ہال بچے بھی تھے..... ڈاکٹر نے عورت کو بہلا پھسلا کر شوہر اور دونوں بچوں کے کھانے میں زہر دے کر انہیں مار دیئے پر راضی کر لیا اور اس کی خوب ہمت افزائی کی۔ بیوی نے ایسا ہی کیا، شوہر اور دونوں بچوں کے کھانے میں زہر دے کر انہیں ہمیشہ کی نیند سلا دیا، اور اپنے عاشق کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ پولیس والوں نے بچوں کی قاتل بیوی اور اس کے عاشق کا تعاقب کیا۔ وہ دونوں شارع عام کے قریب وادی کے ایک گڑھے میں جلع بھنے پائے گئے۔ کیوں کہ بھاگتے ہوئے ان کی تیز رفتار گاڑی سڑک سے پھسل کر گڑھے میں جا گری تھی اور انجن پھٹنے کی وجہ سے گاڑی نذر آتش ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان کے اس برے کروت کا بدلہ فوراً مل گیا۔“ سچ ہے :

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ

جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

اسی طرح کا ایک واقعہ محمود مہدی استانبولی نے اپنی کتاب ”تحفۃ العروس“ (ص ۳۵۴) میں بیوی کے ہمراہ فلم دیکھنے والے ایک شوہر کے متعلق قلمبند کیا ہے۔ ہم ذیل میں اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں تاکہ فلموں، ڈراموں یا دیگر حیا سوز پروگراموں میں بیویوں کے ساتھ شرکت کرنے والے شوہروں کو اپنی بیویوں پر غیرت آئے اور اس سے ہوش کے ناخن لیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

”ایک دیہاتی شخص اپنی جوان خوبصورت بے پردہ بیوی کے ساتھ فلم دیکھنے کے لیے رات میں نکلا۔ وہ اپنی بیوی کے حسن و جمال پر لوگوں کے سامنے بڑا نازاں تھا۔ فلم کا شو ختم ہونے کے بعد اس نے ایک لیوموزین کرایہ پر کیا اور میاں بیوی دونوں گاڑی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہو گئے۔ ڈرائیور نے جو اس کی بے پردہ بیوی کے حسن و جمال کو دیکھا تو اس کے دل میں شیطانی شرارت سو جھی اور اندر ہی اندر اس شخص کی بیوی کو حاصل کرنے کی ترکیب کرنے لگا۔ ڈرائیور بیچ راستہ میں گاڑی خراب ہونے کا بہانہ بنا کر گاڑی سے نیچے اتر پڑا، تھوڑی دیر کے بعد شوہر سے کہا: اگر آپ اتر کر گاڑی کو پیچھے سے تھوڑا سا دھکا لگا دیں تو ممکن ہے گاڑی اسٹارٹ ہو جائے۔ شوہر نے اتر کر گاڑی کو دھکے لگانا شروع کیا، ڈرائیور نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کی اور بیوی کو لے کر فرار ہو گیا۔ بے چارہ شوہر ٹکٹکی لگائے گاڑی کو تکتا رہ گیا اور ڈرائیور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بیچ فرمایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے:

﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾

”اللہ تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔“

[آل عمران: ۱۱۷]

بیوی کو زیب و زینت اور بناؤ سنگار کرا کے اسے بے پردہ فلم دکھانے لے جانے یا کسی تقریب میں اس کے ساتھ شرکت کرنے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں جو بے حیا نیاں

منظر عام پر آئی ہیں، ان سے کوئی غیرت مند شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آخر ایسی جگہوں پر حاضری دینے والے افراد معاشرہ میں بے حیائی و بدکاری کیوں نہ پھیلائیں جب کہ وہاں عفت و عصمت کو ملیا میٹ کر دینے والے تمام اسباب مہیا ہوتے ہیں جیسا سوز مناظر اور حرکتیں دیکھنے کو ملتی ہیں، فحش گانے سنے جاتے ہیں، غیر اخلاقی پوشاک میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ آخر معاشرے میں بے حیائی و بدکاری اور انارکی پھیلانے کی تیاریاں ان ہی مقامات پر تو کرائی جاتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں معاشرہ ان برائیوں کی زد میں نہ آئے، ناممکن ہے۔

تجب تو اس وقت ہوتا ہے جب پڑھے لکھے مہذب کہلانے والے لوگ بھی فلم بنی اور فیملی کے ہمراہ تقریبات میں شرکت کو اپنی شان سمجھتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ دکان یا آفس سے فون پر بیوی کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ آج رات فلاں ہال میں پکچر دیکھنے چلا ہے یا فلاں تقریب میں شرکت کرنی ہے اس لیے تم اچھی طرح بناؤ سنگار کر کے تیار رہنا..... اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو ایڈوانس فیملی کا نام دیتے ہیں۔ بیوی کے ساتھ ساتھ نو جوان بیٹی کو بھی لے جاتے ہیں، انہیں اپنی بیوی یا بیٹی کی عفت و عصمت کے معاملہ میں تھوڑی سی بھی غیرت نہیں آتی بلکہ عصری تعلیم میں پلنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اب یہ کوئی عیب کی بات ہی نہیں رہ گئی۔ ہمارے معاشرے میں فقدان غیرت کی یہ ایسی مثال ہے جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ علامہ اقبال عصری تعلیم ہی کے پروردہ تھے لیکن جدید تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اس قدر راسخ العقیدہ مسلمان تھے کہ انہوں نے برطانوی حکومت کی طرف سے اسپین کے دورہ کی پیش کش کو محض اس لیے ٹھکرا دی کہ اس میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ سفر کے دوران ان کی بیگم صاحبہ پردہ نہیں کریں گی عصری تعلیم یافتہ جوانوں کو علامہ اقبال کی عبقری شخصیت سے درس عبرت لینا چاہیے۔

فلم بنی اور تقریبات میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ شرکت اور وہاں مرد و زنان کے

آزادانہ اختلاط سے امریکی معاشرہ کی جو درگت ہوئی ہے اس سے بھی ہمارے معاشرہ کو عبرت پکڑنی چاہئے۔ امریکی معاشرہ میں شہوانیت کے عروج اور جنسی بے راہ روی کے جہاں دیگر کئی اسباب ہیں وہیں تھیٹر اور رقص گاہوں کا قیام اور ان مقامات پر عورتوں اور مردوں کا حاضری دینا بھی ایک اہم سبب ہے۔ نتیجتاً ان کی شہوانیت کی آگ بھڑک اٹھی اور اس آگ کے شعلوں کو مزید تیز کرنے کے لیے فلمی دنیا اور رقص گاہوں یا ڈراموں میں برہنہ اور خوبصورت عورتوں کی خدمات حاصل کی گئیں، جس نے پوری قوم کو شہوانیت کی آگ بجھانے کے لیے زنا کاری اور بدکاری کی جہنم میں دھکیل دیا۔

چنانچہ امریکی معاشرہ راہِ راست سے ہٹ کر اخلاقی جذام میں مبتلا ہو گیا، اخلاق اور روحانیت کی بنیادیں منہدم ہو گئیں، فحاشی اور زنا کاری کا بازار گرم ہو گیا اور اب ان کے لیے زنا کار کتاب کرنا ایسے ہی بن گیا جیسے چائے کا ایک کپ پی لی یا سگریٹ کا ایک کش لے لیا۔ اس کے لیے فکریوں، کارخانوں، آفسوں، ہوٹلوں، ریستورانوں، کلبوں، ناچ گھروں اور بازاروں سے لے کر سیاست کے اکھاڑوں، سیر گاہوں، تفریح کے پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں حسین و جمیل لڑکیوں کا جال بچھ دیا گیا تاکہ جب بھی جنسی آگ کے شعلے بھڑکیں حسیناؤں کی عفت و عصمت سے فوری بجھالیے جائیں!!

علاوہ ازیں تیز بناؤ سنگار، آرائش حسن، نمائش جسم، جلوہ نمائی، پرکشش، دلربا اور جاذب نظر بننے کا جذبہ اس قدر فزوں تر ہوا کہ فلمی ہالوں، کلبوں، اسٹیج ڈراموں اور ناچ گھروں کے علاوہ دیگر تقریبات میں بیوی یا گرل فرینڈ کو باریک، تنگ، بھڑکیلے اور نیم عریاں لباس میں ملبوس کرا کے شرکت کرنا پوری سوسائٹی کا جزو حیات بن گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی شوہر کی کوئی خاص عفت مآب بیوی نہ رہی اور نہ ہی کسی بیوی کو کوئی پاکدامن شوہر نصیب ہو سکا۔ ابھی کچھ ہی دنوں قبل امریکہ کے بشپ اعظم اور دنیا کے عیسائیت کے عظیم مبلغ ”جی سواگرٹ“

نے امریکی ٹیلی ویژن پر بیوی کی موجودگی میں اپنے جنسی گناہوں کا اعتراف کیا^(۱) اور برطانیہ کی بننے والی ملکہ ڈیانا نے ٹیلی ویژن پر اپنے خاوند کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کا بڑی بے تکلفی کے ساتھ اعتراف کیا^(۲)۔

پارٹیوں، فلموں، کلبوں، ڈراموں اور اس قسم کے دیگر پروگراموں میں آزادانہ شرکت ہی کا نتیجہ ہے کہ اکثر امریکی عورتیں اپنے شوہروں سے خیانت کرتی ہیں۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ۵۳ فیصد امریکی خواتین نے خود اقرار کیا کہ وہ اپنے شوہروں سے خیانت کرنے میں کسی قسم کا تردد محسوس نہیں کرتیں اور نہ ہی ان کے شوہر ان سے خیانت کرنے میں کوئی تردد یا ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ شہوانیت اور جنسی بے راہ روی کے شکار ۲۰ فیصد مردوں نے یہ اعتراف کیا کہ ان کی حیوانیت کا شکار ہونے والی عورتوں نے بذات خود ان سے بدکاری کا مطالبہ کیا تھا“^(۳)۔

افسوس ہے آج کے مسلم جوانوں پر جو ایسے تباہ کن حالات سے آگاہ ہونے کے باوجود پارٹیوں میں بے پردہ بیوی کے ساتھ شرکت کو اپنی عزت و شان سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی اس غیر اخلاقی و غیر اسلامی حرکت پر شرم و حیا تک نہیں آتی۔ ایک زمانہ وہ تھا جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے ہی گھر کی چوکھٹ پر کھڑی دیکھ کر غیرت میں آگ بگولہ ہو جاتا تھا کہ کہیں بیوی پر کسی اجنبی کی نگاہ نہ پڑ جائے، اور ایک زمانہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اب بیوی کے ہمراہ

(۱) اخبار ”کبیر“ ۱۷ مارچ ۱۹۸۸ء۔

(۲) اخبار ”کبیر“ ۱۶ جنوری ۱۹۹۷ء۔

(۳) حالات فوضی، الآثار الاجتماعية للعولمة، عربی ترجمہ: عمران ابو جلیل، ص ۱۱۹، یوم ان اعترفت

امریکا بالحقیقة، ص ۹۹۳۸۸۔

فلم دیکھنا یا پارٹی وغیرہ میں شرکت کرنا فیشن سمجھ لیا گیا۔ مسلم جوانوں کو اسلاف کرام کی غیرت و حمیت سے اپنی غیرت و حمیت کا موازنہ کر کے اپنی عورتوں کی عفت و عصمت پر غیرت مند ہونا چاہئے۔ ذیل کی حدیث کا مطالعہ فرمائیے اور اپنی بیویوں پر غیرت کا اندازہ لگائیے۔

امام مسلم ہشام بن زہرہ کے غلام ابوالسائب سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، میں آپ کے نماز پڑھنے تک انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے حرکت کی آواز سنائی دی۔ میں نے ادھر دیکھا تو ایک سانپ تھا۔ میں سانپ کو مارنے کے لیے دوڑا، ابوسعید خدریؓ نے مجھے اشارہ سے بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں بیٹھ گیا (اور سانپ کو مارنے سے باز آ گیا)، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ایک کوٹھری کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا: یہ کوٹھری دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، ابوسعید خدریؓ نے کہا: اس کوٹھری میں ہمارا ایک جوان رہتا تھا، جس کی نئی نویلی شادی ہوئی تھی، ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خندق کی طرف نکلے (اور خندق کی کھدائی چل رہی تھی تاکہ دشمنان اسلام سے مقابلہ کیا جائے) وہ جوان دوپہر کو آپ ﷺ سے اجازت مانگتا اور گھر آیا کرتا۔ ایک روز آپ سے اجازت طلب کیا، تو آپ نے فرمایا: ”ہتھیار ساتھ میں لے کر جاؤ کیوں کہ تمہارے بارے میں مجھے بنوقریظہ کا خوف ہے (کہ وہ تم پر حملہ نہ کر دیں، بنوقریظہ نے مسلمانوں سے دغا بازی کی تھی اور موقع دیکھ کر مشرکوں کی طرف ہو گئے تھے)۔“ جوان نے اپنے ہتھیار لیے اور روانہ ہو گیا، جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے پر دونوں پٹوں کے بیچ میں کھڑی ہے۔ اس نے بیوی کو مارنے کے لیے اپنا نیزہ اٹھایا کیوں کہ اسے شدید غیرت آئی (کہ گھر سے باہر دروازہ پر کیوں کھڑی ہے؟) بیوی نے کہا: پہلے اپنا نیزہ سنبھال لیجئے اور اندر جا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ میں کیوں نکلی ہوں؟ وہ جوان گھر کے اندر داخل ہوا، دیکھا تو ایک بڑا سانپ

کنڈلی مارے ہوئے بچھونے پر بیٹھا ہے۔ (اسی وجہ سے عورت دروازہ تک آنکلی تھی) (۱)۔

دیکھا آپ نے بیوی کے معاملہ میں صحابی رسول ﷺ کی غیرت و حمیت؟!..... کہاں ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا یہ حال کہ اپنے ہی گھر کی چوکھٹ پر بیوی کو کھڑی دیکھ کر انہیں طیش آ جاتا ہے جب کہ بیوی مجبوراً دروازہ تک نکلی تھی، اور کہاں آج کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کہ وہ خود ہی پارٹیوں یا تقریبات میں بے پردہ بیوی کے ہمراہ شرکت کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور فیملی کے ساتھ پلان بنا کر سنیمادیکھنے جاتے ہیں!!

یہ فقدان غیرت نہیں تو اور کیا ہے؟..... شوہروں اور سرپرستوں کے فقدان غیرت ہی کی وجہ سے آج کے مسلم معاشرہ میں خواتین کی جانب سے اسلامی تعلیمات کے خلاف طرح طرح کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ کیوں کہ معاشرہ کے افراد پارٹی یا قلم میں ماڈلنگ کے طور پر شرکت کر نیوالے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر پابندی عائد کرنے کے بجائے ان کی بے جا ہمت افزائی کرتے ہیں۔ میں نے خود ایک مرتبہ اسمبلی انتخاب کے موقع پر مسلم سماج کے ایک محبوب لیڈر (نیٹا) کی زبانی دہلی میں ان الفاظ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے سنا:

”ہم مسلمان ہندوستان میں کسی بھی قوم سے پیچھے نہیں ہیں، ہماری خوبیوں پر پانی نہیں پھیرا جاسکتا، ہر میدان میں مسلم طبقہ آگے ہے، کرکٹ کے میدان میں اظہر الدین حیدر آبادی کے کارنامے کو حکومت نظر انداز نہیں کر سکتی، فلمی دنیا میں بھی مسلم ہیر و اپنا سکہ جبار ہے ہیں..... وغیرہ وغیرہ“۔

حاضرین۔ جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ نعرہ بازی کے ساتھ زوردار تالیاں بجا کر خوب دلچسپی کا اظہار کر رہے تھے۔ گویا ان کی نظر میں غیر مسلموں سے سبقت لے جانا خواہ غیر اسلامی میدان ہی میں کیوں نہ ہو، مسلم معاشرہ کی خوبی ہے۔

(۱) مختصر مسلم للمندری: کتاب الحیات وغیرہا، باب إیذان العوام ثلاثاً، رقم (۱۳۹۸)۔

ذرا غور کریں! جب مسلم معاشرے کی طرف سے فلمی دنیا یا تعلیمات اسلامی سے متصادم دیگر کاموں سے منسلک لوگ اس طرح کی بے جا تعریفات سنیں گے تو کیا وہ ان باتوں کو اپنی مقبولیت پر محمول نہیں کریں گے؟ اور کیا غیر شعوری طور پر مسلم معاشرہ کی طرف سے ان کی ہمت افزائی نہیں ہوگی؟

مسلم معاشرے کی اسی بے غیرتی کی وجہ سے جب غیر اسلامی پیشہ سے جڑے ہوئے افراد کو جائز و ناجائز کی نشاندہی کی جاتی ہے تو وہ جھٹ سے اسلامی تعلیمات کے خلاف زبان درازی کرنے لگتے ہیں اور پھر سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے افکار و نظریات کے مطابق اسلامی تعلیمات پر بے جا اعتراضات و تاویلات شروع کر دیتے ہیں۔ حال ہی میں پاکستان کی مسلم اداکارہ زیبا بختیار کی طرف سے ایک سنسنی خیز بیان شائع ہوا ہے جو مسلم معاشرہ کی غیرت کے اوپر ایک زناٹے دار تھپڑ ہے۔ سعودی عرب جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ ”اردو نیوز“ میں بعنوان ”مولوی اپنے کام سے کام رکھیں..... زیبا بختیار کا مشورہ“ ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ اخبار لکھتا ہے:

”ایک انٹرویو میں اداکارہ زیبا بختیار نے کہا کہ فلم ”اذان“ کے نام پر تنقید کرنے والے مولوی تنقید کے ذریعہ سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میرا انہیں مشورہ ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ حلوہ نمکین ہو جائے۔ اس نے کہا کہ فلم ”اذان“ معاشرے کے رستے ہوئے ناسور کی ایسی کہانی ہے جس میں عیاش لوگوں کو اپنا چہرہ خوبصورت دکھانے کے بجائے مکمل حقائق کے ساتھ موجود ہوگا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں“ (۱)۔

مسلمان مردوں کے اندر سے فقدانِ غیرت کے سبب ان کی عورتوں نے اب حیا سوز قدم اٹھالیا ہے۔ آپ نے مذکورہ بے دین اور بے حیائی و برائی پھیلانے والی اس مسلم اداکارہ

کی زبان درازی دیکھ لی۔ ذرا یہ خبر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ ”۱۹۹۷ء میں عالمی یوم خواتین کے موقع پر پاکستان وومنز فورم کے زیر اہتمام مختلف تنظیموں سے وابستہ خواتین نے لاہور کی ایک شارع عام پر رقص کر کے عالمی یوم خواتین منایا“ (۱)۔

اوپر کی خبروں میں آپ نے اس صنفِ نازک کی حیا سوز جرات مندی کا قبولی و عملی نمونہ دیکھا۔ اب تو بہت ساری مسلم خواتین مسلمان مردوں کے اندر اسلامی غیرت و حمیت کی کمی کا مطالعہ کر کے مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے متصادم مطالبات منوانے کے لیے باضابطہ حکومت کو لٹاکا رہی ہیں، اور حکومت پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ عورت چونکہ سماج میں آدھے حصے کا حقدار ہے اس لیے حقوق نسواں بحال ہونے چاہئیں اور کسی بھی طرح سے عورت کو مردوں کے مساوی حقوق ملنے چاہئیں؛ چنانچہ ۱۹۹۴ء میں عالمی یوم خواتین کے موقع پر پاکستان میں مختلف خواتین کی تنظیموں نے حکومت سے درج ذیل مطالبات کیے:

- (۱) ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد کی جائے اور اسے قابلِ تعزیر جرم قرار دیا جائے۔
 - (۲) حدود آرڈی نینس، قانون شہادت، و قصاص اور دیت آرڈی نینس منسوخ کیا جائے۔
 - (۳) عورتوں اور مردوں کو تمام امور میں مساوی حقوق دیے جائیں (۲)۔
- اگر مسلم معاشرہ کے افراد اسلامی غیرت و حمیت کا پاس و لحاظ نہ رکھیں گے، فلمی دنیا کے نام نہاد مسلمان ایکٹرو ایکٹریس کی بنے جاہت افزائی کریں گے، مسلم خواتین کی حیثیت سے اپنی بیگمات اور بیٹیوں کی تربیت نہ کریں گے اور حدود اسلامی کے اندر رہ کر اپنی خواتین کو تعلیمات شرعیہ پر کاربند نہ کریں گے تو پھر عورتوں کی جانب سے ایسے ہی غیر اسلامی

(۱) اردو نیوز، جدہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء

(۲) جنگ ۹ مارچ ۱۹۹۴ء

مطالبات اور لالچوں و حیا سوز جوابات ہمیں سننے کو ملیں گے اور دن بدن اس قسم کے غیر اخلاقی و غیر اسلامی راستے کھلتے جائیں گے، اور پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ پورا مسلم معاشرہ اخلاقی زوال اور انارکی کا شکار ہو جائے گا جب کہ بہت سی جگہوں پر اس کے مقدمات منظر عام پر آچکے ہیں۔

۱۶- عورت کا دائرہ عمل:

فقدانِ غیرت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ دوسری اقوام کی تقلید و اتباع میں مسلم معاشرہ میں بھی اب عورتوں کو گھروں سے باہر ان کی فطرت کے خلاف کاموں کی طرف دوڑایا جانے لگا ہے۔ مسلم خواتین آزادی نسواں اور مساوات مرد و زن کے پر فریب نعرے سے خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مردوں کے دوش بدوش کام کرنے میں اپنی آفاقیت و برتری محسوس کرنے لگی ہیں، حالانکہ اس آزادی نسواں یا مساوات مرد و زن کی آواز اٹھانے والی تحریکوں یا تنظیموں کے مقصد اصلی کو اگر وہ جان جائیں تو ہرگز گھر کی چار دیواری سے باہر مردوں کے کاموں کو اپنے سر قبول نہ کریں۔

یورپی ممالک میں جب صنعتی انقلاب برپا ہوا تو وہاں بڑی تعداد میں فیکٹریاں وجود میں آئیں اور اس کے لیے بڑی تیز رفتاری سے کام کیا گیا۔ ان فیکٹریوں میں کام کرنے کے لیے مردوں کی تعداد نا کافی ہو گئی اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ عورتوں کو بھی کسی بہانے فیکٹریوں میں کام کے لیے گھروں کی چار دیواریوں سے باہر لایا جائے؛ چنانچہ ۱۷۹۲ء میں ایک انگریز خاتون میری ویلٹس نے ”ونڈکیشن آف دی رائٹس آف وومن“ (Vindication of the Rights of Women) کے نام سے کتاب لکھ کر پہلی دفعہ بھرپور استدلال کے ساتھ عورتوں کے مساوی حقوق کی بات کی۔ میری ویلٹس کو ”تحریک آزادی نسواں“ کا بانی اور اس کی کتاب کو تحریک کے ”بائبل“ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

اس طرح اس کے بعد عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے مطالبات منوانے کے لیے ”مساوات مردوزن“ کے نعرے بلند کیے گئے۔ اس کے لیے باضابطہ کمی تحریکیں اور تنظیمیں وجود میں آئیں مثلاً تحریک نسواں، تنظیم آزادی نسواں، وومن فورم، ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن اور وومن ایکشن فورم وغیرہ۔ عورتوں نے اپنی آزادی کے نعروں کو اپنی عزت اور بلندی درجات خیال کرتے ہوئے قدم آگے بڑھادیا اور اپنی کم عقلی کا ثبوت دیتے ہوئے مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے کمر کس کر میدان عمل میں گھر کی چھار دیواری سے باہر نکل آئیں، اور دھیرے دھیرے یہ دبا برصغیر کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں پھیلنے لگی۔

دفاتر، فیکٹریوں اور کارخانوں میں مردوزن کے آزادانہ اختلاط کا دائرہ صرف وہیں تک محدود نہیں رہ سکتا تھا اس لیے آہستہ آہستہ یہ دائرہ ہوٹلوں، کلبوں، فلم گھروں، بازاروں، سیاست کے اکھاڑوں حتیٰ کہ کھیل کے میدانوں تک وسیع ہو گیا۔ اس طرح جگہ جگہ نوخیز عورتوں کی بحالی کر کے ان کی عفت و عصمت سے کھیلنا وہاں کے معاشرے کا جزو حیات بن گیا۔

مساوات مردوزن کے پرفریب نعرے سے خوش ہو کر عورتوں نے فطرت سے جنگ تو مول لیا لیکن ان کی عفت و عصمت کو تار تار کرنے کے بعد بھی ان کے معاشرے کے افراد نے عورتوں کو اچھے اچھے عہدوں اور مناصب پر بٹھانے سے انکار کر دیا، اور آج تک انہیں مردوں کے مساوی حقوق نہیں مل سکے۔ مولانا وحید الدین خاں لکھتے ہیں: ”مساوات مردوزن کے سب سے بڑے علمبردار ملک امریکہ کے سپریم کورٹ میں آج تک کوئی خاتون جج نہیں بن سکی، فیڈرل ایپلٹ کورٹ کے (۹۷) ججوں میں سے صرف ایک خاتون جج ہے۔ امریکی بار ایسوسی ایشن میں آج تک کوئی خاتون صدر نہیں بن سکی۔ امریکہ میں جس کام کے لیے مرد کو اوسطاً پانچ ڈالر ملتے ہیں عورت کو اسی کام کے تین ڈالر ملتے ہیں“ (۱)۔

جاپان میں ڈیڑھ کروڑ عورتیں مختلف جگہوں پر کام کرتی ہیں جن میں سے زیادہ تر خواتین

مرد افسروں کے ساتھ معاون کے طور پر کام کرتی ہیں^(۱)۔

مساواتِ مرد و زن کے نام پر عورتوں کو بلاشبہ گھروں سے باہر نکالا گیا۔ سرمایہ داروں نے ان کا بہت جم کر استحصال کر کے فائدہ بھی حاصل کیا لیکن آج تک ان عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے قابل نہیں سمجھا گیا۔ مغربی عورتوں کو تو اتنی بھی آزادی نہیں مل سکی کہ وہ ڈیوٹی کے اوقات میں اپنے پسند کا لباس زیب تن کر سکیں۔ مردوں نے عورتوں کے جسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے اسے نیم برہنہ کر دیا۔ مغربی معاشرے میں مرد زیادہ سے زیادہ کپڑے پہنتا ہے اور عورت کم سے کم!! گھٹنوں سے نیچے عورت کی ٹانگیں کھلی ہی رہتی ہیں، شدید اور کڑا کے کی سردی میں بھی پنڈلیاں کھولنے پر وہ مجبور ہیں، بھلے وہ سوئٹر یا منک کوٹ (Minkcoat) پہن لیں لیکن پیر کھلے ہی رہیں گے، جب کہ مرد تھری پیس سوٹ پہن کر بڑا مطمئن رہتا ہے۔ سیکنڈے نیوین ممالک (ناروے، سویڈن اور ڈنمارک) کی ایئر لائنس کی ہوسٹس نے ایک مرتبہ شدید سردی کی وجہ سے منی اسکرٹ کے بجائے گرم پاجامہ استعمال کرنے کی اجازت چاہی تو انتظامیہ نے خواتین کی یہ درخواست مسترد کر دی^(۲)۔ آج مغربی ممالک میں حقوقِ نسواں یا آزادیِ نسواں کے نام پر عورتوں کا سر بازار عریاں ہونا اور بن بیاہی ماں بننا کوئی عیب کی بات نہیں رہی۔ مردوں کے مقابلہ میں آگے آنے کے لیے وہاں کی عورتوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اٹلی میں مسولینی کی پوتی نے اسمبلی کی ممبر شب کے لیے برہنہ ہو کر حاضرین سے خطاب کیا اور ووٹ مانگے^(۳)۔ چند دنوں قبل ایک امریکی اسکول میں دو خاتون اساتذہ نے انٹرویو کی آٹھویں جماعت میں برہنہ ہو کر پڑھانے کا انوکھا طریقہ استعمال کیا۔ دونوں خواتین اساتذہ کا استدلال یہ تھا کہ اس خشک مضمون میں اس طرح طلبہ

(۱) خاتونِ اسلام، ص: ۹۳۔

(۲) نوائے وقت، ۲۶ جون ۱۹۹۶ء (پاکستان)۔

(۳) مجلہ الدعوة، ستمبر ۱۹۹۵ء۔

دعائیات کی دلچسپی برقرار رکھی جاسکتی ہے^(۱)۔ برطانوی پارلیمنٹ کے انتخابات ۱۹۹۷ء میں ایک ایسی خاتون نے حصہ لیا جو گزشتہ ۱۸ سال سے نکاح کے بغیر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ رہ رہی ہے جس سے اس کے تین بچے ہیں، یہ خاتون اسکول انسپکٹر اور مجسٹریٹ بھی رہ چکی ہے^(۲)۔

اگر مغربی ممالک میں عورتوں کی آزادی پر تھوڑا سا غور کر کے نتیجہ نکالا جائے تو معلوم ہوگا کہ مغرب میں عورت کو جن باتوں کی آزادی ہے وہ صرف یہ ہیں: عورت اگر سر بازار مادرزاد برہنہ ہونا چاہے تو ہو سکتی ہے، جس مرد کے ساتھ زنا کرنا چاہے کر سکتی ہے، بوائے فرینڈ جتنی مرتبہ بدلنا چاہے بدل سکتی ہے، عریاں تصویروں کے ساتھ فلموں میں آنا چاہے تو آ سکتی ہے، ہم جنس پرستی کا شوق ہو تو بلا تکلف اپنا شوق پورا کر سکتی ہے۔ تحریک آزادی نسواں کے مشہور جریدہ ”نیشنل آرگنائزیشن فار ویمن ٹانکمز“ نے جنوری ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں آزادی نسواں کے موضوع پر لکھتے ہوئے آزادی نسواں کا مطلب ہی یہ بتایا ہے کہ عورت کی حقیقی آزادی کے لیے ضروری ہے کہ خواتین آپس میں جنسی تعلقات قائم کریں“^(۳)۔

غرض ان ہی جیسی دیگر حیا سوز آزادیاں عورت کو حاصل ہیں جو اس کی عصمت و عفت کو تار تار کر سکیں۔

اس آزادی نسواں کا اثر یہ ہے کہ دنیا میں حقوق انسانی کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ کی ریاست انڈیانا میں نیکڈسٹی کے نام سے ایک شہر آباد ہے جس کے باشندوں کے جسم پر زین و آسمان نے لباس کے نام پر کوئی چیز نہیں دیکھا۔ وہاں ہر سال کی پوری دنیا کی مادرزاد برہنہ ہونے کی شوقین عورتوں کے ”ویمن نیو ورلڈ“ مقابلے ہوتے ہیں۔

(۱) تکبیر، ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶ء۔

(۲) تکبیر، ۹ مارچ ۱۹۹۷ء۔

(۳) تکبیر، ۱۳ اپریل ۱۹۹۵ء۔

درحقیقت عورتوں کو ”مساداتِ مردوزن“ کا خواب دکھانا اور اس کے لیے باضابطہ تحریکوں کو جنم دینا مغرب کی ایک چال تھی اور وہ یہ کہ عصمت مآب خواتین کو فیکٹریوں، آفسوں، کارخانوں میں بیٹھا کر ان سے بھرپور لطف اٹھایا جائے اور ہر میدان میں چھوٹے چھوٹے منصب پر ان کی بحالی کر کے ڈیوٹی پر آتے جاتے ان کی خوش باش آواز اور نازک اداسہ دہنی و جسمانی عیش کوشی کی جائے۔ وائس آف امریکہ کی رپورٹ کے مطابق امریکی کانگریس کی سب سے بڑی کمیٹی کے سامنے فوج میں ملازم متعدد خواتین نے اپنے فوجی افسروں کے ہاتھوں آبروریزی کی شکایت کی تو کمیٹی نے مجرم فوجیوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی سے انکار کر دیا۔ ایک خاتون نے بتایا کہ اس کے ”باس“ نے اس کی آبروریزی کی تو اس سے کہا گیا کہ ”اسے بھول جاؤ“^(۱)۔

مغرب میں عورت کے لیے پسندیدہ کام سکرٹری ہونا ہے۔ اس اسامی پر وہاں کسی مرد کے کام کرنے کا تصور ہی نہیں۔ سکرٹری کا اپنے باس کے ساتھ بند کمرے میں ہونا واجب ہے، اس لیے کہ اسے کوئی اہم اور سری خط ڈکلیٹ کرانا ہوتا ہے۔ پھر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دفتر کے تمام لوگوں کے جانے کے بعد بھی سکرٹری کو اپنے باس کے ساتھ ”لیٹ سیٹنگ“ کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے پاس کئی اہم کام ہوتے ہیں جنہیں اسی روز نمٹنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ ”لیٹ سیٹنگ“ سکرٹریوں کو ہنگی پڑتی ہے، ان کی بڑی تعداد اپنے افسروں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہے۔ نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے لیڈران بھی اپنی سکرٹریوں اور غیر عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات میں ملوث پائے گئے ہیں۔ بل کنٹن اور مونیکا لیونسکی کیس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، پوری دنیا جانتی ہے۔

نہ صرف سکرٹری بلکہ دوسرے عہدوں پر کام کرنے والی عورتیں بھی اپنے آپ کو محفوظ

نہیں رہ سکتیں، عورت کو مرد کے برابر لاکھڑا کرنے کے جنون اور مردوزن کے بے لگام اختلاط نے مغربی معاشرہ میں بے شمار برائیوں کو جنم دیا ہے اور مذکورہ بے حیائیاں اسی کا نتیجہ ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں امریکہ میں ڈیموکریٹک صدارتی امیدوار گیری ہارٹ کوان کی دوست ڈونارکس کے ساتھ اخباری رپورٹروں نے پکڑ لیا اور نازیبا حالت میں ان کی تصویر اتار لی، اور گیری ہارٹ کو جن کے انتخابات جیتنے کے قوی امکانات تھے، وہ رات بہت مہنگی پڑی، وہ امریکی سیاست کے اسٹیج سے یکسر غائب ہو گئے (۱)۔

قارئین حضرات مغربی ممالک میں آزادی نسواں اور مساوات مردوزن کے خوشنما نعروں سے خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اپنی شناخت کو بالائے طاق رکھ دینے والی خواتین کی عفت و عصمت اور ان کے ساتھ رونما ہونے والے بھیانک نتائج کا ایک سرسری سیر کر چکے۔ مذکورہ حقائق ہم نے بہت ہی اختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے؛ ورنہ عورتوں کے گھروں سے باہر کام کرنے کے لیے نکلنے اور اجنبی مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط کی وجہ سے مغربی معاشرہ میں بے حیائی و بدکاری اور انارکی کا جو طوفان برپا ہوا ہے اور وہاں معاشرتی قدریں جس قدر تباہ ہوئی ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ اب وہاں کے لوگ اس بھیانک تباہی سے چیخ رہے ہیں اور دوبارہ عورتوں کو کارخانوں، فیکٹریوں اور دفاتروں سے گھروں کی چار دیواریوں میں واپس کرنے کی باضابطہ تحریک چل نکلی ہے اور "Back to Home" کا نعرہ بلند کیا جا رہا ہے۔

مساوات مردوزن کی تحریکیں چلانے والی عورتوں میں سے ایک تحریک کی سرگرم خاتون وکیل لورا ڈویل بھی تھیں جنہوں نے عورت کی آزادی کا علم دس سالوں تک اٹھائے رکھا۔ موصوفہ نے اپنی زندگی کے دس سالوں کی محنت پر پشیمان ہو کر بہ بانگ دہل اعتراف کیا کہ عورت کی حقیقی آزادی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی فرماں بردار بیوی بن کر

رہے۔ اسی میں عورت کی حقیقی خوشی پوشیدہ ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے ایک تحقیقی کتاب ”فرماں بردار بیوی“ لکھی اور امریکہ کے طول و عرض میں مختلف مکاتب فکر کے درمیان یہ پرچار کیا کہ فرماں بردار بیوی ہی خوشگوار اور سعادت مند زندگی گزار سکتی ہے۔

چوں کہ حقوق نسواں کے پس پردہ عورتوں کو ازدواجی زندگی سے محروم کر کے معاشرہ میں جنسی آوارگی کو فروغ دینا بھی ایک مقصد تھا۔ اس لیے منچلے اور جذباتی لوگوں نے اس سلسلہ میں اپنی آوازیں بڑے زور شور سے بلند کیں حتیٰ کہ جان اسٹورٹ مل نے ”عورتوں کی محکومیت“ نامی محرکۃ الآراء کتاب لکھی، وہ حقوق نسواں کا جذباتی پرچار کرتا تھا۔ اس کا یہ قول زبان زد عام رہا:

”شادی واحد غلامی کی صورت ہے جو اب تک ہمارے قانون کے تحت جائز ہے، نکاح کا بندھن قانونی جسم فروشی کے مترادف ہے“۔

ڈبلیو آئی جارج نے ۱۹۱۳ء میں ایک مضمون میں اعلان کیا کہ ”تحریک نسواں کا اصل مقصد شادی کو ختم کرنا اور آزاد جنسی تعلقات کا قیام ہے“ (۱)۔

قارئین ذرا انصاف کریں کہ اگر تحریک نسواں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عورتوں کو نسبی چھوٹ دیدی جائے تو پھر معاشرہ کا کون سا وقار باقی رہ سکتا ہے؟..... ویسے مغرب میں بھی انصاف پسند طبقہ اس تحریک کی منصوبہ بندیوں کا مخالف شروع سے رہا ہے۔ چنانچہ رونا لڈ فلچر جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی ایک کتاب کا عنوان ہے:

"The abolitionists: The Family and marriage under attack."

(۱) تحریک نسواں یا تحریک نازن؟ ص ۶ محمد عطاء اللہ صدیقی، اسلامک ہیومن رائٹس فورم، (پاکستان)۔

(استیصالیت پسند، خاندان اور شادی، حملہ کی زد میں)

اس محققانہ تالیف میں رونالڈ فلچر نے مغرب میں خاندانی نظام کی تباہی کے ذمہ دار مختلف مکاتب فکر بالخصوص تحریک نسواں کی معروف خواتین کے افکار کا ناقدانہ جائزہ لے کر بھرپور مذمت کی ہے اور خاندانی نظام کی بحالی و تحفظ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس نوعیت کی متعدد دیگر کتب، مضامین و رسائل ہیں جن کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں ہے۔

شریعت اسلامیہ بلاشبہ عورت و مرد کو مساوی قرار دیتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی مرد و عورت کی صنفی و فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے ان کا الگ الگ دائرہ کار بھی تجویز کرتی ہے۔ اسلامی مساوات مغربی ممالک سے اٹھنے والی تحریکوں کے مساوات سے یکسر مختلف ہے جس کی پرجوش تشہیر آج مغربی ممالک کے علاوہ برصغیر سمیت پوری دنیا میں ہو رہی ہے۔

تعلیمات شریعت اسلامیہ کے مطابق کچھ شعبے ایسے ہیں جہاں عورتوں کو کام کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر اس طرح کہ ان کے گھر سے باہر جانے اور باہری خدمات انجام دینے سے گھر اور خاندان کا شیرازہ نہ بکھرے اور وہ خود سادہ باوقار طریقے سے گھر سے باہر نکلیں۔ پھر جہاں سماجی و رفاہی سرگرمیوں میں حصہ لیں وہاں جملہ اسٹاف عورتیں ہوں تاکہ پوری آزادی سے اپنا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

آج مغربی ممالک کی تقلید میں برصغیر کے اندر آفسوں، کمپنیوں، ٹیکسٹریوں، کھیل کے میدانوں، سیاست کے اکھاڑوں میں جو عورتوں کی بھرتی ہو رہی ہے اور اس سے معاشرتی قدروں کی جو تباہی لازم آئی ہے اس کا کوئی غیرت مند انکار نہیں کر سکتا۔ دہلی، ممبئی، کلکتہ، حیدرآباد یا پاکستان کے بڑے شہروں میں آفسوں کے اندر استقبالیہ سیکشن میں خوبصورت اور نوجوان لڑکیوں کو رکھنا ب فیشن بنا ہوا ہے۔ اس آفس کی رونق ہے ہی نہیں جس کے اندر کوئی دوشیزہ نہ ہو، جس کا فائدہ تو کمپنی یا آفس کے ذمہ داران کو ہوتا ہے کہ گھنٹہ میں کئی کئی فون

آتے ہیں کیوں کہ فون ریسیو کرنے والی کوئی دوشیزہ ہے۔ اس طرح خاطر خواہ ان کی کمپنیوں کا پرچار بھی ہوتا ہے اور آمدنی میں اضافہ کے اسباب بھی پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن ان عورتوں کا حال کیا ہوتا ہے کوئی ان کے ضمیر سے پوچھے اور اگر کسی کو وہاں تک رسائی نہیں تو پھر موقع نکال کر ذرا ایک مرتبہ ان فیکٹریوں یا آفسوں کا چکر لگالے جہاں مرد وزن مل جل کر کام کرتے ہیں، خود بخود عفت و عصمت کی دھجیاں اڑا دینے والے اسباب و ذرائع نظر آجائیں گے۔

ہمارے معاشرے میں جو رواج جڑ پکڑ رہا ہے کہ دیگر اقوام کی طرح اب ہماری عورتیں بھی باہر کام کے بہانے نکل رہی ہیں یا نکالی جا رہی ہیں اس سے سماجی خدمات کم لیکن تباہی زیادہ ہوگی۔ عورت گھر کے اندر رہ کر بڑی بڑی ہستیاں پیدا کر سکتی ہے جو سماجی و معاشرتی خدمات کو بحسن و خوبی انجام دے سکتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ عورت کا کام گھر میں ہے نہ کہ باہر۔ عورت ہر میدان میں مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت و مرد کو برابر پیدا کیا ہے، لیکن مرد کا اپنا مقام ہے اور عورت کا اپنا، نہ مرد عورت کی جگہ لے سکتا ہے نہ عورت مرد کی۔ عورت اپنی جگہ رہ کر بھی ملک و قوم کے لیے بہتر خدمات انجام دے سکتی ہے، اس لیے اسے مرد کی جگہ لینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ وہ قانون، تعلیم، طب اور دیگر شعبوں میں بہت اچھا کردار ادا کر سکتی ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اسے سرباز اعریاں نہ کیا جائے اور آزادی یا مساوات کے نام پر اس کی عفت و عصمت سے نہ کھیلا جائے۔ عورت اور مرد دونوں گاڑی کے دو پہیے ہیں اور ضروری ہے کہ یہ دونوں پہیے نہ صرف برابر ہوں بلکہ اپنے اپنے مقام پر ہوں۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور کیا سمجھے گا وہ شخص کہ ہے جس کا لہو مرد

نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ سمجھا اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد عورتوں کے دائرہ عمل سے متعلق ہم نے بڑے ہی اختصار کے ساتھ بہت سی بنیادی چیزوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے اور اس کے بھیا نک نتائج جو مغربی ممالک میں پیش آئے ہیں ان کی طرف بھی قلم کا رخ کیا ہے۔ یقین ہے کہ قارئین کرام اس تحریر کے حقیقی خدوخال تک پہنچ گئے ہوں گے اور ان کا ذہن اس بات کے لیے تیار ہو چکا ہوگا کہ عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے نہ نکالا جائے بلکہ اسلامی حدود میں رکھ کر انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے تاکہ وہ اسلامی معاشرہ کو عمر بن خطاب، محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی جیسے افراد مہیا کر سکیں اور ظاہری بات ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ عورتوں کو گھر سے باہر فیکٹریوں، دفتروں، کمپنیوں، ہوٹلوں، ریسٹورانوں، کھیل کے میدانوں اور سیاست کے اکھاڑوں سے دور رکھ کر ان کی فطرت کے مطابق کام دیے جائیں، علاوہ ازیں ان کی فطرت کے مطابق وسائل بھی فراہم کیے جائیں۔

۷-۱۔ عورت کے علاج معالجہ میں تساہلی:

ہمارے معاشرے میں عورتوں کے علاج معالجہ میں سرپرستوں یا شوہروں کی جانب سے تساہلی برتنا بھی فقدانِ غیرت کی علامت ہے۔ ڈاکٹروں کے متعلق عام طور پر لوگوں کی رائے مثبت ہوتی ہے اس لیے بغیر کسی شبہ کے ان کے پاس عورتوں کو علاج معالجہ کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور عورتوں کے ہمراہ کسی محرم کا ہونا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ حالاں کہ ایسے کئی ایک واقعات رونما ہوئے ہیں کہ ڈاکٹر یا اس کے کمپاؤنڈر عورت کے ساتھ کسی محرم کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حیا سوز چھیڑ خانی کرتے ہوئے پکڑے گئے، حتیٰ کہ ایک واقعہ تو ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ سرپرست کی موجودگی میں بھی ڈاکٹر اور اس کے کمپاؤنڈروں نے مل کر

ایک عورت کا آپریشن کرتے وقت برہنہ فوٹو کھینچ لیا۔ ہوا یہ کہ عورت کو آپریشن کی غرض سے بے ہوش کر کے آپریشن کمرہ میں لے جایا گیا اور سرپرست افراد کو آپریشن روم میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا، پھر موقع پا کر ڈاکٹر اور اس کے کمپاؤنڈروں نے عورت کی برہنہ تصویر اتار لی۔

جب عورت کے ہمراہ اس کے سرپرست کی موجودگی میں یہ گھناؤنا جرم کیا جاسکتا ہے تو پھر شوہر یا کسی محرم کی عدم موجودگی میں کیا کیا جاتا ہوگا، اس کا اندازہ کریں۔ پھر عورت کا اکیلے کسی ڈاکٹر کے پاس جانا اور اس سے علاج کرانا شرعی نقطہ نظر سے درست بھی نہیں ہے۔ عورت کے ساتھ کسی محرم کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ جوان عورت کے ساتھ کسی اجنبی کی تنہائی (خواہ اجنبی ڈاکٹر ہو یا کوئی اور مرد) کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ پھر عورت بھی ایک انسان ہی ہے اور ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اس لیے عورت کا فریب میں آ جانا کوئی ناممکن امر نہیں۔

ابھی حال ہی میں اخبار اردو نیوز نے عربی جرائد کے حوالہ سے ایک کلینک میں ڈاکٹر اور اس کے پاس علاج کے لیے آنے والی عورتوں کے درمیان ناجائز تعلقات اور جوان لڑکیوں کے ساتھ اس کی بدتمیزی و بدکرداری کے متعلق ایک سنسنی خیز رپورٹ شائع کی ہے۔ مضمون کی سرخی ہے: ”قاہرہ: پراسراری ڈی نے معروف ’کلینک‘ کے راز فاش کر دیے“۔

اخبار کے مطابق قاہرہ کے پوش علاقہ الدفی میں مشہور ڈاکٹر کا کلینک ہے جسے ایک لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ سے قائم کیا گیا ہے۔ شہر کے مشہور لوگ اس کلینک میں علاج کے لیے آتے ہیں۔ اس کلینک میں منفرد نوعیت کے جرائم ہوئے جن سے یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ عورتوں کے ساتھ محرم مردوں کے نہ ہونے کے سبب جرائم پیشہ و بدکردار ڈاکٹر عوام کے مثبت اعتقاد کا کس قدر ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

واقعہ مختصر کچھ یوں ہے کہ اس ڈاکٹر نے خفیہ کیمرہ نصب کر رکھا تھا اور علاج کے لیے

آنے والی عورتوں و نوجوان لڑکیوں کی برہنہ تصویریں اتار لیتا، بلکہ کئی ایک خواتین کو فریب دے کر ان کے ساتھ ناجائز تعلقات بھی قائم کرتا تھا۔ اس کا گھناؤنا چہرہ اس وقت سامنے آیا جب قاہرہ کی خفیہ پولیس کے پاس ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ کی سی ڈی بچپی جس میں ۱۲ خواتین کو غیر اخلاقی حالات میں فلمایا گیا تھا سی ڈی میں ایک ۲۰ سالہ لڑکی کو بیڈ پر لیٹا ہوا دکھایا گیا اور ڈاکٹر اس کا چپک اپ کرتے ہوئے اسے برہنہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ لڑکی منع کر رہی تھی۔ ایک اور منظر میں ڈاکٹر کو زیر جامہ پہنے ہوئے ایک خاتون کے پیچھے کمرے میں ڈور لگاتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور پھر..... اس کے علاوہ کئی مناظر ایسے تھے جن کا یہاں بیان کرنا مناسب نہیں۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ کلینک میں کام کرنے والی تینوں نرسوں سے ڈاکٹر نے غیر شرعی نکاح کیا ہوا تھا اور انہی نرسوں کی مدد سے وہ کلینک میں آنے والی خواتین کے ساتھ غیر اخلاقی حرکتیں کرتا تھا، سرکاری تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ ڈاکٹر ۲۰۰ کے لگ بھگ مختلف خواتین کے ساتھ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ہے^(۱)۔

میں اس سلسلہ میں اپنی جانب سے کچھ تبصرہ نہیں لکھوں گا۔ ہمارے غیرت مند قارئین خود ہی سمجھدار ہیں کہ انہیں اپنی عورتوں کے علاج معالجہ میں کس قدر احتیاط برتنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی عورتوں کی طرف ڈاکٹروں یا ان کے کمپاؤنڈروں کی دست درازی کا کوئی امکان نہ رہے۔ ہاں قارئین کرام کے فائدے کے لیے عہد حاضر کے سب سے بڑے مفتی علامہ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کا عورت اور ڈاکٹر کے متعلق ایک فتویٰ ذیل میں نقل کر رہا ہوں تاکہ ہمارے قارئین اپنی عورتوں کے علاج معالجہ میں کافی محتاط ہو جائیں:

من: شیخ محترم اس قضیہ سے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے بارے میں اکثر سوالات کیے جاتے ہیں اور جو مسلمانوں کے لیے تنگی اور پریشانی کا باعث ہے۔ وہ قضیہ دراصل عورت

اور ڈاکٹر کا ہے۔ آپ اس کے بارے میں مسلمان بہنوں کو کیا نصیحت فرماتے ہیں؟

ج: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عورت اور ڈاکٹر کا معاملہ اہم ہے اور حقیقت میں یہ مسئلہ وقت اور پریشانی کا باعث ہے۔ حکومت (مراد سعودی عرب کی حکومت ہے) کی جانب سے یہ سرکلر جاری ہوا ہے کہ کسی بھی اللہ والی اور با بصیرت خاتون کے لیے ڈاکٹر سے خلوت میں ملنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ڈاکٹروں کو بھی تنہائی میں عورتوں سے ملنے سے بچنا چاہئے۔ اس لیے حکومت کے اس فرمان کا پاس و لحاظ رکھنا عورت کے لیے ضروری ہے، اور اگر علاج کی ضرورت ہو تو تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر تلاش کر کے اس سے علاج کرانے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی ماہر لیڈی ڈاکٹر مل جاتی ہے تو اللہ کا شکر ہے پھر کسی مرد ڈاکٹر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر مجبوری ہے، لیڈی ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے تو ضرورت کے پیش نظر اس سے علاج کرانے اور اس کے سامنے اپنا بدن کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بیمار عورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ لیکن اس قدر احتیاط برتنی چاہئے کہ ڈاکٹر سے ملاقات تنہائی میں نہ ہو اور اگر ڈاکٹر کے سامنے سر، ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری عضو کا کھولنا ضروری ہو تو مریضہ کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی عورت یا ایک دوا دہش ہونے چاہئیں، خلوت کسی قیمت پر جائز نہیں ہے^(۱)۔

۱۸- جھاڑ پھونک کے نت نئے شیطانی ہتھکنڈے:

عورتیں بڑے کمزور عقیدہ کی ہوتی ہیں۔ جہاں انہیں کسی پیر یا مولوی کے بارے میں سچ یا جھوٹ بات معلوم ہوئی کہ فلاں صاحب عورتوں کی مخصوص بیماریوں کے بارے میں بڑا اچھا نسخہ تجویز کرتے ہیں یا ان کے جھاڑ پھونک مین بہت دم ہے، فوراً اس پیر یا مولوی کی معتقد ہو جاتی ہیں اور اپنے شوہر یا گارجین کی ناک میں دم کر دیتی ہیں کہ سنا ہے فلاں پیر صاحب یا

(۱) فتاویٰ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، پردہ کے باب میں۔

فلاں مولوی صاحب بہت اچھی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اس لیے کیوں نہ ایک مرتبہ ان کے پاس بھی چل کر آزمایا جائے، ممکن ہے وہاں شفا مل جائے۔

خاص طور سے عورتوں میں بھوت پریت اور جادو ٹونا کا بہت ہی چرچا ہوتا ہے۔ جب ان کے کربوتوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو فوراً چیخا چلانا اور واویلا کرنا شروع کر دیتی ہیں کہ ہونہ ہو یہ بھوت پریت یا جادو ٹونا کی وجہ سے ہمیں لاحق ہو گئی ہے۔ پھر اس معاملہ میں عورتیں یا لڑکیاں بڑی مکاری بھی کرتی ہیں۔ ایک لڑکی اپنے شوہر کے گھر سے بار بار بھاگ کر میکے چلی آتی تھی، نقل و حرکت اور گفتگو سے گھر والوں کو یہ باور کراتی تھی کہ وہ آسیب زدہ ہے یا اس کے اوپر کوئی جن یا بھوت سوار ہے۔ لیکن اس کی مکاری اس وقت ظاہر ہو گئی جب وہ پڑوس کے ایک جوان کے ساتھ فرار ہو گئی اور پرانے شوہر کو چھوڑ دیا۔

ہمارے معاشرے میں ایمان اور غیرت و حمیت کی کمی کے باعث بہت سے افراد ڈھونگی پیروں یا لیرے مولویوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اور عقیدت کے پیش نظر انہیں شک کی نگاہ سے دیکھنا جرم سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً ایسے پیر یا مولوی جھاڑ پھونک کے بہانے جوان لڑکیوں یا عورتوں سے گوشہ نشینی کرتے ہیں جس کی وجہ سے عفت و عصمت کی دھجیاں اڑا دینے والے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ جب ایسے عامل مشہور ہوتے ہیں تو خاص طور سے ان کے پاس بڑے بڑے امیر زادوں کی خوبصورت بچیاں جن نکلوانے یا جھاڑ پھونک کرانے آتی ہیں، کیوں کہ ان کے گھروں میں بعض نفسیاتی بیماریوں اور بے راہ رویوں کی وجہ سے مصیبتیں عام ہوتی ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ ایسے ڈھونگی پیر یا مولوی عوام کی عقیدتمندی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جھاڑ پھونک کرانے کی غرض سے آنے والی جوان لڑکیوں اور عورتوں کے گریبان سے کپڑے اترا کر دم کرتے ہیں اور خلوت میں ان کا جھاڑ پھونک کرتے ہیں جو

سراسر ناجائز اور غیر شرعی فعل ہے۔ ایک اللہ والا اور شریعت اسلامیہ کا پابند شخص کبھی بھی اس طرح کا تقاضا نہیں کر سکتا، اور بغیر محرم کے خلوت نشینی کبھی اختیار نہیں کر سکتا کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرتا ہے تو تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔

جھاڑ پھونک اور دعا تعویذ کے بہانے یہ لوگ روپے تو لوٹتے ہی ہیں، علاوہ ازیں تعویذ گنڈے یا جھاڑ پھونک کے لیے آنے والی جوان لڑکیوں اور عورتوں کی عفت و عصمت بھی ان کے یہاں محفوظ نہیں ہوتی۔ عوام الناس اسلامی تعلیمات سے دوری کے سبب تعویذ گنڈہ کرنے والوں کی ہیئت قبیحہ اور ان کے جھاڑ پھونک کے غیر اسلامی طور طریقے کی اصلیت نہیں سمجھ پاتے ہیں اور یہ ڈھونگی لوگ اللہ اور اس کے رسول کے نام پر لوگوں کو خوب بیوقوف بنانا کر ان کی جیب سے مال و دولت اٹھتے ہیں اور موقع کی تاک میں رہتے رہتے کبھی ان کی عفت و عصمت سے بھی کھلوڑ کرنے سے نہیں چکتے۔ دراصل ایسے لوگ دنیا دار اور ڈھونگی ہیں، انہیں اسلامی تعلیمات کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہیں۔ معاشرے کے افراد کو ان کی شعبہ بازیوں اور چال بازیوں سے بڑے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

ایسے کئی واقعات دیکھنے سننے اور اخبارات میں پڑھنے کو ملے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو اللہ والا اور بزرگ ظاہر کرتے ہیں اور عوام کی دولت کے ساتھ ساتھ ان کے پاس جھاڑ پھونک یا دعا تعویذ کی غرض سے آنے والی خواتین پر ہاتھ بھی صاف کرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات بڑے کثرت سے رونما ہوتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ہمارے معاشرے کے افراد اپنی خواتین پر غیرت کھائے بغیر انہیں ان بے دین لوگوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ بطور مثال سعودی عرب کے ایک معروف اخبار کے حوالے سے درج ذیل واقعہ پڑھئے:

اخبار عنوان ”شیخ کے عباہ میں درندہ“ کے تحت لکھتا ہے:

”قاہرہ کے گرد و نواح میں ایک شیخ (بزرگ) لڑکیوں سے شادی کرنے میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ عباہ کے پیچھے اس کی درندگی اس وقت عیاں ہوئی جب خلیجی لڑکی اس سے علاج کروانے آئی۔ ۲۷ سالہ لڑکی کو گمان تھا کہ شادی میں تاخیر کی وجہ شاید جنات ہیں، اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ کنواری ہی بوڑھی نہ ہو جائے۔ وہ شیخ کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اس کے پاس گئی۔ شیخ نے اسے دیکھا اور علاج کی غرض سے ایک کمرے میں بند کر دیا، علاج کے بہانے وہ اس کی عزت پر حملہ کرنا چاہ رہا تھا۔ اس کی حرکت سے ہی لڑکی کو اس کی نیت کا اندازہ ہو گیا، لیکن اس کی مذموم خواہش پوری ہونے سے پہلے ہی لڑکی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ فوراً پولیس کو اطلاع دی گئی جس نے شیخ کو گرفتار کر لیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے پہلے اسی طرح کئی عورتوں کی عزت سے کھیل چکا ہے۔

اسی سے ملتی جلتی کہانی ۹ ستمبر سالہ ماں کی ہے جس کی نوجوان بیٹی راتوں کو ڈر جایا کرتی تھی، وہ اپنی بیٹی کو ایک شیخ کے پاس علاج کے لیے لے گئی تو شیخ ماں کو کمرے سے باہر نکال کر لڑکی کا علاج کرنے لگا۔ علاج کیا کرتا تھا اس کی نیت خراب ہو رہی تھی، لہذا لڑکی دروازہ کھول کر باہر آ گئی اور اپنی ماں سے کہنے لگی کہ یہ شیخ میرے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا“ (۱)۔

جی ہاں! یہ ہیں جھاڑ پھونک کر کے یا دعا تعویذ کر کے اپنی دکان چمکانے والوں کی کارستانیوں۔ نہ معلوم ایسے بے دین اور رذیل قسم کے لوگوں نے عوام الناس کی عفت و عصمت سے کھلواڑ کرنے کے کیا کیا طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔ ایسی صورت میں عوام کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے لوگوں کے پھندوں سے اپنی عورتوں کو دور رکھیں۔ یہ واضح رہے کہ تعویذ گندہ لٹکانے والا شرک کا مرتکب ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ

اَشْرَكَ“ (۱)۔ ”جس نے تعویذ گنڈہ لٹکایا اس نے شرک کیا“۔ اور اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

”اس بات کو اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشنے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے“۔ [النساء: ۱۱۶]

اس لیے تعویذ گنڈہ سے خود دور رہنا اور عورتوں کو دور رکھنا ضروری ہے، اور اگر جھاڑ پھونک کی نوبت آہی جائے تو کسی دیندار اور باشرع عالم سے جھاڑ پھونک کرائیں۔ یہ ضروری ہے کہ وہاں جھاڑ پھونک کرتے وقت محرم آدمی ضرور موجود ہو اور جھاڑ پھونک کرنے والے کی حرکت پر کڑی نگاہ رکھے کہ یہ کوئی غیر اسلامی حرکت تو نہیں کر رہا ہے۔ نیز خلوت میں ہرگز عورت سے ملنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی اس عالم کے لیے یہ موقع دیا جائے کہ وہ عورت کے جسم پر ہاتھ رکھ سکے۔ علاوہ ازیں عورت پورے پردہ میں ہو، جسم کے ساتھ چہرہ بھی چھپا ہوا ہونا چاہئے اور اس سلسلہ میں خواتین کی مکاری پر بھی خاصا دھیان رکھا جائے۔ غیرت مند لوگوں کے لیے حقیقت کا جلدی سے سمجھ لینا آسان ہے۔

جھاڑ پھونک کرنے والا واقعی اسلامی طریقے پر یہ کام انجام دے رہا ہے یا غیر اسلامی طریقے پر، اس بات کی حقیقت سمجھنے کے لیے ایک طویل بحث کی ضرورت ہے جسے یہاں بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا تاکہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے۔ لیکن ہم فائدہ کے لیے بتا دیں کہ اس سلسلہ میں وحید بن عبدالسلام بالی کی کتاب ”جادو کا علاج قرآن و سنت کی روشنی میں“ کا مطالعہ مفید رہے گا، جو اردو میں بھی ہندستان، پاکستان اور سعودی عرب میں چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں بہت سارے مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں موجود ہے۔

(۱) مسند امام احمد: (۱۵۶/۳) حدیث صحیح ہے، دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۳۹۲)۔

۱۹- مزاروں اور خانقاہوں پر حاضری اور ان کی حقیقت:

مزاروں اور خانقاہوں پر عورتوں اور مردوں کا حاضر ہونا بھی فقدانِ غیرت کی ایک واضح مثال ہے۔ مسلم طبقہ خالص اسلامی تعلیم یعنی قرآن و سنت سے ہٹ کر نام نہاد صوفیوں اور بزرگوں کی باتوں کو حقیقی اسلام سمجھنے لگا ہے؛ چنانچہ حقیقی اسلام سے برگشتہ ہو کر دین خانقاہی کو بہت سے مسلمانوں نے اپنا سچا دین سمجھ لیا ہے۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کے غیر اسلامی افعال کو دین میں زبردستی داخل کرنے کا سلسلہ چل پڑا ہے اور اس طرح دشمنانِ اسلام کا مکر و فریب جس کی داغ بیل عبداللہ بن سبا یہودی نے ڈالی تھی، آج بہت حد تک کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔

یہ کس قدر شرم و حیا کی بات ہے کہ جو اسلام شرک و بت پرستی کو ختم کرنے آیا تھا آج اس کے قبیحین جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اسی شرک کو اپنی خالص عبادت شمار کر رہے ہیں۔ قبروں پر قبے تعمیر کرنا، قبروں کو غسل دینا، ان پر پھول چڑھانا، چراغاں کرنا، مزاروں پر دست سوال بلند کرنا، مزاروں کے اوپر سجدہ اور رکوع کرنا، وہاں ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے رہنا، قبروں کا طواف کرنا اور اس کے بعد جانور ذبح کرنا، ہر مصیبت و تکلیف میں مزاروں پر دستک دینا، اولاد سے محروم عورتوں کا وہاں جانا اور گڑگڑا کر ان سے دعائیں مانگنا وغیرہ وغیرہ۔ آخر یہ سب شرک نہیں تو اور کیا ہے؟!

جب ایک مسلمان کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھتا ہے تب ہی سے اسے تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی تکلیف کو دور کرتا ہے، وہی اولاد دیتا ہے، وہی ہر آدمی کی مرادیں پوری کر سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی مددگار نہیں، مارتا جلاتا اسی کے ہاتھ میں ہے، اللہ کے علاوہ کوئی حاجت برآزی نہیں کر سکتا، دوسروں کو پکارنے والا گمراہ ہے، غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ کے سوا کسی اور سے فریاد کرنا شرک ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں:

(۱) ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ، وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ، يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ ”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے بچھا کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔“ [یونس: ۱۰۶-۱۰۷]

(۲) ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ، وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ ”اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔“ [الاحقاف: ۵-۶]

(۳) ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ ”جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی کٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بافرض) سن بھی لیں تو فریادری نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔“ [فاطر: ۱۳-۱۴]

(۴) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ ”اے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا“۔ [النساء: ۱۱۶]

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی دعاؤں کو نہیں سن سکتا اور نہ ہی کوئی مرادیں پوری کر سکتا ہے۔ اس لیے بندہ کو جو کچھ بھی مانگنا ہو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا چاہئے۔ اس کے علاوہ سے مرادیں مانگنے والا مشرک ہے اور مشرک کا گناہ کبھی بھی معاف نہیں ہوتا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار قرآنی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری برائیوں کی جڑ شرک ہے اور جو اللہ کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوتا اور صرف اسی سے اپنی حاجت برآری کی دعا نہیں مانگتا بلکہ اس کے علاوہ دوسرے کو بھی شریک بنا لیتا ہے تو وہ مشرک اور کافر ہے۔ ایسا انسان دردور کی ٹھوکریں کھائے گا، اپنی مرادیں مانگنے کے لیے مزاروں، خانقاہوں، مندروں اور گر جا گھروں کا رخ کرے گا لیکن مایوسی اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ میسر نہیں آئے گا۔ نیز اس معنی و مفہوم کی بہت ساری صحیح احادیث بھی مروی ہیں۔

مزاروں پر حاضری دینے والے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم تو ان مردوں کے ذریعہ تقرب الہی چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ حالاں کہ اسلامی شریعت میں اس کی بھی تھوڑی سی گنجائش نہیں ہے۔ کفار مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم ان معبودوں کے ذریعہ اللہ تک رسائی چاہتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ ”اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں“۔ [الزمر: ۳]

اگر دیکھا جائے تو کفار مکہ کا شرک آج کے مزاروں پر حاضری دینے والوں کے شرک سے کم تھا۔ کیوں کہ مکہ کے کافر و شرک ہر چیز کا خالق و مالک صرف اور صرف اللہ ہی کو تسلیم کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ ”اگر آپ ان (کافروں) سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کا خالق اللہ ہے“۔ [لقمان: ۳۱، الزمر: ۳۹]

نیز کفار مکہ جب کسی شدید مصیبت و تکلیف میں پھنستے تو اپنے تمام معبودانِ باطلہ کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے قرآن نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے: ﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ ”پس یہ لوگ (یعنی مشرکین) جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اس وقت شرک کرنے لگتے ہیں“۔ [العنکبوت: ۲۵]

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد ہے ﴿وَإِذَا غَشِيَهُمُ الْمُوجُ ظَلَمَلٍ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ﴾ ”اور ان پر جب موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ نہایت غلوں کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ (باری تعالیٰ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بد عہد اور ناشکرے ہوں“۔ [لقمان: ۳۲]

اس کے برعکس آج مزاروں کے پجاریوں کو جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تب بھی صرف اللہ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسے نہیں پکارتے بلکہ اللہ کے بجائے اپنے پیرومرشد کو پکارتے ہیں۔ مارچ ۲۰۰۲ء کے اوائل میں گجرات کے اندر ہندو مسلم فسادات کی

آگ بھڑک اٹھی تھی، اسی دوران میں ”سہارا خبرنامہ“ جینٹل دیکھ رہا تھا جس میں سہارا چیلن کا رپورٹر اجیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر اپنی مرادیں مانگنے کے لیے آنے والے مردوں اور عورتوں سے انٹرویو لے رہا تھا۔ مصیبت میں گھرے زائرین کہہ رہے تھے: ”ہم اجیر شریف میں آکر پھنس گئے ہیں، گاڑی وغیرہ ہڑتال ہے، راستے میں بہت سے مقامات پر کرفیو (CURFEW) لگا ہوا ہے، ہم بہت بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں، گھر جانے میں بہت دشواری ہے، ہم خواجہ صاحب کے حضور میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمارے مسائل کو حل کر دیں، صحیح سلامت ہمیں گھر واپس لے کر دیں، اب انہیں کا سہارا ہے“۔

محترم قارئین! ذرا انصاف سے جواب دیں کہ کیا یہ کفر یہ کلمات اور یہ شرک کفار مکہ کے شرک و کفر سے بڑھ کر نہیں؟..... اس کے علاوہ بھی مشرکین مکہ کا وہ کون سا عقیدہ ہے جو مزاروں سے عقیدت رکھنے والوں کے اندر نہیں پایا جاتا؟!... مزاروں اور خانقاہوں میں وہ تمام مشرکانہ اعمال کیے جاتے ہیں جن سے اسلام نے بچنے کی تعلیم دی ہے اور ان اعمال کے مرتکبین کو مشرک و کافر قرار دیا ہے۔ اسی لیے مزاروں پر غیر مسلم قوموں کے عقائد اور خرافاتی اعمال کو دیکھ کر گاندھی جی نے کہا تھا:

”ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر کوئی بنیادی فرق نہیں کیوں کہ ان کے اور ہمارے محبوب ایک ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان لوگ مزاروں پر ٹومن مٹی کے اندر دبے مورتی کی پوجا کرتے ہیں اور ہم ہندو لوگ کھڑی مورتی کو پوجتے ہیں“۔

اگر گاندھی جی چند مزاروں، خانقاہوں اور آستانوں میں گھوم کر لمبی لمبی داڑھیوں میں پنڈتوں کا روپ دھارے ہوئے مجاہدوں کے حالات اور ان کے پاس حاضر ہونے والے معتقدین کی عبادات کے انواع و اقسام کا مشاہدہ کر لیتے تو یقیناً کہتے کہ دنیا کے سب سے بدترین اور رذیل لوگ اسی مذہب کے ماننے والے ہیں، کیوں کہ صاف و شفاف اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ان لوگوں نے اپنا ایک الگ دین دین خانقاہی بنالیا ہے۔ اقبال

نے سچ کہا تھا:

ہوٹو نام جو قبروں کی تجارت کر کے کیانہ پیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے دراصل یہ دینِ خانقاہی دشمنانِ اسلام کی ایک ایسی زبردست سازش ہے جس نے امتِ اسلامیہ کے عقیدہ و ایمان کو ڈانوا ڈول کر کے رکھ دیا ہے۔ چوں کہ مسلمانانِ عالم کو اسلامی تعلیمات و نظریات سے بیگانہ کرنا ناممکن تھا اس لیے دین کی آڑ میں صوفیوں اور بزرگوں کی مدد سے مسلمانوں کے عقائد کو دھیرے دھیرے کمزور کیا گیا اور آج بھی یہ سازش رچی جا رہی ہے۔ اس کے لیے بزرگوں کا لبادہ اوڑھ کر خانقاہوں میں ایجنٹوں کو بیٹھایا گیا اور آج یہ سازش بالکل کامیاب ہو چکی ہے۔

راتوں رات کسی مقام پر مٹی بلند کر دی جاتی ہے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں کوئی بورڈ لگا دیا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے، یہاں فلاں فلاں بیماریوں کے لیے دوائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ علاقے علاقے میں پھیلے ہوئے دشمنانِ اسلام کے ایجنٹوں کے ذریعہ کم پڑھے لکھے یا جاہل مسلمانوں کو التماسیدھا بتا کر ان مزاروں کی زیارت پر ابھارا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی جہالت کا فائدہ اٹھا کر یہ لوگ عرس منعقد کرتے اور علاقے کے مسلمانوں کی جیب سے پیسہ بھی اٹھتے ہیں اور موقع دیکھ کر مزاروں پر آنے والی نوجوان دوشیزاؤں اور عورتوں کی عفت و عصمت پر خونخوار بھیڑیوں کی طرح حملہ بھی کرتے ہیں۔

دینِ خانقاہی کی تاریخ میں ایسا حیا سوز واقعہ بھی ملتا ہے کہ ایک بزرگ شیخ حسین لاہور (۱۰۵۲ھ) ایک خوبصورت لڑکے ”مادھو لال“ پر عاشق ہو گئے، پرستانِ اولیاء کرام نے ”دونوں بزرگوں“ کا مزار شمالی مار باغ لاہور کے دامن میں تعمیر کر دیا جہاں ہر سال ۸ جمادی الاخریٰ کو دونوں بزرگوں کے مشترک نام ”مادھو لال حسین“ سے بڑی دھوم دھام سے عرس منعقد کیا جاتا ہے۔

آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ صرف پاکستان کے اندر سال بھر میں منعقد ہونے

والے عرسوں کی تعداد ”شیع اسلامی قانونی ڈائری ۱۹۹۲ء“ کے مطابق (۶۳۴) ہے۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں منعقد ہونے والے عرسوں کا ریکارڈ اس میں موجود نہیں، اگر ان کو بھی شمار کر لیا جائے تو یہ تعداد بہت ہو جائے گی۔ اب اس سے اندازہ لگائیے کہ پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مزاروں پر ہونے والے عرسوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے؟! مزاروں اور خانقاہوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ خصوصیات بھی بتائی جاتی ہیں۔ مثلاً بعض خانقاہیں ایسی ہیں جہاں جنتی دروازے تعمیر کیے گئے ہیں اور وہاں سجادہ نشین نذرانے وصول کر کے جنت کی ٹکٹیں تقسیم کرتے ہیں جہاں ہندو مسلم عیتا بھی اپنی کامیابی کا ٹکٹ خریدنے کے لیے پہنچتے ہیں۔ بعض خانقاہیں ایسی ہیں جہاں کنواری دوشیزائیں خدمت کے لیے وقف کی جاتی ہیں، بعض خانقاہوں پر نومولود بچوں کو چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے۔ بعض خانقاہیں ایسی بھی ہیں۔ جہاں اولاد سے محروم خواتین ”نوراتا“ بسر کرنے جاتی ہیں، وہاں صاحب مزار کے حضور نذر و نیاز پیش کرتی ہیں، مجاوروں کی سیوا کرتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اگر ان خانقاہوں اور مزاروں کا سروے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت یہ خانقاہیں گانجا، چرس، بھنگ، ہیروئن جیسی منشیات کے کاروباری مراکز ہیں (۱)۔ بعض خانقاہوں میں تو

(۱) یہ رپورٹ ”بھٹے“ ”داتا میلے کی آڑ میں بھرے، فحش گانوں پر گرما گرم ڈانس، پولیس اور انتظامیہ کے تعاون سے درجنوں طوائفوں کا بھرا زور شور سے جاری فحش گانوں پر بھانگیز رقص دیکھنے کے لیے دس سالہ بچے سے لے کر ستر سالہ بابے سیکڑوں کی تعداد میں آتے ہیں۔ چرس کا دھواں، فحش فقرے بازی اور بھنگڑہ ماحول کو مزید گرمادیتا ہے۔ سوسو کے نوٹ نچھاور کیے جاتے ہیں، ایک طوائف اور ٹوککار نے ایک دوسرے کو دیر تک گلے لگائے رکھا، نوجوانوں نے اپنی اپنی طوائفیں بانٹ رکھی تھیں۔ وہ نام پکارتے تو طوائف اسٹیج پر آکر ان کا دل بھانا شروع کر دیتی، ایک موقع پر رقص کرتی طوائفیں کمرے بل زمین پر لیٹ گئیں تو تماشا کی اٹھ کڑے ہوئے اور اس ہنگامے میں سیکڑوں کرسیاں ٹوٹ گئیں۔“ [خبریں رپورٹ، بحوالہ ”شاہراہ بہشت پر“ از امیر حمزہ“ صفحہ: ۷۹] اس خبر سے مسلم معاشرے کی بے غیرتی و بے حیثی کا اندازہ لگائیے !!

ہوس پرستی اور بدکاری و فحاشی کے اڈے بھی بنے ہوئے ہیں جہاں حاضر ہونے والی اولاد سے محروم خواتین کی عفت و عصمت کا سودا کیا جاتا ہے۔ بہت سے مزاروں اور خانقاہوں کے اندر مخصوص اندرونی مقامات ہوتے ہیں جہاں مستنڈوں کو رکھا جاتا ہے اور جب عورتیں حاضر ہوتی ہیں تو انہیں گارجین یا ان کے شوہروں سے الگ علاج اور دعا تعویذ کے لیے بلا کر لے جایا جاتا ہے، پھر ان پالتو مستنڈوں کے درمیان آنے کے بعد کسی بھی خاتون کا فحاشی پانا ناممکن ہوتا ہے۔..... ایک عورت کے ساتھ کئی کئی مستنڈے بدکاری کرتے ہیں۔ جب یہ عورت باہر آتی ہے تو نہ وہ ہنگامہ مچاتی ہے اور نہ ہی اپنے شوہر سے حقیقت بتا سکتی ہے کیوں کہ اسے طلاق کا خوف ہوتا ہے؛ نیز معصوم بچوں کے ساتھ بد فعلی بھی یہاں عام بات ہے، اس کا روبرو کے لیے باضابطہ ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں۔

مزاروں اور خانقاہوں پر حاضر ہونے والی نوجوان دوشیزاؤں کی عصمت بھی محفوظ نہیں رہ پاتی، وہاں موجود مجرمین خوبصورت نوجوان دوشیزاؤں کو اغوا کرنے کی تاک میں رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی انہیں اچک لیتے ہیں۔ پھر انہیں اندر چوری چھپے بنے مخصوص زنا کے اڈے میں لے جا کر ان کی عفت و عصمت کو تار تار کیا جاتا ہے^(۱)۔ چوں کہ اس سلسلہ میں مزاروں اور خانقاہوں میں سجادہ نشین لوگ روپے کے بل بوتے پر بڑے بڑے کریمنل سے گٹھ جوڑ رکھتے ہیں اس لیے تقشیشی کاررواؤں کی پہنچ وہاں تک نہیں ہوتی اور حقیقت معلوم ہوتے ہوئے بھی عقیدت میں بہت سے بے دین لوگ راز افشا نہیں کر پاتے۔ پاکستان کے روزنامہ ”خبریں“ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے مطابق بہاولپور میں خواجہ محکم الدین میرائی کے سالانہ عرس پر آنے والی بہاولپوری یونیورسٹی کی دو طالبات کو سجادہ نشین کے بیٹے نے اغوا کر لیا

(۱) اس سلسلہ میں چند حادثات کا تذکرہ بطور ثبوت ہم آگے کریں گے۔

جب کہ ملزم کا باپ سجادہ نشین منشیات فروخت کرتے ہوئے پکڑا گیا، (۱)

(۱) آئے دن صوفیوں کے مزاروں خانقاہوں، ہندو پنڈتوں اور باباؤں کے مٹھوں مندروں، اسی طرح عیسائی مذہبی رہنماؤں (راہبوں) کے گرجاؤں میں حیا سوز اور غیر اخلاقی حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے حکومتی و قانونی طور پر ان مقامات سے منسلک تمام افراد کی بڑی سختی کے ساتھ چھان بین اور جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان مقامات میں نقاب پوش مذہبی ٹھیکیداروں کے بھیانک اور حیا سوز جرائم سے بھولے بھالے عوام چوکنا ہو جائیں اور عفت و عصمت کے لیروں سے اپنی پاکباز خواتین کو محفوظ رکھ سکیں۔ نیز جرم ثابت ہونے کے بعد انہیں کڑی سے کڑی سزا دی جائے تاکہ گمراہ کرنے والے دوسرے نقاب پوشوں کے لیے سخت ترین عبرت ہو اور آئندہ اس طرح مجرمانہ قدم بردھانے کی کسی کے اندر جرأت نہ ہو۔

حال ہی میں بے پور میں سیکس بلیک کا ایک سنسنی خیز واقعہ منظر عام پر آیا ہے، وہ یہ کہ رام منشی فرقہ کے سربراہ ۷۷ سالہ بے رام داس گپتا گوجر عرف بابا رام جی مہاراج کو جس کی لوگ پوجا کرتے تھے، اپنی چٹلیوں سے گورو دکشنا میں جنسی تعلقات کے جرم میں گرفتار کیا گیا، ان میں سے تقریباً ایک سو اس کو جب وہ چاہتا یہ دکشنا جتنی تھیں اور مہاراج اپنی چٹلیوں سے گورو دکشنا کے نام پر جنسی تعلقات قائم کرتا تھا، علاوہ ازیں مہاراج کی خون میں بھی براہ راست ملوث پایا گیا۔ [روزنامہ ہند ساچار، ۵ ستمبر ۲۰۰۱ء]

عیسائی مذہبی رہنما کے متعلق یہ خبر پڑھے: ”چند دنوں پہلے لندن کے ایک مقامی اخبار نے ایک عیسائی راہب کا ایک عورت کے ساتھ سیکنڈل منظر عام پر لانے کی جرأت کی۔ ثبوت اور واقعہ کی توثیق کے لیے اس کی قابل اعتراض حالت کی تصاویر بھی شائع کر دیں۔“ [ماہنامہ محدث، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۳۶] ”امریکہ کے پشپ اعظم اور دنیائے عیسائیت کے عظیم مبلغ ”جی سواگرٹ“ نے امریکی ٹیلی ویژن پر اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنے جنسی گناہوں کا اعتراف کیا۔“ [تکمیر ۷ مارچ ۱۹۸۸ء]۔

اخبار اردو نیوز ”فرامی پادری کو دس برس کی قید“ کی سرفی کے تحت لکھتا ہے: ”پیرس (اے ایف پی) فرانس کی عدالت نے اس (۷۱) سالہ پادری کو دس سال کی سزائے قید سنائی جس نے ایک اقامت خانے میں دو بچوں کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ تفصیلات کے مطابق جین لوسین مورل نے ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۶ء کے درمیان جنوب مغربی فرانس کے روڈریز علاقے میں واقع مردی براز کالج میں دس اور بارہ سال کے دو بچوں کے ساتھ زیادتی کی تھی۔“ [روزنامہ اردو نیوز، جدہ سعودی عرب، ۴ مارچ ۲۰۰۰ء]

افسوسناک بات تو یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور اچھے لوگ بھی مزاروں اور خانقاہوں پر اپنی خواتین کے ساتھ مرادیں مانگنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور سیدھا سادہ اسلام انہیں سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا جن مقامات پر ڈھول تاشے بج رہے ہوں، کھلے بالوں کے ساتھ دوشیزائیں اور عورتیں رقص کننا ہوں، شرکیہ قوانینوں پر زوردار تالیاں فضا میں گونج رہی ہوں، سالانہ عرسوں میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہو اور طرح طرح کے حیا سوز فتنے نظر آتے ہوں، ان مقامات پر بھلا اسلام عبادت و ریاضت کو کیوں کر درست قرار دے سکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عبادت کا طریقہ مشرکین کی بتائی ہے؟ (۱)۔

پھر اولاد سے محروم خواتین کو ایسے شرک کے اڈوں سے کیا کچھ مل سکتا ہے؟ ایسے مقامات پر تو عفت و عصمت کے سوداگر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ دشمنان اسلام کے بڑے بڑے ایجنٹ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان مقامات کو اختیار کرتے ہیں۔ اولاد دینا یا نہ دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسی کے لیے آسمان و زمین کی بادشاہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذَّكَوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ”آسمان اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔“ [سورۃ الشوری: ۵۰]

(۱) اللہ تعالیٰ کا فروں کی عبادت کے حعلق فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مَكَاةً وَتَصَدِيْقَةً﴾ ”بیت اللہ کے پاس ان کافروں کی نماز کیا ہوتی ہے، بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں۔“ [الأنفال: ۳۵]

لہذا ایک مومن پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو برضا و رغبت قبول کرے اور جو مسلمان اولاد سے محروم ہے اسے چاہئے کہ معتبر ڈاکٹروں سے اپنا اور اپنی بیوی کا علاج کرائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بد عقیدہ لوگوں کی طرح اللہ کا در چھوڑ کر مزاروں اور خانقاہوں کے دروازے کھٹکھٹائے اور اپنی عفت و عصمت کو صحیح ڈھنگ سے حفاظت کرنے میں سستی اور بد عقیدگی کا شکار ہو جائے۔

دورانِ تحریر ہم نے مزاروں اور خانقاہوں میں نقاب پوش ملاؤں اور پیروں کو جو دشمنانِ اسلام کا ایجنٹ گردانا ہے، اس پر آپ کو تعجب نہیں کھانا چاہئے بلکہ یہ سچ ہے۔ لیجئے یہ رپورٹ پڑھئے:

”ذہبیروں نے غیر ملکی ایجنٹوں کا کاروبار بھی سنبھال لیا۔ سرکاری حلقوں سے گہرے تعلقات ہیں، پولیس بیشتر جرائم پیشہ افراد کو پیروں کے سیاسی اور سرکاری اثر و رسوخ کی بنا پر پکڑنے سے خائف رہتی ہے جو پیری مریدی کی آڑ میں منشیات فروشی اور بدکاری کے اڈوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ داتا دربار میں پھرنے والے درویش سیاسی جلسوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں“ (۱)۔

مصطفیٰ کامل نے اپنی کتاب ”المسألة الشرقيّة“ میں لکھا ہے:

”قیروان پر فرانسیسی سامراجیت کے بارے میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک فرانسیسی شخص نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام سید ہادی رکھا۔ علوم شرعیہ میں اس نے اچھا کمال پیدا کیا؛ چنانچہ وہ آگے چل کر قیروان کی جامع مسجد کا امام بن گیا۔ جب فرانسیسی فوج شہر کے قریب آئی تو اہل شہر نے دفاعی جنگ کی پوری تیاری کی۔ وہ لوگ اس وقت مشورہ کے لیے مسجد کے اندر

(۱) خبریں رپورٹ، بحوالہ شاہراہ بہشت، ص ۷۹۔

موجود ایک مزار جسے وہ مقدس مانتے تھے، کے پاس آئے۔ سید ہادی اس وقت مزار میں داخل ہوا اور وہاں سے نکل کر لوگوں سے کہا کہ تم پر بہت ساری مصیبتیں نازل ہونے والی ہیں، شیخ نے مزار سے تم کو یہ نصیحت کی ہے کہ تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ چنانچہ لوگوں نے اس فراموشی امام کی بات مان لی اور اپنے شہر قیردان کی بچاؤ میں دشمنوں سے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی۔ ادھر فرانسیسی فوج بغیر کسی مزاحمت کے فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے شہر کے اندر داخل ہو گئی۔“ (۱)

پاکستان میں عیسائیوں کے ایک بڑے مذہبی پیشوا کے صاحبزادے ریاس ہتیر ہیں، جنہوں نے اگست ۱۹۹۱ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام عبداللہ رکھا ہے۔ عیسائیت اور مذہب اسلام پر ان کا مطالعہ کافی وسیع ہے۔ انہوں نے اپنی قبولیت اسلام کی داستانِ خونچکاں ”اور صلیب ٹوٹ گئی“ نامی کتاب میں لکھی ہے۔ وہ جن دنوں اسلام کے متعلق تشفی بخش علم حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے مختلف مقامات کا دورہ کر رہے تھے، اس دوران چند مسلمانوں کی رہنمائی پر سندھ میں رہنے والے پیر و مرشد گوہر شاہی کی خانقاہ کا بھی انہوں نے دورہ کیا۔ آگے انہی کی زبانی سنئے:

”کراچی جاتے ہوئے میں کوٹری اتر گیا، تاکہ روحانی مرکز جا کر گوہر شاہی سے ملاقات کر سکوں۔ گو یہ نام مسلسل میرے ذہن میں گونج رہا تھا مگر حافظہ ساتھ نہیں وے رہا تھا کہ یہ نام کہاں سنا ہے۔ الغرض لوگوں سے روحانی مرکز کے متعلق معلوم کیا کہ کہاں واقع ہے۔ لوگوں نے ایک سمت کی طرف میری رہنمائی کی کہ وہ جہاں بڑا جھنڈا لگا ہوا ہے وہی روحانی

(۱) المسألة الشرعیة، مصطفیٰ کامل، ص ۲۱۲، ماخوذ از کتاب ”النصوف فی الاسلام“ ڈاکٹر عمر فردخ،

(ص ۱۱)۔ دیکھئے کتاب ”ہذہ ہی الصوفیة“ تالیف عبدالرحمن الوکیل، چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۴ء دارالکتاب

مرکز ہے۔ لوگ مجھ کو بڑی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں دیکھ رہے تھے کیوں کہ میں پادری کے مخصوص لباس میں تھا۔ روحانی مرکز پہنچ کر میں نے مدعا بیان کیا کہ میں گوہر شاہی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک کمرے میں بٹھایا گیا، تھوڑی دیر بعد مجھ کو دوسرے کمرے سے باریابی کے لیے طلب کیا گیا۔ وہ ایک ہال نما کمرہ تھا اور بہت سے لوگ وہاں بصد احترام بیٹھے تھے اور ایک شخص سامنے تخت پر براجمان تھا، جسے دیکھتے ہی میں پہچان گیا کہ یہ تو ریاض گوہر شاہی ہیں۔ موصوف میرے والد کے بہت اچھے دوست ہیں، آپ دو مرتبہ ہمارے چرچ میں بھی قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔ مجھے ایک شاک سا لگا کہ یہ ہیں مسٹر گوہر شاہی، مسلمانوں کے پیر و مرشد؟! انہوں نے مجھے دیکھ کر گلے لگا لیا اور پوچھا: کیسے آنا ہوا پیر؟ میں نے عرض کیا: پنڈی سے کراچی جا رہا تھا، سوچا آپ سے بھی ملتا چلوں۔ میں ان سے اسلام کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر ایسا کیا تو یہ بات والد صاحب تک پہنچ جائے گی۔ جبکہ میری یہ تحقیق ابھی والد سے چھپ کر جاری تھی۔ انہوں نے میرا تعارف وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کروایا۔ میں عرض کرتا چلوں کہ گوہر شاہی کو میں مسلمان نہیں سمجھتا کیوں کہ انہوں نے فردری ۱۹۹۷ء میں ہمارے چرچ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میری ملاقات خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے ماننے والوں کو خوشخبری دو کہ وہ سچے ہیں اور خداوند کا ذکر کرتے رہیں تاکہ فلاح پائیں۔“

اب شاید قارئین کو مزاروں اور خانقاہوں پر براجمان پیروں اور مرشدوں کی حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی۔

آئندہ سطور میں ہم مسلمانوں کی عفت و عصمت سے کھلواڑ کرنے والے ان ظالموں کے چہروں سے دھوکہ اور مکر و فریب کے پردے چند صحیح واقعات کی روشنی میں چاک کر رہے

ہیں جیسا کہ ہم نے دوران تحریر وعدہ کیا تھا:

(الف) ایک ہندستانی صاحب جو گزشتہ کئی سالوں سے ایک غلیبی ملک میں سروس کر رہے ہیں، ان کی شادی کے کئی سال گزر گئے لیکن اولاد سے محروم رہے۔ رخصت پر جب گھر گئے تو کسی بدعتی کے مشورہ پر اپنی بیوی کو ایک خانقاہ لے گئے تاکہ کوئی اولاد ہو جائے۔ چوں کہ بدعتیہ لوگوں کو ان مزاروں اور خانقاہوں سے بڑی وابستگی ہوتی ہے کیوں کہ ان مقامات پر ہونے والے حیا سوز کاموں سے وہ بے خبر ہوتے ہیں۔ مزار پر بیوی کو لے جاتے وقت اپنی چچی کو بھی ساتھ لے لیا، وہاں پہنچنے کے بعد جب پیر صاحب نے انہیں تسلی دلائی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، اولاد ضرور ہوگی لیکن دس روز تک عورت کو علاج و دعا اور جھاڑ پھونک کے لیے رکنا پڑے گا؛ چنانچہ مزار سے قریب ہی ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور روزانہ پیر صاحب کو دکھانے کے لیے بیوی کو اپنی چچی کے ساتھ مزار پر لے جاتے رہے، لیکن اس دوران چند ایام وہ اپنی بیوی اور چچی کے ساتھ پیر صاحب کے پاس دکھانے کے لیے نہیں جاسکے بلکہ بیوی اور چچی ہی کو بھیج دیا۔

جب دس دن کا وقفہ گزر گیا تو پیر صاحب نے کہا: ”اپنی بیوی کو گھر لے جاؤ، امید ہے اولاد ہو جائے“ اور ایک تعویذ بھی لکھ کر دیا۔ یہ صاحب بیوی اور چچی کو لے کر گھر پہنچے، ایک ماہ کے بعد چچی کو الٹی آنی شروع ہوگئی (جیسا کہ حاملہ عورت کے ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے) اور وہ حاملہ ہوگئی حالانکہ چچی کا شوہر اس دوران بیرون ملک ہی تھا؛ گھر کی عورتوں نے جب چچی سے حقیقت حال بتانے پر زبردستی کی تو مجبور و لاچار ہو کر اس نے مزار پر اپنے ساتھ پیش آنے والے حیا سوز فعل کی خبر دی۔ اپنی بیوی سے جب اس شخص نے پوچھ گچھ شروع کی تو اس نے بتایا کہ جب میں اور چچی جان مزار پر حاضر ہوئیں تو اس کے بعد ہمیں ہوش نہیں رہا۔ یہ شخص اولاد سے محروم ہی رہا اور بیوی کو کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ یہ خبر کانوں کان جنگل میں آگ کی

طرح پھیل گئی۔ اس بات کا اعتراف خود شوہر نے کیا اور اب وہ توبہ و استغفار کر کے سلفی العقیدہ ہو چکا ہے“ (۱)۔

(ب) اسی طرح سعودی عرب میں برصغیر ہندوپاک میں معروف ایک عالم دین کے یہاں ادھیڑ عمر کی ایک ہندستانی مسلم خادمہ نے ایک مزار پر اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کی خبر دی جسے میں اس کے باوثوق کفیل کے حوالے سے یہاں نقل کر رہا ہوں۔ نوکرانی نے کہا: ”میری زندگی میں غیر اللہ سے امید رکھنے کی وجہ سے ایک بڑا حیا سوز واقعہ پیش آیا ہے، وہ یہ کہ میرا شوہر اولاد سے محروم ہونے کے باعث مجھے ایک معروف مزار پر لے گیا تاکہ وہاں پیر صاحب کی برکت سے ہماری مراد پوری ہو جائے۔ میرے شوہر کو مزار پر بنے کمرے سے باہر ہی رکھا گیا پھر مجھے علاج اور جھاڑ پھونک کے بہانے اندر لے جایا گیا، مجھ سے آگے اندر ایک سرنگ میں جانے کو کہا گیا۔ میں آگے خوف و ہراس میں بڑھتی گئی، اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سارے مسٹنڈے تنگے بدن اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لیے عورتوں کے انتظار

(۱) اس واقعہ کے راوی معتبر ہیں اور صاحب واقعہ نے خود ان سے اعتراف کیا ہے (ج ل ق)۔ یہ واقعہ لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سید معراج ربانی کی ویڈیو کیسٹ بعنوان ”اولیاء الشیطان پارٹ ۲“ میں بھی یہ واقعہ موجود ہے، اور یہ واقعہ اجیر شریف کا ہے۔ صاحب واقعہ نے خود ربانی صاحب سے بیان کیا ہے۔ آپ کیسٹ میں یہ سن سکتے ہیں۔ سعودی عرب ریاض میں ربانی صاحب سے ملاقات کر کے میں نے ان سے اس واقعہ کی حقیقت جانتا چاہا تو انہوں نے واقعہ کو پڑھنے کے بعد اس کی تصدیق کر دی۔

اگر آپ ان خاتماہوں اور مزاروں پر رونما ہونے والے حیا سوز اور شرمناک واقعات کے بارے میں مزید حقیقت جانتا چاہتے ہیں تو ذرا موقع نکال کر اسلامی غیرت و حیثیت بحال کر کے ان کا دورہ کر لیں سارے حقائق سے آپ جلد ہی واقف ہو جائیں گے کہ یہاں آنے والی نوجوان دوشیزاؤں اور عورتوں کے ساتھ پبیروں اور ملنگوں کا رویہ کس قدر شرمناک ہوتا ہے، کئی ایک مزاروں پر ایسی نازیبا حرکات ہم نے چشم خویش دیکھے ہیں۔

میں ہیں۔ میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میں نے اس کٹھن گھڑی میں اپنے رب ذوالجلال سے اپنی عفت و عصمت کا تحفظ مانگا۔ میں زور سے بھاگی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سرنگ کے اسی راستہ پر بھاگ پڑی جو باہر نکلتا تھا، باہر آکر اپنے شوہر سے حقیقت حال بتائی اور ہم دونوں فوراً وہاں سے نکل پڑے (ل ن س)۔

کوئی بھی بات لکھنے کے لیے ثبوت کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے مزاروں اور خانقاہوں کے متعلق باوثوق ذریعہ ہے مگر زبانی جو باتیں ہمارے پاس پہنچی ہیں، ہم انہیں نظر انداز کر کے تحریری ثبوت کے ساتھ چند واقعات بیان کریں گے تاکہ ہمارے قارئین کو کسی قسم کا شک و تردید نہ رہے۔ امیر حمزہ صاحب اپنی کتاب ”ہندو کا ہمدرد“ میں لکھتے ہیں:

”لاہور میں جو داتا دربار ہے اس وقت یہ دربار پاکستان کا سب سے بڑا دربار ہے۔ اولاد اور رزق حاصل کرنے کے لیے یہ دربار مشہور ہے۔ عورتوں کا یہاں رش لگا رہتا ہے، روزانہ محکمہ اوقاف کو لاکھوں کی آمدنی ہے..... یہاں کیا ہوتا ہے..... اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ کر لو۔ روزنامہ ”پاکستان“ کے صحافی جناب جاوید انور ڈوگر نے اس دربار پر ایک ہفتہ گزارا اور ملنگ کا روپ دھار کر یہاں کے چھپے ہوئے حالات و واقعات کو طشت ازبام کیا۔ روزنامہ ”پاکستان“ نے اپنے اس صحافی کی رپورٹ کو ۲۹ اگست ۱۹۹۹ء کے ”سنڈے پاکستان“ میگزین میں شائع کیا۔ ہم اس تفصیلی رپورٹ سے چیدہ چیدہ واقعات یہاں پیش کرتے ہیں..... اس ارادے اور درد کے ساتھ کہ محکمہ اوقاف اہل سنت کو جواب دے کہ اس نے جناب علی ہجویری کے دربار کو رش و ہدایت کا مرکز بنایا ہے یا یہ کہ ہندوؤں کے داتا اور واپو کی نقل بنا کر رکھ دیا ہے؟..... جی ہاں! اب جاوید انور ڈوگر کی رپورٹ ملاحظہ کیجئے۔ مقصد یہی ہے کہ اے مسلمان! شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں غیرت و حمیت کی بات.....؟

۱۔ نگینہ کون تھی؟ نیز ایسی نگیناؤں سے دربار اٹا پڑا ہے:

”میں نے سائیں نذر کی بابت کاٹ کر کہا..... ”یاروہ نگینہ کہاں گئی.....؟ تم نے اس کی

بات تو درمیان میں ہی چھوڑ دی۔“ ہاں جی! شاہ جی! وہ جو گنہ گہ تھی وہ واقعی گنہ گہ بن گئی۔ درباروں کے گدی نشینوں اور افسروں سے لے کر تھانیداروں اور ملٹکوں تک اس کے مرید بننے چلے گئے۔ داتا دربار کی چوکی کا ایک انچارج اس پر مرتا تھا۔ جب گنہ گہ نے اسے گھاس نہ ڈالی تو انتقام لینے پر اتر آیا اور اس نے گنہ گہ کے خلاف ایک لڑکی فروخت کرنے کا مقدمہ بنوایا۔ اب سنا ہے اسے دس سال کی سزا ہو گئی ہے اور وہ جیل میں اپنی سزا کاٹ رہی ہے۔

سائیں جی!..... آپ تو یہ کہتے تھے کہ گنہ گہ ہوتی تو وہ آپ کی بڑی خدمت کرتی۔ بھلا وہ تمہارے کہنے سے میری خدمت کیوں کرتی؟ تم تو خود اس کے لیے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتے تھے۔

”واہ جی! شاہ جی! تم بڑے بھولے بادشاہ ہو۔ ابادشاہ تھیں مالدار لوگ او، تہاڑی گدی داسن کے گنہ گہ نے تہانوں چڑ جاناں سی۔“ واہ جی! شاہ جی! آپ بھی بھولے ہیں، آپ تو مالدار ہیں، آپ کی گدی کا سن کر اس نے آپ سے چٹ جانا تھا۔ میں نے سائیں سے دریافت کیا کہ یار یہ بتاؤ کہ کیا واقعی گنہ گہ نے لڑکی فروخت کی تھی؟ سائیں نے بے ساختہ کہا: ”شاہ جی! آپ گنہ گہ کی بات کرتے ہیں یہاں پر تو آج بھی آٹھ دس عورتیں یہی دھندہ کرتی ہیں۔ گھروں سے بھاگی ہوئی لڑکیاں یہاں آتی ہیں، انہیں کچھ دنوں تک یہ عورتیں اپنے کوارٹروں میں رکھتی ہیں اور یہاں دربار پر سوتی ہیں۔ پھر یہ لڑکیاں اچانک غائب ہو جاتی ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں ”یہاں سے بھاگ گئی ہیں“ اور کچھ لوگ کہتے ہیں ”فروخت کر دی گئی ہیں“۔“

سائیں نذر نے ایسی جن عورتوں کی نشاندہی کی تھی انہیں میں نے ۲۴ گھنٹے داتا دربار میں موجود پایا اور ان کی حرکات انتہائی قابل اعتراض تھیں۔ میں نے سائیں نذر کی باتوں کی صداقت معلوم کرنے کے لیے اپنی ایک عزیزہ سے یہ کہا: ”وہ خواتین کے حصے میں جا کر یہ کہہ دے کہ وہ جہلم سے بھاگ کر آئی ہے اور اب لاہور میں اس کا کوئی نہیں۔“ میری عزیزہ

امبر تعلیم یافتہ اور خوبصورت لڑکی ہے۔ جب اس نے جا کر عورتوں والے حصے میں اپنی فرضی داستان سنائی تو اس کے ارد گرد شکاری عورتوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ چند گھنٹوں کے دوران یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ چکر باز عورتیں میری عزیزہ امبر کو اپنے گھر لے جانے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگیں۔ یہ جھگڑا مار کٹائی تک پہنچ گیا تو امبر نے پریشان ہو کر بتایا کہ وہ تو گھر سے بھاگ کر نہیں آئی۔ اس کے والدین یہاں رہتے ہیں اور وہ ایک تعلیم یافتہ گھرانے کی فرد ہے۔ امبر بتاتی ہے کہ ان عورتوں کو میری بات پر اس وقت تک یقین نہیں آیا جب تک میں نے ایک جریدہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا ثبوت انہیں فراہم نہیں کیا۔ جس وقت ان چکر باز عورتوں کو امبر کی اصل حقیقت کا علم ہو گیا تو پھر وہ دربار سے غائب ہو گئیں اور کئی گھنٹے تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ شاید اس لیے آگئیں کہ اب تو امبر یا اس کا کوئی عزیز دربار پر انہیں نہیں پکڑے گا۔ ان عورتوں کو کیا معلوم تھا کہ امبر کا اکل ”شاہ جی“ کے روپ میں دربار پر ڈیرہ ڈالے بیٹھا ہے۔“

ب- دربار..... جہاں عورتوں کی بولی لگتی ہے:

۱۴ اگست کی شام مجھے ایک ملنگ بشیر خاں نے کہا: ”شاہ جی!..... آئیے آپ کو ایک اور نظارہ کرائیں“۔ ہم داتا دربار سے باہر آ گئے۔ مین گیٹ کے ساتھ ایک گاڑی کھڑی تھی۔ بشیر ملنگ نے ایک خاتون سے میرا تعارف کروایا۔ اس خاتون کے ساتھ ایک انتہائی معزز آدمی کھڑا تھا، اور تین لڑکیاں..... تعارف کے بعد وہ عورت مجھ سے مخاطب ہوئی اور کہنے لگی: ”شاہ جی یہ ۲۵۰۰ کی ہے، یہ ۳۰۰۰، اور یہ ۵۰۰۰ کی“۔ وہ اپنی بیٹیوں پر ہاتھ رکھ کے یوں مول بتا رہی تھی جیسے کسی بھیڑ بکری کا سودا کیا جاتا ہے۔ میں نے کوئی سودا کرنا ہی نہیں تھا، میں نے بات کو ٹالنے کے انداز میں کہا: بی بی! ہم ملنگ لوگوں کے پاس اتنے پیسے کہاں ہوتے ہیں؟ عورت گالی دے کر بولی: ”یہ ملنگ لوگ بڑے..... ہوندے نہیں شاہ جی“۔

میں خاموشی سے چلا آیا آتے ہوئے میں نے نادانستہ طور پر اس معصوم بچی کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا جس کی قیمت پانچ ہزار روپے بتائی گئی تھی۔ وہ چودہ سال کی ہوگی، اس کی آنکھوں میں تیرنے والے آنسو میں آج تک جانتا ہوں یا پھر وہ بچی..... جو ”شرقاء“ کی اس نگری میں دولت کی سولی پر لٹکا دی گئی ہے۔ بشیر ملنگ کے ساتھ میں واپس آ گیا۔ ان لوگوں نے مختلف ہوٹلوں کے اندر کمرے بھی بک کر دار کھے ہیں۔ یہ گاہک کاشناختی کارڈ لے لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی لڑکی روانہ کر دیتے ہیں۔ جس روز کسی ملنگ کے پاس کوئی سادہ لوح خاتون نہ پھنسے وہ دوسروں سے کہتا ہے کہ آج میں روزہ سے ہوں۔ جب اسے کوئی سادہ لوح خاتون مل جائے تو وہ کہتا ہے کہ آج بہت روزی ملی ہے۔ اگر کئی سادہ لوح خواتین مل جائیں تو ملنگ کا جملہ کچھ یوں ہوتا ہے کہ ”اج تے روزی اتے روزی دیجی اے“۔

ملنگوں اور ملنگیوں کی ایک فوج ظفر موج ایک دربار سے دوسرے دربار تک سفر کرتی رہتی ہے۔ درجنوں ملنگ اور ملنگیاں داتا دربار پر ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے اور انتظامیہ ان ملنگوں اور ملنگیوں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ ملنگ ایسی ملنگیوں کو ”بھلے لوگ“ کہتے ہیں جو خود گناہ کی زندگی بسر کرتی ہیں یا دوسرے شہروں سے آنے والی لڑکیوں کو گناہ کی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ ایسے ”بھلے لوگوں“ کی ایک بڑی تعداد کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان میں سے بعض کے ساتھ ملاقات بھی کی:

ج- داتا دربار کے ”نعت گو“ کی اصل حقیقت:

منیر بھٹی نے بتایا کہ وہ ایک زمیندار گھرانے کا فرد ہے۔ گاؤں میں ایک لڑکی کے اغوا ہونے کے بعد ہماری ایک دوسری برادری کے ساتھ دشمنی شروع ہو گئی تو مجھے جیل جانا پڑ گیا۔ جیل میں میری ملاقات ایک جیب تراش لڑکے کے ساتھ ہو گئی۔ میں اس کے ساتھ جیل کے ”منڈاخانہ“ میں بند تھا۔ ہماری یہ دوستی اس قدر چکی ہوئی کہ جیل سے رہائی کے بعد بھی قائم

رہی۔ جیب تراش عبدالمجید درباروں اور میلوں میں جیب تراشی کا دھندہ کرتا ہے۔ ان دنوں وہ داتا دربار پر اپنے ”کاروبار“ میں مصروف ہے اگر موقع ملا تو میں اس کے ساتھ بھی آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ دشمنی کے نتیجہ میں گاؤں میں ہمارے آدمی مخالف پارٹی کے آدمیوں کو قتل کر دیتے اور مخالف پارٹی ہمارے لوگوں کو قتل کر دیا کرتی ہے۔ اس پر مقدمے بنتے اور ہمیں کئی دن مفرد کے طور پر چھپ کر رہنا پڑتا۔ عبدالمجید نے مجھے مشورہ دیا کہ مفردی کی زندگی گزارنے کے لیے داتا دربار سے اچھی کوئی جگہ نہیں۔ یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، لنگر رات دن ملتا ہے اگر کوئی پولیس کا اہلکار منہ ماری بھی کرے تو اسے دس روپے دے کر ٹر خایا جاسکتا ہے۔ میں نے طویل عرصہ یہاں ایک مفرد کے طور پر گزارا، یہاں کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے۔ میں نے یہاں پر مستقل رہنے کا ایک بہانہ نکالا، آواز اچھی تھی، نعت گوئی شروع کر دی۔ اب میں نے اپنے اس فن کی بدولت دربار پر آنے والی عادی خواتین اور لڑکیوں کے علاوہ مستقل طور پر رہنے والی کئی عورتوں کے ساتھ ”خصوصی“ مراسم بنا رکھے ہیں۔ یہ مراسم اس قدر مضبوط ہیں کہ میں جب چاہوں کسی بھی ایک لڑکی یا عورت کو طلب کر سکتا ہوں۔ گھریلو لڑکیوں کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا یہ بہانہ انتہائی معقول ہوتا ہے کہ وہ داتا دربار حاضری کے لیے جا رہی ہیں۔ اس حاضری کی آڑ میں وہ کیا کرتی ہیں.....؟ اس کا گھر والوں کو اس وقت علم ہوتا ہے جب رسوائی ان کے گھروں کی دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہو چکی ہوتی ہے۔ اب میں نعت گوئی کرتا ہوں کہیں سے دس بیس روپے اکٹھے ہو جاتے ہیں، لنگر سرکاری مل جاتا ہے اور لڑکیوں کا شکار الگ کر لیتا ہوں۔ ہماری مخالف پارٹی کے ساتھ اب صلح ہو گئی ہے لیکن میں اپنے بھائیوں کے اصرار کے باوجود گھر نہیں جاتا ہوں۔ یہاں کی زندگی ہی بڑی دلچسپ ہے۔ ”مال“ بھی مل جاتا ہے اور دال روٹی بھی..... محنت بالکل نہیں کرنا پڑتی۔ اب میں کبھی کبھار گاؤں جاتا بھی ہوں تو ایک دن سے زیادہ رہنے کو جی

نہیں چاہتا۔ گھر والے اور گاؤں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں داتا صاحب کی عقیدت اور محبت کے باعث یہاں پر رہتا ہوں لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ یہاں کی رنگینیاں مجھے کہیں اور قیام ہی نہیں کرنے دیتی ہیں۔“

د- نعت خوانی کا کرشمہ جمعرات کو:

جاوید ڈوگر صاحب رقمطراز ہیں کہ منیر بھٹی مجھے کہنے لگا:..... ”باب جی! کل جمعرات ہے ہم آپ کو ایسے ایسے ”بھلے لوگ“ ملوائیں گے کہ آپ حیران رہ جائیں گے..... بابا جی! نعت خوانی ایک ایسا فن ہے جس پر اچھے بھلے کردار کی حامل گھریلو عورتیں قربان ہو جاتی ہیں۔“ اس نے مجھے اپنے اس فن کا مظاہرہ کر کے دکھایا، میاں محمد بخش کا کلام گانے لگا تو میرے ارد گرد مرد و خواتین زائریں کا ایک ہجوم سا لگ گیا، وہ جس عورت کو بھی اشارے سے بیٹھ جانے کا حکم دیتا وہ اس کی تعمیل کرتی رہی۔ منیر بھٹی نے اجتماع یا مجمع ختم ہو جانے کے بعد مجھے بتایا کہ نعت سننے والے لوگوں میں کئی ایسے موجود تھے جنہیں وہ آسانی کے ساتھ بے وقوف بنا سکتا ہے۔ ثبوت کے طور پر چند منٹ کے بعد وہ ایک ایسی خاتون کو میرے پاس لے آیا جس کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور وہ چند لمحوں قبل میرے پاس بیٹھ کر منیر بھٹی سے نعت سن رہی تھی۔ اس خاتون نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کی بھابھی کے لیے دعا کروں کہ میں ایک درویش ہوں اور میری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ درست ثابت ہوتا ہے۔ یہ خاتون تو میری جان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ میں نے اس سے کہا:

”یہاں پر تو میں خود حاضری دے رہا ہوں۔ وہ اگر یہ چاہتی ہے کہ اس کا کام ہو جائے تو پھر وہ میرے پاس ہوٹل کے کمرے میں آئے، یہاں پر میں آرام کرنے کی غرض سے مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا۔“ یہ خاتون طے شدہ وقت کے مطابق میرے پاس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ اس دوران منیر بھٹی مجھے اس خاتون کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر چکا تھا۔ اصل بات

یہ تھی کہ سعدیہ کی بھابھی اپنے کسی ہمسائے کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور وہ داتا دربار پر دعا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے درویش کی تلاش میں آئی تھی جو اپنے عمل یا تعویذ کے ذریعے اسے واپس لاسکے۔ جب سعدیہ میرے پاس ہوٹل میں آئی تو میں نے اسے اصل حقیقت بتا دی کہ تمہاری بھابھی تو اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔ میرے اس انکشاف پر سعدیہ نے میرے پاؤں پکڑ لیے مگر میں نے خالصتاً ”پیروں“ کے سے انداز میں اسے جھٹک دیا اور دو چار گالیاں بھی سنا ڈالیں۔ میں نے سعدیہ کو تسلی دی کہ اس کی بھابھی جلد واپس مل جائے گی۔ میں نے سعدیہ سے کہا: ”وہ اور اس کے گھر والے باقاعدگی سے نماز ادا کریں اور ذکر الہی میں مشغول رہیں، اس کی سمجھ میں میری بات نہیں آرہی تھی۔ جب میں نے اصرار کیا تو وہ چیخ اٹھی کہ ”باباجی! اگر نمازیں ہمیں ہی پڑھنی ہیں تو آپ جیسے لوگ کس مرض کا علاج ہیں؟“ مجھے سعدیہ کی اس سوچ سے گہرا صدمہ ہوا اور میں سوچنے لگا کہ یہ جعلی پیر لوگ کس قدر سفاک اور ظالم ہیں کہ لوگوں کی نمازیں تک اپنے ذمے لے لیتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ خود بھی نماز ادا نہیں کرتے،“ (۱)

قارئین ذرا غور کریں، ایک خانقاہ پر ایک صحافی نے صرف ایک ہفتہ گزارا تو کتنے سارے حقائق سامنے آئے۔ اب اگر خطہ ارضی کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مزاروں اور خانقاہوں کا صحیح ڈھنگ سے سروے اور چھان بین کی جائے تو اندازہ لگائیں کیسے کیسے حیا سوز اور شرمناک واقعات سامنے آئیں گے۔ کیا اب بھی مسلمانوں کے اندر اسلامی غیرت و حمیت پیدا نہیں ہوگی؟..... فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۲۰- اختراعاتِ جدیدہ کے غیر اخلاقی پروگراموں کی مقبولیت:

ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ ایسی اختراعاتِ جدیدہ ہیں جن کے ذریعہ دینی

(۱) دیکھئے: ”ہندو کا ہمدرد“ امیر حمزہ، ص ۱۹۲ تا ۱۹۸ ایڈیشن اول جنوری ۲۰۰۲ء دارالصفہ پبلیکیشنز، لاہور۔

دلی، ادبی و اخلاقی اور اصلاحی و سماجی نشریات شائع کر کے بے ادب لوگوں کو باادب بنایا جاسکتا تھا، غیر مہذب قوموں کو تہذیب و ثقافت کا درس دیا جاسکتا تھا اور دلدل میں پھنسی انسانیت کے درد کا مداوا تلاش کیا جاسکتا تھا۔ لیکن یہ غیرت کا فقدان ہی کہتے کہ ہمارے معاشرے میں اس سلسلہ میں کوئی خاطر خواہ اقدام کرنے کے بجائے ان اختراعات جدیدہ کے فحش پروگراموں کی بے انتہا پذیرائی ہو رہی ہے۔ اخلاقی اور سماجی پروگراموں کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہمارے جوانوں کے پاس وقت ہی نہیں۔ ہاں اس کی جگہ جنسی ہیجان برا بیچتہ کرنے والے گانے سننے، نیم عریاں لباس میں ملبوس عورتوں کی جسمانی نمائش اور جذبات میں شعلہ بھڑکانے والے فحش پروگراموں کو دیکھنے کے لیے ان کے پاس کافی وقت ہے۔ ان پروگراموں کو دیکھنے کے لیے گویا اختراعات جدیدہ کا اپنے گھروں میں رکھنا بھی ایک لازمی جزء بن چکا ہے۔ خواہ اس کے لیے کوئی بھی غیر اخلاقی قدم اٹھانا پڑے۔ غیرت و حمیت کے فقدان کے باعث اب ٹیلی ویژن اور وی سی آر خریدنے کے لیے اپنے بچوں کا سودا کرنا بھی کوئی قابل افسوس بات نہیں رہ گئی۔ آج سے تقریباً دس سال قبل پاکستان کے اردو روزنامہ ”نوائے وقت“ ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء کے شمارہ کے مطابق ایک رومانی ماں نے ٹی وی اور ویڈیو خریدنے کے لیے اپنے لخت جگر کو (750) پونڈ میں فروخت کر دیا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ آج کا انسان ذہنی عیاشی کی خاطر کس قدر بے غیرت و بے شرم ہو چکا ہے کہ سب سے قیمتی اور محبوب سرمایہ اولاد کو بھی فروخت کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں اس سے عفت و عصمت کی حفاظت کی امید کیسے کی جاسکتی ہے؟

اب تو یہودی لابی تنظیموں نے میڈیا کو اس قدر گندہ اور اخلاق سے عاری بنا دیا ہے کہ کوئی بھی ٹیلی ویژن چینل کھولے حیا سوز پروگرام دیکھنے کو ملیں گے۔ ڈش اور انٹرنیٹ نے تو فحاشی و عریانیت کے آخری مرحلہ تک اپنا کام سرانجام دے دیا ہے اور دنیا کے کونے کونے میں

فحش پردہ گرائمنوں کو نشر کر کے نئی نسلوں کو جنسی ہوس کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل معروف بین الاقوامی میگزین اکانومسٹ (Economist) نے لکھا تھا کہ انٹرنیٹ کی آمد سے قبل امریکی اور یورپی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سیر سیاحت کے پس پردہ اپنی تہذیب و ثقافت کی سفارتکاری کے فرائض انجام دیتے تھے، اور خطہ ارضی کے مختلف ممالک کی سیاحت کے دوران وہاں کے لوگوں کو اپنی عریانی پسندی سے متاثر کیا کرتے تھے، اس کے باوجود ان کی یہ اثر اندازی محدود پیمانے کی تھی۔ لیکن اب انٹرنیٹ کی آمد کے بعد تو انسانی آبادی کا ایک ایک گھر اور انفرادی اجتماعی سطح پر پورا انسانی معاشرہ ہی مغربی تہذیب کی زد پر ہے۔ اس لیے کہ ترسیل و ابلاغ کا یہ ذریعہ لسانی، تہذیبی اور جغرافیائی کسی رکاوٹ کو تسلیم نہیں کرتا، اور اس کی اثر اندازی تو ہر قید و بند سے پرے ہے اور اس کے زہریلے اثرات تو ہر خاص و عام تک پہنچ رہے ہیں چاہے وہ اس سے متفق ہو یا اس کا مخالف (۱)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ بڑھتے ہوئے جرائم کا احاطہ کرنا مشکل ہے، آئے دن انٹرنیٹ کے ذریعہ عزت و آبرو کا استحصال ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں اخبار اردو نیوز نے انٹرنیٹ کے ذریعہ پیش آنے والے بھیانک جرائم کے متعلق عنوان ”جاپان میں انٹرنیٹ جرائم کی شرح میں اضافہ“ کے تحت یہ رپورٹ شائع کی ہے:

”ٹوکیو (اے ایف پی) جاپان میں انٹرنیٹ سے متعلق جرائم کی شرح میں جون تک ختم ہونے والے چھ مہینوں کے دوران دگنا اضافہ ہوا ہے۔ جرائم کی ان وارداتوں میں ستر فیصد سے زائد لڑکیاں شکار ہوئی ہیں۔ پولیس نے بتایا کہ سال رواں کی پہلی ششماہی کے دوران ۷۹۳ جرائم منظر عام پر آئے۔ یہ تعداد گزشتہ سال اسی مدت کے دوران پیش آنے والے جرائم سے ۳۰۲ زیادہ رہی۔ نیشنل پولیس ایجنسی نے کمپیوٹر جرائم سے متعلق اپنی عبوری رپورٹ

میں یہ بات بتائی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے چھیڑ خانی کے متعدد واقعات پیش آئے ان میں زیادہ تر لڑکیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ شکار ہونے والی زیادہ تر لڑکیوں کی عمر ۱۳ سے ۱۸ برس کے درمیان ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ۹۵.۵ جرائم موبائل فون کے ذریعے انٹرنیٹ سروسز تک رسائی کی سہولت رہنے والوں کی جانب سے کیے گئے۔ انٹرنیٹ سروسز سے متعلق قتل کا ایک واقعہ اس دوران پیش آیا جبکہ زیادتی کے ۲۳ واقعات پولیس کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ پولیس ترجمان نے بتایا کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ کیے جانے والے جرائم میں اسی وقت کی آسکتی ہے جب انٹرنیٹ سے متعلق سخت قوانین نافذ کیے جائیں“ (۱)۔

اب ان اختراعاتِ جدیدہ کے فحش پروگراموں کو کنٹرول کرنا بھی امر محال ہے کیوں کہ ان کے ذریعہ یہودی لابی تنظیموں نے پوری دنیا کو سیکولرائز کرنے کے لیے اپنے مضبوط قدم میڈیا کے میدان میں جما رکھی ہیں۔ اس میدان میں یہودیوں کی سرگرمیوں کا اندازہ اس رپورٹ سے لگا لیے کہ ”امریکی میڈیا کے بڑے حصے پر یہودی قابض ہیں۔ ایک یہودی فیملی نیوہاؤس فیملی کے پاس (84) روزنامے (20) ہفتہ وار رسالے، (182) ریڈیو اسٹیشن (140) کیبل، (1735) دارالاشاعت ہیں۔ امریکہ میں (60) ملین روزنامے تقسیم ہوتے ہیں جو سب یہودی ملکیت کے روزنامے ہیں“ (۲)۔

درحقیقت میڈیا کے ذریعہ تحریری پروگراموں کو پیش کر کے صحیح سالم معاشروں کو خراب کیا جا رہا ہے، اور اس میڈیا کے پس پردہ یہودیوں کی عظیم سازش کارفرما ہے، جو اپنے علاوہ کسی بھی قوم کے لیے بھی خواہ نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورتِ خال میں خصوصاً مسلمانوں کو چوکنا رہنے کی سخت ضرورت ہے کیوں کہ یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں، مسلمانوں کو

(۱) اردو نیوز، جدہ ۲۳ اگست ۲۰۰۲ء۔

(۲) اعداد و شمار ۱۹۹۷ء، مغربی میڈیا از مولانا نذر الحفیظ ندوی۔

اخلاقی بحران میں مبتلا کر دینا ان کا ہدف اول ہے۔ اور سچی بات تو یہی ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں؛ چنانچہ ایک عرب کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے دورانِ زچگی اپنی بیوی کی پوری ویڈیو فلم تیار کروائی^(۱)۔

مسلم معاشرہ میں فقدانِ غیرت کی یہ ایک ایسی قبیح مثال ہے جس سے ایک غیرت مند مومن کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ دراصل میڈیا نے جو فحش پروگراموں کی خرید و فروخت کا بازار گرم کیا ہے اس سے نبرد آزما ہونے کی بجائے ہم نے غیرت کا سودا کر لیا ہے جس کا یہ شرمناک نتیجہ ہے۔ قابلِ صد مبارک ہیں وہ لوگ جو اختراعاتِ جدیدہ کے فحش پروگراموں کو اگر بالکل روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم ان سے خود بھی محفوظ ہیں اور اپنے گھرانے و خاندان کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ پاکستان میں چکوال کی ایک خاتون نے اپنائی وی اس وقت توڑ دیا جب پی ٹی وی (PTV) ایوارڈ کی تقریب کے دوران ایک فحش اشتہار بار بار دکھایا جا رہا تھا جس میں خواتین کے لیے مخصوص آئٹیم کی تشہیر نہایت بھونڈے طریقے سے کی جا رہی تھی۔ پہلے تو یہ خاتون سمجھ نہ سکی کہ یہ اشتہار کس چیز کا ہے پھر اس نے اپنی بہو سے پوچھا کہ یہ کس چیز کا اشتہار ہے؟ جب بہو نے بتایا کہ خواتین کی فلاں چیز کے بارے میں ہے تو اس خاتون نے اس نگلی فحاشی پر برہم ہو کر فوراً ٹیلی ویژن توڑ دیا^(۲)۔

مذکورہ خاتون کی شدید غیرت سے ہمارے معاشرے میں ان افراد کو درسِ عبرت لینا چاہیے جو اپنے پر یوار کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر فحش پروگراموں کو دیکھتے نہیں شرماتے۔ اسی شرم و حیا اور غیرت کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ ٹی وی وغیرہ مصنوعاتِ جدیدہ پر بار بار فحاشی و عریانی کے پروگراموں کو دیکھنے سے گھر میں بے حیائی و بدکاری کے شرمناک واقعات رونما ہوتے

(۱) عالم اسلام کی اخلاقی صورتِ حال، ص: ۳۲۶، از مولانا اسرار عالم، ناشر قاضی پبلشرز دہلی۔

(۲) مجلہ الدعوة، اپریل ۲۰۰۱ء، ص: ۲۸۔

ہیں جو کل ہو کر اخبارات کی گرما گرم سرخیوں کی زینت بنتے ہیں !!

۲۱۔ فحش لٹریچر اور اخبارات کی پذیرائی:

ہمارے معاشرے میں فحش لٹریچر اور مخرب اخلاق مجلات کی کثرت فروخت بھی فقدانِ غیرت کی علامت ہے۔ ادب کے نام پر مخرب اخلاق لٹریچر، گندے ناول اور عریاں تصویروں سے مزین روزنامے، ہفت روزے اور ماہنامے ہمارے معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور ایسے ہی اخبارات و رسائل کے ایڈیشن میں روز افزوں اضافہ کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے۔ جب کہ دینی، اخلاقی، ادبی اور اصلاحی میگزین کی اقتصادی حالت اس قدر خستہ اور ناگفتہ بہ ہوتی ہے کہ ایسے مجلات سے منسلک افراد کی تقاضی بخش تنخواہ تو کچھ، ان مجلات کے کاغذات اور چھپائی وغیرہ کی قیمت بھی بمشکل نکل پاتی ہے۔ مطالعہ کے شوقین حضرات غیر اخلاقی مجلات و اخبارات تو نقداً خرید لیتے ہیں لیکن مثبت اور اخلاقی مجلات مفت حاصل کرنے کے عادی ہوتے ہیں یا اول الذکر کے آگے ثانی الذکر کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔

ظاہر ہے جب سادے میگزین ذلت آمیز اقتصادی بحران سے دوچار ہوں گے تو ان کے ذمہ داران کے پاس اب دو ہی راستے رہ جاتے ہیں؛ یا تو وہ صحافت کے میدان سے بلاوقت ضائع کیے نکل جائیں یا پھر ماڈرن تہذیب و ثقافت کو قبول کر کے اپنے میگزین کو بھی اس رنگ میں رنگ دیں جو مقبول ترین میگزین کا رنگ ہے۔ یعنی عورتوں کی عریاں تصویریں میگزین کے اندر باہر ہوں، مضامین جنسی ہیجان بھڑکانے والے ہوں، مخرب اخلاق قصہ کہانیاں ہوں اور جا بجا بھڑکیے، جاذب نگاہ اور نیم عریاں فحش تصویریں ہوں کہ بک اسٹال پر پہنچتے پہنچتے تمام میگزین بک جائیں، اور یوں ایڈیشن میں اضافہ کے آرڈر آنے شروع ہو جائیں۔

اسلامی غیرت و حمیت کے فقدان کے باعث اب صحافت ایک تجارت اور اپنی جیب بھرنے کی دھن میں فحاشی و بے حیائی کا پلندہ ہو چکی ہے۔ پہلے تو دوسری اقوام کو ہم ہنتے تھے لیکن اب مسلم معاشرہ اس میدان میں اس قدر آگے چلا گیا ہے کہ دوسری قوموں کے اخبارات و رسائل عریانیت و فحاشیت میں ہمارے روزنامے اور میگزین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پاکستانی صحافت کے متعلق حافظ صلاح الدین یوسف جنہوں نے مولانا محمد جونا گڑھی کے ترجمہ قرآن پر مفید تفسیر لکھی ہے، جس کی طباعت مجمع ملک فہد بن عبدالعزیز سعودی عرب میں ہوئی ہے، لکھتے ہیں:

”ہماری صحافت بالخصوص روزنامے، مغربی ملکوں کے روزناموں سے بھی زیادہ بے حیائی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ یہ چند ملکوں کی خاطر مسلمان عورت کو روزانہ عریاں اور نیم عریاں کر کے پیش کرتے ہیں تاکہ عوام کی ہوس پرستی اور جنسی اشتہا کی تسکین کر کے ان کی جیبوں سے پیسے بھی کھینچے جائیں اور انہیں دولتِ ایمان سے بھی محروم کر دیں۔ ان عارت گرانِ دین و ایمان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ان مہ و شوں، سیمیں تنوں اور رہزنانِ تمکین و ہوش کی رنگین اور شہوت انگیز تصویروں سے عوام کے اخلاق و کردار کس بری طرح بگڑ رہے ہیں۔ بے حیائی اور بے پردگی کو کس طرح فروغ مل رہا ہے اور فحاشی کا سیلاب کس طرح ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ انہیں صرف اپنی کمائی سے غرض ہے، اس کے علاوہ ہر چیز سے انہوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں“ (۱)۔

اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کا تھوڑا سا بھی پاس و لحاظ ہوتا تو ایسے لوگ فحش مجلات اور عریاں میگزین کی اشاعت میں ہرگز حصہ نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مخرّب اخلاق لٹریچر کی اشاعت پر دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔ سورۃ النور

آیت (۱۹) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی (فحاشی) پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے“۔

یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت سے براءت کے لیے نازل ہوئی تھی تفسیر احسن البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

”فاحشہ کے معنی بے حیائی کے ہیں اور قرآن نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے (بنی اسرائیل) اور یہاں بدکاری کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کا باعث قرار دیا ہے، جس سے بے حیائی کے بارے میں اسلام کے مزاج کا اور اللہ تعالیٰ کی منشا کا اندازہ ہوتا ہے کہ محض بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت عند اللہ اتنا بڑا جرم ہے تو جو لوگ رات و دن ایک مسلمان معاشرے میں اخبارات، ریڈیو، ٹی وی اور فلموں، ڈراموں کے ذریعے سے بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور گھر گھر اسے پہنچا رہے ہیں اللہ کے یہاں یہ لوگ کتنے بڑے مجرم ہوں گے؟ اور ان اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کیوں کر اشاعتِ فاحشہ کے جرم سے بری الذمہ قرار پائیں گے؟ اسی طرح اپنے گھروں میں ٹی وی لا کر رکھنے والے جس نے ان کی آئندہ نسلوں میں بے حیائی پھیل رہی ہے، وہ بھی اشاعتِ فاحشہ کے مجرم کیوں نہیں ہوں گے؟ اور یہی معاملہ فواحش اور منکرات سے بھرپور روزنامہ اخبارات کا ہے کہ ان کا بھی گھروں کے اندر آنا، اشاعتِ فاحشہ کا ہی سبب ہے، یہ بھی عند اللہ جرم ہے۔ کاش! مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لیے اپنی مقدور بھرسعی کریں۔“

عورتوں کی فحش اور عریاں تصویروں سے مزین اخبارات و میگزین کی اشاعت سے کوئی بھی معاشرہ فحاشی و عریانیت کی زد میں آسکتا ہے۔ معاشرے کے غیرت مند افراد جب ایسے

اخبارات و جرائد پر پابندی عائد نہیں کریں گے تو بعد میں ان کی وجہ سے پھیلنے والی بے حیائی و فحاشی کے طوفان کو روکنا مشکل ہو جائے گا، اور سوسائٹی میں عریانیت و فحاشیت کوئی عیب کی بات نہیں رہ جائے گی، جیسا کہ مغربی ممالک میں یہ صورت حال ہے۔ بلکہ اب تو مغربی ممالک میں بھی فحش اور عریاں تصویروں پر مشتمل رسالوں کو معاشرے میں تباہی اور انارکی پھیلانے کا ایک مؤثر ذریعہ تصور کیا جا رہا ہے، اور انہیں روکنے کی تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔ ایک امریکن رسالے میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بد اخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے، اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں: فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار سے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار، جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کی یہی نفس پرستی اور شہوانیت، ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے“ (۱)۔

فحش اخبارات و مجلات کی اشاعت میں کسی بھی نوعیت کی حصہ داری ناجائز اور اسلامی شریعت کی منافی ہے؛ خواہ ایسے اخبارات و مجلات میں خریداری کے اعتبار سے حصہ لیا جائے

یا ملازم کی حیثیت سے ان کے لیے کام کیا جائے۔ فقدانِ غیرت کے باعث جو لوگ ایسے اخبارات و مجلات سے منسلک ہیں انہیں پہلی فرصت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے ایسی سروس سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض ضرور کوئی اچھا بدلہ دے گا، جس کا بندہ گمان بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ”اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔“ [الطلاق: ۲-۳]

ہم ذیل میں عصر حاضر کے سب سے بڑے مفتی علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ جو اس سلسلے کی ایک مفید کڑی ہے، قارئین کے استفادہ کی خاطر نقل کر رہے ہیں:

سوال:- ایسے مجلات کی اشاعت کا کیا حکم ہے جن میں عورتیں فحش انداز میں بے پردہ دکھائی جاتی ہیں، ہیرا اور ہیر وئن کی خبریں خاص طور پر شائع کی جاتی ہیں؟ اور جو لوگ ایسے مجلات میں کام کرتے ہیں، ان کی تقسیم کرتے ہیں اور خریدتے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:- ایسے مجلات شائع کرنا جائز نہیں ہے جن میں عورتوں کی تصویریں ہوں، یا زنا، لواطت، نشہ خوری اور دوسرے فواحش کی اشاعت ہو۔ اس لیے کہ یہ باطل اور غلط چیز کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں، اور ایسے مجلات میں کتابت یا پبلیسیٹی (اشتہار) وغیرہ کے لیے کام کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس سے گناہ، سرکشی، زمین میں فساد پھیلانے اور معاشرے کو بگاڑنے میں تعاون ہوگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ”یکل اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور

سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“ [المائدہ: ۳۰]

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، اور اس کی وجہ سے عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس پر اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والے کو ہوگا، اور اس کی وجہ سے عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ (۱)

دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جنہیں میں نے ابھی نہیں دیکھا ہے: ایک تو ایسے لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور دوسرے وہ عورتیں جو لباس میں ہونے کے باوجود نکلی ہوں گی، لوگوں کو (نازدانہ از سے) اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوبان کی طرح ہوں گے (کیوں کہ وہ طرح طرح کے اشاکل سے اپنے بالوں کو سجائے ہوئے ہوں گی) وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، جب کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔“ (۲)

اس معنی و مفہوم کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس چیز کی توفیق بخشے جس میں ان کی نجات اور بھلائی ہو، ذرائع ابلاغ اور صحافتی امور کے ذمہ داران کو اس چیز کی توفیق بخشے جس میں معاشرے کی نجات اور سلامتی ہو، اور انہیں ان کے نفسوں کی برائی اور شیطان کے مکر سے

(۱) مسلم: کتاب العلم، باب..... ومن دعا إلى هدى أو ضلالة، رقم: (۱۰۱۷)۔

(۲) مسلم: کتاب اللباس والزمير، باب النساء الکلبیات العاریات المائکات الکلبات، رقم: (۲۱۲۸)۔

محفوظ رکھے، وہ نہایت جود و کرم والا ہے،“ (۱)

۲۲- شادی بیاہ میں اسلامی طریقہ اپنانے سے انحراف:

شادی کے متعلق شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر غیر اسلامی اور غیر اخلاقی رسم و رواج کو اپنا لینا اور اس سلسلہ میں تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے جدوجہد کرنا بھی ہمارے معاشرے میں فقدانِ غیرت کی زندہ مثال ہے۔ ایک طرف لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کے نام پر بھاری رقم کی طلب اسلامی معاشرے میں جھنسی بے راہ روی کو فروغ دینے میں اپنا کلیدی کردار ادا کر رہی ہے تو دوسری طرف لڑکی کے والدین کی جانب سے مہر کے نام پر غیر معمولی رقم کی فرمائش، اسلامی روایات کو پامال کر کے معاشرے میں انارکی اور زنا کاری کے جملہ وسائل بحال کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ برصغیر میں جہیز کے نام پر لڑکوں کو بھاری رقم میں بیاہا جاتا ہے اس لیے یہاں جہیز کے لین دین کا طوفان بہت ہی شدت اختیار کر چکا ہے اور یہاں کے والدین کا مزاج کچھ اس طرح بن چکا ہے کہ ۔

لڑکے کو جنم لیتے ہی کہتے ہیں فخر سے کئی لاکھ کا ٹکٹ ہے یہ بچہ جہیز کا جب کہ لڑکی کی ولادت سے گھر والوں کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے وہ ماتم کننا ہوں یا گھر میں سوگ منایا جا رہا ہو۔ اس کے برعکس بعض اسلامی ممالک میں کثرتِ مہر کا زور شور اپنے شباب پر ہے اور ایسا لگتا ہے کہ لڑکی کسی بڑی فیکٹری کی کوئی انمول اور لاثانی نمونہ ہے جسے دین مہر کے نام پر بیچ کر والدین ایک بڑی پونجی کے مالک بننا چاہتے ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں کسی شوہر کے لیے دیندار، مخلص اور وفا شعار شریکِ حیات کا مل پانا مشکل ہو جاتا ہے اور حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق دنیا کا سب سے بہتر متاع اس سے

مفقود ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ“ (۱)

”دنیا ایک متاع (فائدہ کی چیز) ہے اور دنیا میں سے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔“ اسی طرح کسی لڑکی کے لیے دیندار، باشرع، مخلص، عفت شعار اور وفادار شوہر کا ملنا بھی محال ہوتا ہے کیوں کہ شادی کا معیار وہ نہیں ہوتا جس کی طرف شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ بلکہ یہاں معیار یہ وضع کر لیا گیا ہے کہ جو سرپرست یا والدین اپنے ہونے والے داماد کے والدین یا سرپرست کو زیادہ سے زیادہ رقم چیز کے نام پر دیں گے ان ہی کی لڑکی اس رشتہ ازدواج سے منسلک ہو سکتی ہے، ورنہ لڑکا کسی دوسرے میلے میں بیوپاریوں کی قربان گاہ میں فروخت ہوگا۔ ایسے ہی لڑکی کے والدین کے ہاتھ پر جو جس قدر بھاری رقم دین مہر کے نام پر رکھے گا، وہی اس لڑکی سے بیاہنے کا زیادہ حقدار ہوگا۔ حالانکہ اسلام میں جہیز اور لین دین کے کوئی معنی ہیں نہ ہی دین مہر کے نام پر طاقت سے زیادہ رقم اکٹھا کرنے کی کوئی حقیقت۔

زمانہ نبوی میں تو ایسی بھی شادیاں انجام پائی ہیں جن کا مہر معمولی یا قرآن کی کوئی سورت ہی سکھلا دینا طے پایا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے بہہ کرنے آئی ہوں (اس لیے مجھ سے بیاہ کر لیں)، نبی کریم ﷺ نے نگاہ اوپر نیچے کر کے اس عورت کو دیکھا اور پھر اپنے

(۱) صحیح مسلم / کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، رقم: (۱۴۶۷)۔

سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح، مسند احمد: (۱۶۶/۲)۔

سر کو جھکا لیا، جب عورت نے اپنے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی جانب سے کوئی فیصلہ کن بات نہیں سنا تو وہیں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس (اس عورت کو مہر میں دینے کے لیے) کچھ (مال) ہے؟“ صحابی نے عرض کیا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے گھر جا کر دیکھو ممکن ہے کوئی چیز مل جائے“۔ وہ صحابی گھر گئے پھر واپس آئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جا کر دیکھو اگر چہ لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو“۔ پھر وہ گئے اور واپس آ کر عرض کیا: اللہ کی قسم! کوئی لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ ہاں میرا یہ ازار ہے، اس میں سے آدھا عورت کو (بطور مہر) دے سکتا ہوں۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مَا تَصْنَعُ يَا اِرَاكَ؟ اِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ“^۱ ”بھلا وہ تمہارے ازار کا کیا کرے گی؟ اگر تم اسے پہنو گے تو اس کے لیے کچھ نہ بچے گا اور اگر وہ پہنے گی تو تمہارے لیے اس میں سے کچھ نہ بچے گا“۔

یہ سن کر صحابی بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے کچھ دیر ہو گئی تو اٹھ کر چل پڑے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب انہیں جاتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کے حکم سے انہیں بلایا گیا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے فرمایا: ”مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟“ ”تمہیں قرآن کا کون کون سا حصہ یاد ہے؟“ عرض کیا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے پوچھا: ”تو ان سورتوں کو اپنی یاد سے پڑھ سکتا ہے؟“ عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اذْهَبْ فَقَدْ مَلَكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ“۔ ”جاؤ جو سورتیں تمہیں یاد ہیں ان کے عوض میں نے اس عورت کی شادی تم سے

کردی (یعنی ان سورتوں کا عورت کو سکھلا دینا ہی تیرا دین مہر ٹھہرا)“ (۱)۔

نبی کریم ﷺ نے اس صحابی سے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤرات دن کام کر کے مہر کے لیے دولت اکٹھا کرو اور جب وافر مقدار میں دولت اکٹھی ہو جائے تو اسے بطور مہر عورت کو دے کر اس سے شادی کرلو؛ بلکہ آپ ﷺ نے معاملہ کی نوعیت اور اقتصادی حالت کا مطالعہ کر کے ان کی طاقت کے مطابق ہی دین مہر ادا کرنے کا حکم نافذ کیا۔ اب اگر لڑکی کے والدین پیغام دینے والے لڑکے سے حق مہر بھاری رقم کی صورت میں طلب کریں جس سے وہ گونا گوں مشکلات سے دوچار ہو جائے تو یہ کہاں کی عقلندی ہے؟

میں نے چند سعودی جوانوں سے ان کی شادی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ مہر کی رقم اس قدر زیادہ طلب کی جاتی ہے کہ ہمیں شادی کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ایک تیس سال سے متجاوز عمر کا جوان جس نے کئی سالوں سے سروس کر کے تھوڑی تھوڑی رقم بچا کر تیس ہزار ریال اکٹھا کیا ہے، اس نے بتایا کہ کم از کم مزید بیس ہزار ریال ہوں گے تو میں کسی لڑکی کو پیغام نکاح دوں گا، کیوں کہ ہمارے ملک میں مہر کی مہنگائی آسمان سے بات کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ شادی کے دیگر اخراجات الگ ہیں۔ ایک دوسرا پچیس چھبیس سالہ سعودی ساتھی نے بتایا کہ اگر میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے یہاں یعنی چچا، ماموں، خالو وغیرہ کی لڑکی سے شادی کا پیغام دوں تو دین مہر کے لیے پچاس ہزار ریال درکار ہوں گے، جبکہ دوسری جگہ شادی کے لیے ایک لاکھ ریال سے بھی زیادہ چاہئے اور شادی کے دیگر اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ یہ تو متوسط گھرانے کے جوانوں کا بیان ہے، مالداروں کی جانب سے شادی خانہ آبادی میں ہونے والے اخراجات اور مہر کے نام پر دی

(۱) مسلم: کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن وخاتم حدید..... (۱۳۲۵)،

بخاری میں کتاب النکاح اور دیگر کئی مقامات پر یہ حدیث وارد ہے۔

جانے والی رقم اس سے کہیں زیادہ ہے^(۱)۔ یہی وجہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں بھی بہت سارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی کے منتظر ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف شہر جدہ میں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی چار لاکھ لڑکیاں ہیں۔ اخبار اردو نیوز لکھتا ہے:

”فلاحی شادی اسکیم کے عہدیدار نے باور کرایا ہے کہ جدہ شہر میں چار لاکھ سے زیادہ لڑکیاں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی ہیں، ان کی عمریں سولہ سے زیادہ اور تیس برس سے کم ہیں۔ جدہ کی آبادی تقریباً تیس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے..... چار لاکھ کے اعداد و شمار نیم سرکاری ہیں جب کہ تیس برس سے زیادہ عمر کی غیر شادی شدہ خواتین کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے“^(۲)۔

پورے ملک میں غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کی تعداد کیا ہے؟ اندازہ لگائیں۔ یہی حال دیگر اسلامی ممالک کا بھی ہے بلکہ دیگر ملکوں میں تو اس کے برعکس جہیز کا رواج اس قدر عام ہو چکا ہے کہ وہاں بھی نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں وقت پر نہیں ہو پاتی ہیں۔ جہیز نے جس کے جواز کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، مسلم معاشرے کو تباہ

(۱) کتاب کی تیاری کے بعد اخبار اردو نیوز ۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء نے عنوان ”سسر سے انتقام، شادی کے ۶ برس بعد بیوی کو طلاق دے دی“ کے تحت ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک ۱۸ سالہ سعودی شہری کو ایک لڑکی پسند آگئی۔ شادی کا پیغام دیا تو سسر نے دین مہر دو لاکھ پچاس ہزار ریال طلب کیا۔ بیچارہ شوہر اتنی بھاری رقم ادھار لے کر اپنی پسند کی لڑکی سے شادی تو کر لی لیکن ۶ سال کے بعد بطور انتقام اس نے اپنی بیوی کو صرف اس لیے طلاق دے دیا، کیونکہ سسر نے اتنی بھاری رقم دین مہر کے نام پر وصول کی تھی جس کو اکٹھا کرنے کے لیے شوہر کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور قرض لینے کے لیے کافی دوڑ دھوپ کرنی پڑی تھی۔ اس کی مطلقہ بیوی سے ایک بچہ بھی ہے اور شوہر طلاق کے بعد بھی مہر کے لیے ادھار لی گئی رقم چکانے میں لگا ہوا ہے۔ افسوس!!!

(۲) روزنامہ اردو نیوز، جدہ ص: ۱۶ مارچ ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ۔

و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔

اردو نیوز لکھتا ہے: ”لڑکیوں کی شادی دکن کے مسلمانوں کے لیے سب سے سنگین مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ لڑکیوں کی شادی کے لیے لڑکے کو لاکھوں روپے جوڑوں وغیرہ کے نام پر اور مختلف سامان زندگی جہیز کے نام پر دینا پڑتا ہے۔ دکن میں خوبصورت و تعلیم یافتہ ہزاروں لڑکیاں مناسب رشتے کے انتظار میں عمریں گزار رہی ہیں۔ صرف حیدرآباد کے پرانے شہر میں ایک لاکھ سے زائد لڑکیاں شادی کے انتظار میں (۳۰) سال سے تجاوز کر چکی ہیں“۔

اخبار آگے لکھتا ہے: ”حیدرآباد میں کل ہند مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس نے اسلامی معاشرے کے سدھار کے لیے بڑے پیمانے پر مزید اصلاحات کی مہم شروع کرنے کا اعلان کیا لیکن آج دکن میں 90% شادیاں جہیز کی لعنت کے ساتھ ہی انجام پا رہی ہیں۔ ان شادیوں میں سرکردہ عوامی قائدین بھی مدعو ہوتے ہیں اور یہ شخصیتیں ایسی شادیوں میں شرکت کے ذریعہ غیر محسوس طریقہ پر ان سماجی لعنتوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں“ (۱)۔

ہم نے صرف دو شہروں جدہ اور حیدرآباد کا شادی کے متعلق جو جاں گسل حال بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف یہی دو شہر مبارک رشتہ شادی میں غیر اسلامی طرز اختیار کرنے کے سبب جہنم کی ڈگر پر چل رہے ہیں؛ بلکہ دنیا میں شاید ہی کوئی علاقہ ہے جو اس غیر اسلامی طرز سے محفوظ ہے۔

گویا ایک طرف جہیز کی فرمائش اور دوسری طرف مہر کے نام پر بھاری رقم کی طلب نے اسلامی معاشرہ کو بے حیائی کی ڈگر پر ڈال دیا ہے جس کا اثر ہر اس گھر پر نمایاں ہے، جس میں کوئی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے۔

یہ مسلم معاشرہ میں فقدانِ غیرت کی زندہ مثال نہیں تو اور کیا ہے؟..... وہ شریعت جس

(۱) مضمون نگار سردار مغیث، حیدرآباد دکن، اردو نیوز جدہ ۱۶ اگست ۲۰۰۲ء۔

نے مسلم سوسائٹی کو پاکیزہ اور صاف و شفاف بنانے کے لیے نکاح کو بہت آسان بنایا تھا لیکن آج اس کے پیرو مسلمانوں نے اپنے تئیں مشکلات پیدا کر لیا ہے۔ اور یہ مشکلات برائیوں و بے حیائیوں کو ہمارے معاشرے میں جنم کیوں نہ دیں جب کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کو اپنا اسوۂ حسنہ بنانا منظور نہیں کیا اور اللہ کے کلام ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کی اہمیت ہماری نگاہوں میں باقی نہ رہی !!؟

سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا حق مہر پانچ سو درہم تھا جو تقریباً ایک سو تیس سعودی ریال کے مساوی ہے، اور آپ کی صاحبزادی کا حق مہر چار سو درہم تھا جو تقریباً ایک سو ریال کے مساوی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر قبیلہ کے سردار حمی بن اخطب کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر تو ان کی آزادی کو بٹھرایا تھا^(۱)، تاکہ شادی کا معاملہ آسان سے آسان تر ہو۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ“۔ ”سب سے بہتر مہر وہ ہے جو سب سے آسان ہو“^(۲)۔

نکاح کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ قوی و عملی تعلیمات پر اگر والدین یا سرپرست حضرات عمل کرتے اور نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کو اپنا آئیڈیل اور اسوہ سمجھتے تو بعض اہل ممالک میں جو دین مہر اور جہیز کی خطرناک وبا پھیل چکی ہے اور جس کے سبب شادی نہ ہونے کی وجہ سے نوجوان نسلوں میں جو بے حیائیاں پھیلی ہوئی ہیں، ہرگز یہ دن دیکھنے کو نہ ملتا۔ دین مہر اور جہیز کی لعنت میں پھنس کر نہ جانے کتنے لڑکے اور لڑکیاں کنوارے پن میں بوڑھے ہو چکے ہیں اور شادی کی فطری خوشیوں سے زندگی کے آخری ایام تک محروم ہیں۔

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب من جعل عتق الامۃ صداقھا، رقم: (۵۰۸۶)، مسلم: کتاب النکاح (۸۴)۔

(۲) مستدرک حاکم، کتاب النکاح (۱۸۴/۲)، امام حاکم نے اسے صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

ایک اخبار نے بعنوان ”پاکستان میں ۷۰ سال کے پونے ۲ لاکھ کنوارے بزرگ“ ایک سروے شائع کی ہے۔ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

”اسلام آباد (این این آئی) پاکستان میں (۷۰) سال سے زائد عمر کے ایک لاکھ (۷۲) ہزار (۱۶۶) مرد و خواتین غیر شادی شدہ ہیں، ان میں (۷۰) سے (۷۴) سال کی عمر کے (۶۹) ہزار (۳۶۷) افراد ہیں جبکہ (۷۵) سال اور اس سے زائد عمر کے ایک لاکھ (۲) ہزار (۸۰۰) افراد کنوارے ہیں۔ (۷۰) سال سے زائد عمر کے کنوارے بزرگوں میں (۸۲) ہزار (۴۶۰) مرد اور (۹۹) ہزار (۷۰۶) خواتین ہیں (۷۰) سے (۷۴) سال کے کنواروں میں (۳۳) ہزار (۸۲) مرد اور (۶۳) ہزار (۸۵۵) خواتین ہیں جبکہ (۷۵) سال اور اس سے زائد عمر کے بزرگوں میں (۴۹) ہزار (۳۷۸) مرد اور (۵۳) ہزار (۴۲۱) خواتین نے شادی نہیں کی“ (۱)۔

تعب خیز بات تو یہ ہے کہ بعض مقامات میں والدین اپنی جوان لڑکیوں کی شادی میں اس لیے تاخیر کرتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت کر سکیں یا بسا اوقات والدین محض اپنی بیٹی کی ملازمت کی تنخواہ کے لالچ میں اس کی شادی وقت پر نہیں کرتے۔ برابری کے رشتے آتے ہیں لیکن ان رشتوں کو ذاتی مفاد کی غرض سے ٹھکرا دیتے ہیں، اور پیغام دینے والے کے لیے ایسی ایسی کڑی شرائط بیان کرتے ہیں کہ پیغام دینے والا پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حالاں کہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مناسب رشتہ ملتے ہی جوان لڑکی کو بیاہ دینا چاہئے، تاکہ معاشرے میں برائیاں و بے حیائیاں پنپنے نہ پائیں۔ پھر والدین یا سرپرستوں کی سستی و مفاد پرستی بالفاظ دیگر بے غیرتی کا بھیانک انجام بالآخر جوان لڑکیوں کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ شیخ علی طنطاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بعض والدین نے نکاح مشکل اور زنا آسان کر دیا ہے، اور قربانی کا بکرا نو جوان بیٹی کو بننا پڑتا ہے۔ آوارہ مزاج نو جوان لڑکا اسے بہلا پھسلا کر اس سے زنا کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے اور اس سے بدکاری کرنے والا لڑکا چپکے سے نکل جاتا ہے اور اس گھناؤنے جرم کی سزا اکیلی لڑکی کو بھگتنا پڑتی ہے۔ اب بدنامی کا دھبہ اس کی پیشانی پر لگ جاتا ہے اور معاشرہ میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر اسی زانی لڑکے سے کہا جائے کہ تو اپنی گرل فرینڈ سے شادی کر لے تو وہ بھی یہ کہہ کر انکار کر دے گا کہ اگر یہ میرے ساتھ خفیہ تعلقات قائم کر سکتی ہے تو اس پر کیا اعتبار کہ اس نے کسی اور سے خفیہ تعلقات قائم نہ کیے ہوں۔ بالآخر نو جوان لڑکا توبہ کر لیتا ہے اور معاشرہ اس کے جرم کو فراموش کر کے اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن ستم ظریفی کہ لڑکی کے گناہ کو معاشرہ کبھی معاف نہیں کرتا۔ اب وہ نو جوان لڑکی جائے تو کہاں جائے اور نکاح کرے تو کس سے کرے؟ کیونکہ اسے کوئی نکاح میں لینے والا نہیں ہے اور دوسری طرف زنا آسان اور شادی مشکل ہے اور پھر جوانی کی وجہ سے جنسی خواہش بھی اپنے شباب پر ہے اور بدکاری و زنا کاری سے روکنے والا بھی کوئی نہیں ہے!!..... آپ کہیں گے: کیا ہم نے شادی سے منع کیا ہے؟ جی ہاں! آپ ہی نے شادی سے منع کیا ہے، لیکن زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے آپ نے شادی کو مشکل بنا دیا ہے“ (۱)۔

والدین یا سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ جوان لڑکیوں کے جذبات و احساسات پر خاص توجہ دیں اور مناسب رشتہ ملتے ہی ان کا نکاح کر دیں۔ نکاح میں ولایت کی وہی اہمیت ہے جو گاڑی میں بریک کی ہوتی ہے، جو گاڑی کو ایکسیڈنٹ ہونے سے بچاتی ہے، شجر و حجر اور در و دیوار سے ٹکرانے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس لیے لڑکیوں پر بے جا دباؤ اور ان کے

(۱) دیکھئے شیخ علی طنطاوی رحمہ اللہ کی کتاب ”ارحموا الشباب“ (۹، ۸) مکتبہ المنارۃ مکہ مکرمہ۔

جذبات کو پامال کرنے سے خواہ مخواہ کی مشکلات پیدا ہوں گی جن سے لڑکی بھی ذلت و رسوائی کے عمیق گڑھے میں گرے گی اور خاندان کی ناک بھی نیچی ہوگی۔ جیسا کہ محمود استانبولی نے اپنی کتاب ”تجنّہ العروس“ (ص: ۵۱) میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”مجھے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان دوشیزہ نے ایک شرابی جوان سے شادی کر لی۔ جوان ہنی مون کے ایام گزارنے کے لیے لڑکی کو لے کر لبنان کے ایک ریسٹورنٹ میں پہنچا اور وہاں سہاگ رات میں ہم بستری سے پہلے بیوی کو زبردستی شراب پلا دیا اور خود بھی پی کر مدہوش ہو گیا۔ دونوں بدمستی کے عالم میں پڑے رہے۔ لڑکی قضائے حاجت کے لیے کمرہ سے نکلی لیکن واپسی میں اپنے کمرہ میں داخل ہونے کے بجائے ایک دوسرے کمرہ میں داخل ہو گئی، کیونکہ شراب پینے کی وجہ سے وہ مدہوش ہو چکی تھی، اسے اپنے کمرہ کا اندازہ نہ ملا۔ اس دوسرے کمرہ میں ایک جوان تھا چنانچہ اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور صبح تک وہ لڑکی اسی کے قبضہ میں رہی۔ ادھر اس کا شوہر شراب کے نشہ میں بدمست خراٹے کھینچتا رہا:

فَكَانَ مَا كَانَ مِمَّا لَسْتُ أَذْكُرُهُ فَظَنُّ شَرًّا وَلَا تَسْأَلْ عَنِ الْخَبَرِ

(جو کچھ ہوا ہوا اسے بیان کرنا میرے بس کا روگ نہیں، ہاں برا ہی ہوا ہوگا)

لیکن اس سلسلہ میں مزید مت پوچھو!

شادی جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ بتایا ہے، اس سلسلہ میں غیر اسلامی طرز عمل اپنانا اور سرپرستوں کا ماتحتی میں رہنے والی نوجوان لڑکیوں کے جذبات کا خیال نہ کرنا انہیں غلط قدم اٹھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں لڑکے کے سرپرست ہوں یا لڑکی کے والدین، انہیں سنجیدگی کے ساتھ مناسب رشتہ ملتے ہی ان کا نکاح کر دینا ضروری ہے۔ لڑکے والوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ روپے پیسے اور مال و دولت کے لالچ میں نہیں بلکہ دیدارِ خواتین سے نکاح کو ترجیح دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تَنْكُحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ؛ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَأَظْفَرُ بَذَاتِ الدِّينِ تَرَبُّثٌ يَدَاكَ“ (۱)

”عورت سے شادی چار چیزوں کے سبب کی جاتی ہے: اس کے مال کے سبب، اس کے حسب و خاندان کے سبب، اس کے حسن و جمال کے سبب اور اس کے دین کے سبب۔ پس تم دیندار خاتون سے شادی کر کے کامیاب ہو جاؤ۔“

اسی طرح لڑکی والوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ ”اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کی شادی کر دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو روئے زمین پر عظیم فتنے اور زبردست فسادات رونما ہوں گے۔“ (۲)

لڑکی والے حضرات کو ذیل کے واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے اور صالح و نیک شخص کا رشتہ ملتے ہی اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ بیاہ دینا چاہئے۔

عبداللہ بن ابی و داعہ کہتے ہیں کہ میں مشہور تابعی سعید بن مسیب کے درس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ چند دن غیر حاضری کے بعد حاضر ہوا تو انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں تھے؟ میں نے کہا: میری بیوی کا انتقال ہو گیا، اس لیے میں مشغول ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا: ہمیں بھی اطلاع کر دیتے تاکہ ہم بھی جنازہ میں شریک ہو جاتے؟! جب میں گھر واپس ہونے کے لیے کھڑا ہوا تو انہوں نے پوچھا: کیا تم نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، بھلا مجھ سے اب کون شادی کرے گا، جب کہ میرے پاس دو تین درہم سے زیادہ دولت نہیں ہے؟! سعید بن مسیب نے کہا: میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے

(۱) صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، رقم: (۵۰۹۰)، صحیح مسلم:

کتاب الرضاع باب استحباب نکاح ذات الدین رقم: (۱۴۶۶)۔

(۲) اس کی تخریج (ص ۹۸) حاشیہ (۲) میں گزر چکی ہے۔

کروں گا۔ میں نے کہا: آپ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کریں گے؟! انہوں نے کہا: ہاں، پھر حمد و صلاۃ کے بعد دو تین درہم ہی کے عوض میری شادی اپنی صاحبزادی سے کر دی۔ میں کھڑا ہوا اور مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ گھر واپس آ کر سوچنے لگا کہ کس سے کچھ نال بطور قرض لوں۔ مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد گھر میں داخل ہو کر چراغ جلایا۔ میں اس روز روزہ سے تھا، میں نے رات کا کھانا تناول کرنے کے لیے اپنے آگے روٹی اور زیتون رکھا۔ اتنے میں میرے دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ میں نے پوچھا: کون؟ جواب ملا: سعید۔ میں نے سعید نام سن کر اپنے جان پہچان کے تمام لوگوں کا تصور ذہن میں دوڑایا لیکن سعید بن مسیب کا نام میرے ذہن میں نہیں آیا، کیوں کہ وہ چالیس سالوں کے دوران اپنے گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں گئے تھے۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو سامنے سعید بن مسیب ہی کھڑے تھے۔ میں نے سمجھا شاید اپنی رائے بدلنے آئے ہیں۔ میں نے کہا: اے ابو محمد! زحمت اٹھانے کے بجائے مجھے ہی بلا بھیجتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ تم اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ ہم تمہارے پاس آئیں۔ میں نے پوچھا: کچھ حکم ہے۔ فرمایا: تم اکیلے تھے، پھر جب شادی کر لی تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ تم تنہا رات گزارو، لویہ تمہاری بیوی ہے۔ ان کی لڑکی ان کے پیچھے ہی کھڑی تھی۔ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور خود واپس چلے گئے۔ جب میں نے خلوت کیا تو میری بیوی بہت ہی خوبصورت اور حسن و جمال کی پیکر تھی، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والی اور شوہر کے حقوق کا سب سے زیادہ پاس و لحاظ رکھنے والی تھی۔

قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت سعید بن مسیب کی یہی وہ صاحبزادی تھی جس کا رشتہ خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے صاحبزادے ولید کے لیے مانگا تھا اور ان ہی دنوں اپنے بیٹے کو خلعت تولیت سے بھی نوازا تھا، لیکن حضرت سعید نے اس کے ساتھ رشتہ

کرنے سے انکار کر دیا اور معمولی مگر نیک شخص سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔
 اس واقعہ کو پڑھ کر ذرا پوچھیں ان لوگوں سے جو دین کا لبادہ اوڑھ کر بڑے دیندار اور
 متقی کہلاتے ہیں، کہ اگر وہ اسلامی غیرت و حمیت کے اتنا ہی پاسدار ہیں تو دیندار اور شعائر
 اسلام کا پاس و لحاظ نہ رکھنے والوں سے اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے کے بجائے دیندار اور
 باشرع لوگوں سے کیوں نہیں کرتے؟ ذات پات اور خاندانی و نسلی تعصب کے حدود سے نکل کر
 ایک مسلمان کی حیثیت سے نیک اور صالح رشتہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ جیسا کہ حضرت
 سعید بن مسیب نے بادشاہ وقت کے رشتہ کو درکنار کر کے نیک اور صالح رشتہ کو قبول کیا تھا؛
 بلکہ اس نیک رشتہ کی خود پیش کش کی تھی؟!..... دراصل ایسے لوگوں کو اسلام اور شعائر اسلام
 سے محبت نہیں بلکہ اپنی سرکش انا اور جھوٹی شان سے محبت ہے خواہ وہ اپنی کذب بیانی سے
 عوام الناس کے سامنے لمبی لمبی بے بنیاد باتیں کیوں نہ بنائیں اور اپنے آپ کو اسلامی غیرت
 و حمیت کا سب سے بڑا ٹھیکیدار کیوں نہ ثابت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے لوگوں کی اہمیت
 پر گاہ کے برابر بھی نہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ شادی کے سلسلہ میں اسلام نے جو تعلیمات اور اصول و مبادی
 بتائے ہیں، مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقوام بھی اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو آج نوجوان
 لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی سے متعلق جو طرح طرح کے طریقے ایجاد کیے جاتے ہیں ان کی
 قطعی کوئی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جیسا کہ حال ہی میں اس سلسلہ میں اخبار اردو نیوز میں یکم
 مارچ ۲۰۰۲ء ص: ۱۰ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ”شادی کے طریقہ کار کو آسان بنانے کے لیے
 شہر کلکتہ میں بڑے پیمانے پر ”شادی میلے“ کا اہتمام کیا گیا جس میں بڑی تعداد میں شادی کے
 خواہاں لڑکے لڑکیوں نے شرکت کی۔ ایک رپورٹ کے مطابق خوبصورتی سے سجائے گئے ہال
 میں ۱۶۴ لڑکیاں اور ۱۰۰ لڑکے موجود تھے۔ پس منظر میں شادی کی موسیقی بج رہی تھی۔ اس میلے
 کے آرگنائزر اوما گھوش نے بتایا کہ اس میلے کے انعقاد کی وجہ دراصل یہ ہے کہ شادی کے

طریقہ کو آسان بنایا جائے۔ شادی کے سلسلہ میں طرفین کو جو مشکلات درپیش آتی ہیں ان کا خاتمہ کیا جائے۔“

نوٹ: قارئین کرام! ہم نے کتاب کے اس حصہ میں اسلامی معاشرے میں فقدانِ غیرت کی اہم اہم جھلکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دلائل کی روشنی میں بالتفصیل لکھا ہے، جن کا آپ نے مطالعہ بھی کر لیا۔ ان کے علاوہ بھی بہت ساری باتیں ہیں جو اندھی تقلید اور دین سے بیزاری کے سبب ہمارے معاشرے میں رائج ہو گئی ہیں، اور وہ فقدانِ غیرت کی زندہ مثال ہیں۔ مثلاً ادبی وغیرہ پروگراموں میں مردوں کے مجمع میں مسلم شاعرات کا بناؤ سنگار کر کے بے پردہ حاضر ہونا اور غیر اسلامی حرکات و سکنات اور طرزِ بیان کے ذریعہ عوام الناس سے داد و دہش حاصل کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فقدانِ غیرت کی جھلکیاں دکھاتے ہوئے ہم نے قرآن و سنت اور صحیح واقعات کی روشنی میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس سے خود بخود ان غیر اسلامی افعال کا پوسٹ مارٹم ہو جاتا ہے جن کا نام لے کر ہم نے (طوالت کے خوف سے) دورانِ تحریر کچھ نہیں لکھا ہے اور جو ہمارے معاشرے میں رائج ہیں۔ فَلَلهُ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ۔



سیکولرائزیشن کے ذریعہ اسلامی تشخص پامال کرنے کی زبردست سازشیں

گزشتہ صفحات میں آپ نے مسلم معاشرے میں فقدان غیرت کی چند جھلکیوں کا مطالعہ کیا اب ہم مختصر طور پر آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ مسلم سوسائٹی میں اسلامی غیرت و حمیت کے فقدان کے پس پردہ دراصل یہودی سازش کارفرما ہے۔ لیکن یہ سازش سیکولرائزیشن کے روپ میں اس قدر گہیر اور حیرت انگیز ہے کہ اس کو سمجھنا آسان نہیں، اور جس کے دامن فریب میں غیر شعوری طور پر مسلم طبقہ پھنستا چلا جا رہا ہے مگر جو لوگ عالمی سطح پر انسانیت کی فلاح و بہبود کا راگ الاپنے والی یہودی نژاد تحریکوں کے نشیب و فراز سے تھوڑا بہت واقف ہیں وہ لوگ یہودیوں کے کالے کرتوتوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

سیکولرائزیشن کی تمام کوششوں میں جو بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کے وجود کا قائل ہو یا نہ ہو لیکن اللہ کے حاکم اور صاحب امر ہونے کا بالکل قائل نہ ہو۔ چوں کہ ایک مسلمان پر اس نظریہ کے ذریعہ بالواسطہ حملہ کار گر کسی بھی حال میں نہیں ہو سکتا تھا اس لیے سیکولرائزیشن کے قدیم و جدید طریقوں کے ذریعہ امت مسلمہ کو مقام اصلی سے گرانے کی زبردست سے زبردست سازشیں رچی گئیں! البتہ یورپ اور عالم عیسائیت میں ان یہودی سازشوں کو بلا روک ٹوک آگے بڑھنے کا موقع ملا!

یہودی خود سیکولرائزیشن کے دامن میں پناہ گزین نہیں ہونا چاہتے، بلکہ اس کے ذریعہ وہ دنیا کے تمام لوگوں کو اور بالخصوص امت مسلمہ کو مقام اصلی سے ہٹا کر اس کو اخلاقی جُذام

میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں تاکہ پوری دنیا میں صرف اور صرف وہی اللہ کے محبوب بن کر زندگی گزاریں۔ اس کے لیے سیکولرائزیشن کا سب سے کامیاب محاذ عورتوں کا محاذ ہے اور اس کی سب سے بہتر ترکیب معاشرے کو جنس زدہ (Sexualization of society) بنانا ہے۔

آج اسلامی ملکوں اور مسلم معاشروں میں جو غیرت و حمیت کا فقدان ہے، دراصل یہ اسی سیکولرائزیشن کا مرہون منت ہے۔ جناب اسرار عالم صاحب نے اپنی کتاب ”عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال“ میں سیکولرائزیشن کے تمام خدوخال کو بیان کر کے دشمنان اسلام کے فتنوں اور سازشوں سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا ہے۔ ہم اس کتاب سے ایک مضمون کا حصہ من وعن قلمبند کر رہے ہیں، تاکہ ہمارے قارئین اندازہ لگائیں کہ امت مسلمہ کو کس کس انداز سے سیکولرائز کیا گیا اور اس کے اندر سے غیرت و حمیت کو کس کس طرح سے سلب کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ واضح رہے کہ اس کے علاوہ بھی کئی ایک یہودی سازشیں مذکور ہیں، جنہیں تفصیل کی ضرورت ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

موصوف ”سیکولرائزیشن کے جدید ترین طریقے“ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:

”اس حصے میں ان طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا جو ۱۹۷۰ء کے بعد سیکولرائزیشن کے عمل کو آگے لے جانے کے لیے پہلے تجرباتی طور پر، اور ۱۹۹۰ء کے بعد عملی طور پر، استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ان طریقوں کی ندرت ان کی توجیہ (Orientation) ہے جو کہیں بھی عقیدے یا علم کی سطح پر امت کے مزاج کو بیجان میں مبتلا نہیں کرتی اور اندر ہی اندر اسلام کی اصولیات سے مسلم فرد اور معاشرے کو اجنبی بنا رہی ہے۔

ذیل میں ان طریقوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

(۱) بیوٹی پارلر کلچر: ان دنوں بڑی شدومد سے مسلم معاشرے میں بیوٹی پارلر کلچر

کو ترویج دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ عورتوں کو اسلام سے بالکل بیگانہ بنا دینے کی یہ ایک غیر معمولی کوشش ہے اور سیکولرائزیشن کے کامیاب طریقوں میں سے ایک ہے۔

(۲) سیکس ایجوکیشن کلچر: سیکولرائزیشن کی یہ ایک نئی ترکیب ہے۔ اس کے ذریعہ بالکل ابتدائی عمر سے بچوں اور چھوٹی عمر کے لوگوں کو سیکولرائز کیا جانے کا عمل شروع ہوا ہے۔ اس طریقے سے نئی نسل بہت جلد اور بغیر کسی مزاحمت کے بالکل ابتدائی عمر میں ہی سیکولرائز ہو جاتی ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ مسلم معاشرہ ان نوجوانوں سے خالی ہوتا جائے گا جو سیکولرائزیشن کے عمل میں Friction پیدا کرتے ہیں۔ معاشرے کے نوجوان ہی دراصل معاشرے کے عملی پروگراموں کو رد بہ عمل لاتے ہیں۔ اس طبقے کو صرف Neutralise (غیر جانبدار) ہی نہیں بلکہ اپنے حق میں کر دینے کے بعد مسلم معاشرہ ان کی نظر میں مزاحمت کے قابل نہیں رہ جائے گا۔

(۳) پورنو کلچر: بیوٹی کلچر عورتوں کو، سیکس ایجوکیشن کلچر چھوٹی عمر کے بچوں کو سیکولرائز کرنے کے طریقے ہیں تو پورنو کلچر نوجوانوں کو سیکولرائز کرنے کا موثر طریقہ تسلیم کیا گیا ہے، جس سے پوری نوجوان نسل رفتہ رفتہ سیکولرائز ہو جائے گی۔

(۴) مانع حمل کلچر: یہ دراصل شادی شدہ مسلم نوجوانوں کو سیکولرائز کرنے کے لیے استعمال میں لایا جانے والا موثر ترین طریقہ ہے۔ اس کے ذریعہ مختلف طرح کے مانع حمل دواؤں اور ترکیبوں کے ذریعہ نوجوان نسل اور زوجین کو سیکولرائز کیا جاتا ہے۔

(۵) ایڈس کلچر: ایڈس کلچر (AIDS Culture) دراصل نوجوانوں اور جوانوں کو ازدواجی زندگی سے باہر نکال کر اور آزاد جنس (Free Sex) کے دائرے میں لاکر سیکولرائز کرنے کی موثر ترین کوشش ہے۔ ایڈس کلچر کو فروغ دینے کی غایت لوگوں کو ایڈس سے بچانا نہیں جیسا کہ شور کیا جا رہا ہے۔ یہ تو فی الواقع صرف ذرائع ابلاغ کی ایک ساحری ہے جسے

یہودی کنٹرول کرتے ہیں۔ اس کی اصل غایت ازدواجی اور خانگی زندگی سے نکال کر معاشرے کو سیکولرائز کر دینے کی ہے۔

(۶) کلچر شوکلچر: معاشرتی اور عمرانی سطح پر مسلم معاشرے کو اور بطور خاص اختلاف مرد و زن کے مخالف اسلامی معاشرے کو بے دخل کر کے معاشرتی سطح پر سیکولرائز کرنے کی یہ نہایت موثر ترکیب ہے۔ اس کے تحت مسلم معاشرے میں بطور خاص طرح طرح کے کلچر شو کو فروغ دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس کا ایک حصہ بڑی تعداد میں مسلم نوجوانوں اور لڑکیوں کا داخلہ اداکاری کے میدان میں کرانا ہے۔ حقیقت یہ نہیں کہ اداکاری کے میدان میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں نے جو ہر دکھانے شروع کیے ہیں، بلکہ انہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس میدان میں داخل کیا جا رہا ہے۔ ٹیلی فلموں کے رواج کے ذریعہ اب بڑے شہروں میں مسلم معاشرے سے لڑکیوں کو بڑی تعداد میں اداکاری کی طرف کھینچ کر پورے معاشرے کو سیکولرائز کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

(۷) ڈرامہ کلچر: ہر چند کہ اس کا شمار مذکورہ کلچرل شو میں ہونا چاہئے تھا، لیکن ایک خاص توجیہ کے سبب اسے الگ بیان کیا جاتا ہے۔ ادب میں ان اصناف کو زیادہ ابھارا جا رہا ہے جس کے ذریعہ سیکولرائز کرنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ ڈراموں کو اس کے لیے بطور خاص استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ ڈرامہ کے ذریعہ مسلم زبانوں کا حلقہ اور معاشرہ کم سے کم مزاحمت (Friction) سے سیکولرائز ہو جائے گا۔ چنانچہ اردو اکادمیاں انسٹیٹیوٹس کا موموں کو کم سے کم سطح پر لا کر اپنا زیادہ سے زیادہ فنڈ ڈرامائی کلچر کو فروغ دینے میں خرچ کر رہی ہیں۔

(۸) نیشنل فیسٹول کلچر: سیکولرائزیشن کا یہ طریقہ بڑا دقیق ہے۔ ملی جلی قومیتوں کے معاشرے میں جہاں قومی کشمکش اور رقابت پائی جاتی ہے قومی تشخص کے جذبات کو براہِ نیچتہ

کر کے سیکولرائز کرنے کی یہ ایک بڑی نرالی ترکیب ہے۔ اس کے ذریعہ بظاہر ہر شخص اپنا کلچر پیش کر کے اپنے قومی تشخص کے جذبات کی تسکین کرتا ہے، لیکن اس کے ذریعہ اسلامی معاشرے کو سیکولرائز کیا جاتا ہے۔

(۹) فیشن شو کلچر: خوبصورتی کا یہ ایک جدید ترین موثر طریقہ ہے۔ اس کے ذریعہ فیشن اور تجارت کو مقبول بنانے کے نام پر اور اس پردے میں مسلم معاشرے کو سیکولرائز کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آنے والے دنوں میں اسے اور آگے بڑھایا جائے گا۔

(۱۰) بیوٹی کنسٹ کلچر: خوبصورتی کے مقابلے منعقد کر اگر مسلم معاشروں کو سیکولرائز کرنے کی یہ ایک عجیب و غریب کوشش ہے۔ اب اس طرح کی کوششوں کو ٹی وی کے ذریعہ عالمی پیمانے پر نشر کر کے اسے اور موثر بنایا جا رہا ہے۔

(۱۱) کاسمیٹک کلچر: سیکولرائزیشن کے عمل کو وسیع الاطراف بنانے کے لیے کاسمیٹک کلچر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ اب تقریباً ہر جگہ سیکولرائزیشن کا عمل تیز ہو گیا ہے۔

(۱۲) پب کلچر: سیکولرائزیشن کا یہ عمل ۱۹۳۰ء کی دہائی میں بیک وقت روسی اور امریکی پیٹرن میں استعمال کیا گیا۔ البانیہ اور یوگوسلاویہ کے ہر مسلم محلے میں جہاں پرائمری اسکول اور ہسپتال تک نہ تھے، شراب خانہ ضرور قائم کیا گیا۔ اسی طرح ترکی کے ہر محلے میں مسجد، اسکول اور ہسپتال کے بجائے مے خانے ضرور قائم کیے گئے۔

اب ان کوششوں کا دائرہ بڑھا دیا گیا ہے ان علاقوں میں جہاں ملی جلی آبادیاں ہیں وہاں اس کام کو ترویج دیا جا رہا ہے، اور دیگر قوموں کے مقابلے میں مسلمانوں کو اور مسلم مردوں کے مقابلے میں مسلم عورتوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ مہاراشٹر اور گجرات اور کیرلہ وغیرہ میں اس کے مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۱۳) شیزر اور سیکورٹی کلچر: سیکولرائزیشن کے جدید طریقوں میں سے ایک طریقہ

معاشرے میں ٹیئر اور سکورٹی کے دھندے کو فروغ دے کر مسلم معاشرے کا سیکولرائزیشن کرنا ہے۔ یہ عمل پوری تندہی سے منصوبہ بند طریقے سے انجام دیا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعہ عقائدی اور علمی سطح پر آویزش پیدا کیے بغیر اسلام کے نظام حلال و حرام کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ملبوسات کلچر: سیکولرائزیشن کے دقیق طریقوں میں سے یہ بھی ایک نا در طریقہ ہے۔ اس کا ظاہر نہایت سادہ اور بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایک منصوبہ بند کوشش ہے جس کے ذریعہ اسلامی لباس، روح لباس، طرز رہائش، آداب، اطوار، رویہ، برتاؤ، رد عمل اور اسلامی شریعت کو سیکولرائز کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بڑے پیمانے پر بلکہ سیلاب کی طرح مغربی اور اباحی طرز کے ملبوسات، جوتے اور دیگر سامان نہایت کم قیمت پر مسلم ملکوں اور مسلم معاشروں کو برآمد کیے جاتے ہیں۔ جوستے اور نسبتاً پائیدار ہونے کے سبب یا خوش نما نظر آنے کے سبب لوگ استعمال کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ رفتہ رفتہ مسلم معاشرہ اپنے اسلامی تشخص کو کھو دیتا ہے۔

(۱۵) XX کلچر: سیکولرائز کرنے کی یہ ایک ایسی گھناؤنی ترکیب ہے کہ اس کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے، چنانچہ میں نے اس کلچر کو XX کلچر کہا ہے۔ تاہم یہ ایک تصوراتی اندیشہ نہیں بلکہ اب حقیقت کا روپ لے چکا ہے، اس لیے اس کا ذکر ضروری ہے۔ آئندہ سطور میں اس کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔ میرے سامنے، ہندوستان کے ایک شہر سے اس کلچر کا ترجمان جو ایک عالمی مجلہ ہے، رکھا ہے۔ احتیاطاً ہم اس مجلہ کا نام FF رکھتے ہیں۔ یہ کلچر پورے ملک ہی نہیں پوری دنیا میں ایک سوسائٹی بنانے کی جدوجہد کر رہا ہے، جس کے سارے اراکین ایک دوسرے سے مربوط ہوں گے۔ اس کا پورا نظم ایسا لگتا ہے کہ یہودیوں کی ان خفیہ سوسائٹیوں کے طرز پر قائم ہے جو مزدکیت کا ٹرینڈ رکھتی تھیں۔ پورا مجلہ کسی مضمون سے عاری ہے۔ از اول تا آخر یہ مجلہ قلمی دوستی کی طرح سوسائٹی کے مخصوص اغراض و مقاصد کے تحت

روابط استوار کرنے کے اشتہارات سے پر ہے۔ یہاں میں ان اشتہارات میں سے صرف چند کو من و عن نقل کرتا ہوں:

(1) Young attractive Engineer (23) seeks intimate personal contact with dominating, will-ing, attractive matured ladies, married women, widows, spinsters, divorcees. Meeting at your convenience confy Assumed/ Expected etc⁽¹⁾.

(2) We are xx fun loving couple (31/30) seeks intimate contact with xx physically active and attractive coupls/ ladies / gentlemen for mutual fun and friendship. Free and frank letters with photo. Discretion assumed/ expected.... etc⁽²⁾.

(3) Attention ladies, divorcees, widows, housewives, and couples! Are you feeling boredom, loneliness, tiredness? Have fun and frolic with exciting relationship with a tall, dark and handsome guy (22)

(۱) ایک خوبصورت ۲۳ سالہ نوجوان انجینئر کو اپنے جیون ساتھی کی تلاش ہے، پرکشش خواہش مند خواتین شادی شدہ وغیرہ شادی شدہ و نوجوان خواتین رابطہ کریں ملاقات کا انحصار آپ کی مرضی پر جہاں اور جب چاہئے کر سکتی ہیں۔

(۲) ہمیں پیار و محبت کے شیدائی جوڑے (۳۱/۳۰) کو تلاش ہے ایک ہم سفر کی، رابطہ کریں xx سے جو جسمانی طور پر مجتہد و پرکشش ہوں۔ ممکن ہو تو کھلے خط کے ساتھ تصویر بھی روانہ کریں۔

etc⁽¹⁾.

(4) Well educated, decent, honest, sincere young executive (38), clean habits, desires intimate everlasting warm friendship with girls, ladies, widows of total mutual satisfaction. Strict confy assumed/expected etc⁽²⁾.

(5) Highly xx taboo-free, sophisticated lady in the 20's seeking sophisticated and unorthodox ladies/couples/ gentleman worldwide. She likes free-frank funloving decent people for intinmate friendship etc⁽³⁾.

(6) Dynamic, handsome, young director of a public limited company, invites xx contacts from girls and ladies who are frank, jovial, uninhibited, and believe in nudism and eroticism as an expression of freedom. Secrecy assumed/expected.etc⁽⁴⁾.

(۱) غیر شادی شدہ، جوان لڑکیاں، طلاق شدہ، گھریلو عورتیں وغیرہ توجہ دیں۔ کیا آپ تنہائی، اکیلا پن وغیرہ محسوس کرتی ہیں۔ آئیے مزہ لیں ۲۲ سالہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکے کے ساتھ۔

(۲) تعلیم یافتہ، خوبصورت ایماندار و مخلص ۳۸ سالہ شخص کو تلاش ہے ہم سفر کی، خواہش مند لڑکیاں، نوجوان ویوہ خواتین رابطہ کریں۔ مکمل اعتماد کے ساتھ۔

(۳) XX سے تعلق رکھنے والی ایک بہت ہی پرکشش ۲۰ سالہ نوجوان خاتون کو جدید خیال کے جوڑے، نوجوان خواتین یا مرد اشخاص کی ضرورت ہے فری ماحول میں سب کچھ کرنے کروانے کی شوقین ہے۔

(۴) ایک بہت ہی خوبصورت نوجوان شخص جو پبلک لمیٹڈ کمپنی کا ڈائریکٹر ہے، کو ضرورت ہے XX رابطہ کی۔ وہ لڑکیاں اور جوان خواتین رابطہ کریں جو ہر لحاظ سے فریک ہوں اور پوشیدگی کو چھپانے والی ہوں۔

یہ سوسائٹی نچلے طبقے سے لے کر اعلیٰ طبقات تک، کم پڑھے لکھوں سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں تک، چھوٹے نوکر پیشہ لوگوں سے لے کر اعلیٰ افسروں تک اور ہندوستان سے اسرائیل تک پھیلی ہوئی ہے۔

حیرت تو اس وقت ہوتی ہے جب اس کی رکنیت میں ان افراد کے نام بھی ملتے ہیں جو مملکت سعودیہ میں جدہ، جہیل، دامام، کویت، امارات میں عمان اور بحرین سے تعلق رکھتے ہیں، (۱)۔

ہمارے قارئین اندازہ لگائیں کہ اسلامی ممالک اور مسلم معاشرے کو کس کس انداز میں سیکولرائز کیا جا رہا ہے؛ نیز اسلامی غیرت و حمیت کے فقدان کے لیے کیسے کیسے خوشنما تجاویز و طریقے دشمنان اسلام کی جانب سے ہمیں ہدیہ مل رہے ہیں۔ اور تعجب تو اس بات پر ہے کہ مسلمانان عالم دشمنان اسلام کے جملہ نظریات و فکریات اور عملیات کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اہل مغرب جو اسلام کو تقریباً نصف صدی سے تخیلاتی و تصوراتی (Conceptualise & Intellectualise) کرنے میں لگے ہیں، ان کا بھی غیر شعوری طور پر ساتھ دیا جا رہا ہے۔



(۱) ملاحظہ ہو: FF- A world class Social Contact Magazine بحوالہ عالم اسلام کی اخلاقی

صورتحال ص: ۳۶۲ تا ۳۶۷، از اسرار عالم، قاضی پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز دہلی ۱۳۔

مغربی ممالک میں فقدانِ غیرت کے بھیاںک نتائج

انسانی زندگی کی خوشگواہی و پاکیزگی کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے قرآن و سنت کے اندر چند مبادی و اصول اور قوانین بتلائے ہیں جن کو بنیاد بنا کر انسانی معاشرہ صاف و شفاف اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ ہو سکتا ہے اور ان ضوابط و قوانین پر عمل پیرا ہو کر اس کی نسلیں آنے والی نسلوں کے لیے اسوہ اور قابلِ تقلید بھی بن سکتی ہیں، بشرطیکہ قوانینِ ربانیہ سے بغاوت کر کے انسانی وضع کردہ قوانین کو گلے سے نہ لگایا جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسان جب تک زندگی کے نشیب و فراز میں اپنے مسائل کے حل کے لیے الہی قانون کی طرف رجوع کرتا رہا اور اسی سے فیصلہ کراتا رہا، اس وقت تک اس کا معاشرہ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک رہا اور اس کی عزت و آبرو اور عفت و عصمت محفوظ رہی۔ یہی نہیں بلکہ اس کے چہستان سے نکھرنے والا ہر پھول کچھ ایسا ہی خوشبودار تھا کہ جس سے مشامِ جان معطر ہو، لیکن جوں ہی اس نے قدرت کے قوانین سے بغاوت کیا اور خود ساختہ قوانین پر اعتماد کر کے زندگی کے راز ہائے سر بستہ کی تلاش میں سرگرداں ہوا، گمراہی و ضلالت اس کا مقدر بن گئی۔ اس کا معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے اخلاقی جذام میں مبتلا ہو گیا اور اس کے افراد کی زندگی جہنمِ زار بن گئی۔ پھر ایسے لوگوں کو نہ تو روحانی سکون میسر ہو سکا اور نہ ہی دنیاوی و جسمانی خوشیاں انہیں چین مہیا کر سکیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

یعنی یہی حال مغرب کا ہوا۔ قانونِ قدرت کو انہوں نے ایک افسانہ قرار دیا اور خود ساختہ قوانین پر اتارنے لگ گئے۔ شیطان نے انہیں کبر و نخوت میں مبتلا کر دیا اور تسخیرِ کائنات اور

اختراعات و ایجادات میں روز افزوں ترقی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود ہی بھگوان بن بیٹھے، اور ”ہم کیا نہیں کر سکتے؟“ کے دعویٰ سے دھوکہ میں آکر خود فراموشی کا شکار ہو گئے۔

تجربہ بلکہ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جن کو قرآن و سنت جیسے مضبوط ہتھیار ملے، لیکن اس کے باوجود ان کی مرعوبیت کا عالم یہ ہے کہ مغرب کی ہر ادا ان کا آئیڈیل بن گئی، شریعت اسلامیہ کی پاکیزہ تعلیمات انہیں راس نہیں آئیں اس لیے انہوں نے اہل مغرب ہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ اللہ کے کلام اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان سے ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی لیکن سوروں اور کتوں کی طرح زندگی گزارنے والے لوگوں کے نت نئے کارناموں نے ان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیے۔ دودھ کو پانی اور پانی کو دودھ سے الگ الگ کر کے فیصلہ کرنے والا اسلامی قانون ان کے تقاضہ انصاف کو پورا نہیں کر سکا لیکن مغرب کا خود ساختہ اور شرعی قانون سے متضاد لاء (Law) ان کی نظر میں بہت محبوب ٹھہرا۔ خون کا بدلہ خون جو اسلامی قانون ہے، ان کی نگاہ میں ظالمانہ قانون قرار پایا اس لیے اکثر مسلم ممالک اس قانون کے نفاذ سے پس و پیش میں ہیں جب کہ وہ قوم جس کو قابل تقلید تصور کیا جا رہا ہے، اپنی عفت و عصمت اور جان و مال کے تحفظ کے لیے اسی اسلامی قانون کے نفاذ کا خواہاں ہے؛ چنانچہ دنیا کا سپر پاور اور مغربی دنیا کا ہٹلر ملک امریکہ میں آج ہر تین میں سے ایک امریکی اس بات کی تائید کرنے پر مجبور ہے کہ ”قتل پر موت کی سزا کا نفاذ ضرور ہونا چاہئے اور قاتل کو صرف قید کی سزا دینا سراسر خلاف انصاف ہے“ (۱)۔

بار بار بات بات میں مغرب کا ورد کرنے والے لوگ اگر تھوڑی سنجیدگی کے ساتھ اہل

(۱) جیمس ہارڈنسون اور بیٹرکیم کی کتاب ”یوم ان اعترفت امریکا بالحقیقة“ ص: ۳۵، عربی ترجمہ محمد بن

مغرب کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے تو شاید انہیں حقیقتِ حال کا علم ہو جاتا اور کم از کم انسانی تہذیب و تمدن سے عاری مغرب کا دردِ کر کے اپنی زبانوں کو گندہ کرنے سے باز آ جاتے۔ ہم یہ ساری باتیں حقائق کی روشنی میں قلمبند کر رہے ہیں جنہیں آپ عنقریب مطالعہ فرمائیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ غیرت و حمیت کے فقدان کے باعث اہل مغرب کی زندگی جس قدر بے حیائی، برائی، بدکاری اور اتار کی کا شکار ہوئی ہے اور مغربی معاشرے میں بے حیائی و اتار کی کا جو طوفان برپا ہوا ہے اسے نوکِ قلم پر لانے سے قلم بھی شرماتا ہے۔ سید قطب اپنی کتاب ”میرا چشم دید امریکہ“ میں اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”واشنگٹن کے ”ولسن ادارہ معلمین“ میں غیر ملکیوں کو انگلش سکھانے والے شعبہ کی ایک خاتون استاد نے لاطینی امریکہ کے طلبہ کو امریکی روایات کے بارے میں ایک لیکچر دیا جس کے اختتام پر ”گوئے والا“ کے ایک طالب علم نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ چودہ سال کی لڑکیاں اور پندرہ سال کے لڑکے مکمل جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں، یہ بات بہت ہی قبل از وقت ہے۔ اس پر خاتون نے انتہائی پر جوش لہجے میں جواب دیا: ”ہماری زندگیاں انتہائی مختصر ہیں اس لیے چودہ سال سے زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتے۔“

جس قوم میں شہوت پرستی اس قدر شدت اختیار کر جائے کہ چودہ سال کی نوخیز لڑکیاں اور پندرہ سال کے نوجوان لڑکے جنسی تعلقات قائم کرنے کے لیے بے تاب و بے قرار ہوں اور اپنی شہوت کی بھوک مٹانے کے لیے ان کے یہاں جائز و ناجائز کی کوئی حد بندی نہ ہو تو پھر ایسی قوم کی نسلیں کیوں کر کسی شریف النفس انسان کے لیے قابلِ تقلید بن سکتی ہیں؟ خواہ ان کے پاس فرعون کی حکومت اور قارون کی دولت ہی کیوں نہ ہو؟؟

مغرب میں فقدانِ غیرت کے سبب جو بھی ایک نتائج سامنے آئے ہیں اور جن سے اہل مغرب جل رہے ہیں اس کا اندازہ ذیل کی چند رپورٹوں سے لگائیے جنہیں ہم بلا تہجرہ قلمبند

کر رہے ہیں:

✽ چند دنوں قبل ایک امریکی اسکول میں دو خاتون اساتذہ نے اٹانومی کی آٹھویں جماعت میں برہنہ ہو کر پڑھانے کا انوکھا طریقہ استعمال کیا۔ دونوں خواتین اساتذہ کا استدلال یہ تھا کہ اس خشک مضمون میں اس طرح طلبہ و طالبات کی دلچسپی برقرار رکھی جاسکتی ہے (۱)۔

✽ امریکہ کے ایک اسکول میں دو لڑکوں نے پندرہ سالہ لڑکی سے زنا کیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا تو جج نے فیصلہ میں لکھا کہ لڑکوں نے لڑکپن میں شرارت کی ہے، اسے زنا قرار نہیں دیا جاسکتا (۲)۔

✽ اٹلی میں موسلینی کی پوتی نے اسمبلی کی ممبر شپ کے لیے برہنہ ہو کر حاضرین سے خطاب کیا اور ووٹ مانگے (۳)۔

✽ نیوجرسی کے ایک اسکول کی طالبہ نے محفلِ رقص کے دوران اسکول کے ریٹ روم میں بچے کو جنم دیا اور اسے وہیں کچرے دان میں پھینک کر رقص کی تقریب میں دوبارہ شامل ہو گئی (۴)۔

✽ ۱۹۹۶ء میں فرانس کے صدر شیراک کی بیٹی کلاڈ کے ہاں شادی کے بغیر بچی کی پیدائش ہوئی تو کلاڈ نے بچی کے والد کا نام تک بتانے سے انکار کر دیا۔ لیکن باپ کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی (۵)۔

✽ ایک سروے کے مطابق برطانیہ کی مشہور ترین یونیورسٹی آکسفورڈ میں زیر تعلیم

(۱) تکبیر ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶ء پاکستان۔ (۲) نوائے وقت، ۳۰ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

(۳) مجلہ الدعوة ستمبر ۱۹۹۵ء (۴) اردو نیوز، جلد ۱۹ اگست ۱۹۹۷ء

(۵) تکبیر ۱۶ ستمبر ۱۹۹۷ء

۷۶ فیصد طلبہ شادی کے بغیر جنسی تعلق قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ ۵۱ فیصد طالبات نے تسلیم کیا کہ وہ یونیورسٹی میں آنے کے بعد کنواری نہیں رہیں۔ ۲۵ فیصد طالبات نے مانع حمل گولیاں استعمال کرنے کا اقرار کیا۔ ۵۶ فیصد طلبہ کو جنسی لذت کے حصول کے لیے ایڈز کی کوئی پرواہ نہیں۔ ۲۸ فیصد ہم جنس پرستی کو حصول لذت کا قدرتی اور محفوظ طریقہ سمجھتے ہیں^(۱)۔

✽ برطانوی اخبار ایکسپریس کے مطابق ہر سال ایک لاکھ برطانوی طالبات حاملہ ہوتی ہیں^(۲)۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ برطانوی قانون کے مطابق چار سال کے بعد ہر بچے کو اسکول بھیجنا لازمی ہے۔ اسکول میں زیر تعلیم بچوں کو ابتدا سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ برہنہ ہو کر غسل کرنے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ بڑی کلاسوں میں پہنچنے کے بعد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مشترکہ سوئمنگ لازمی ہوتی ہے۔

✽ امریکہ کے سابق صدر ریگن کی بیوی نینسی ریگن نے انکشاف کیا ہے کہ جب میں نے ریگن سے شادی کی تھی اس وقت امید سے تھی، سات ماہ بعد ہمارے ہاں بیٹی پیدا ہوئی^(۳)۔

✽ ایک ماہانہ امریکی جزیڈے کے سروے کے مطابق ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۵ء کے درمیان شادی کرنے والی خواتین میں سے صرف ۱۴ فیصد خواتین حقیقتاً کنواری تھیں باقی ۸۶ فیصد شادی سے قبل ہی گویہ عصمت سے محروم ہو چکی تھیں۔ ۸۰ فیصد سے زائد لڑکے اور لڑکیاں ۱۹ سال کی عمر سے پہلے ہی جنسی تعلق قائم کر چکے ہوتے ہیں^(۴)۔

(۱) صراط مستقیم، برٹنگھم، فروری و مارچ ۱۹۹۰ء

(۲) اردو نیوز، جدہ، ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

(۳) مساوات، ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء۔

✽ ایک سروے کے مطابق امریکہ میں اسقاط حمل کروانے والی عورتوں کی شرح ۳۳ فیصد ہے (۱)۔

✽ برلن میں ہر سال ۱۵ جولائی کو تقریباً پانچ لاکھ نو جوان برہنہ لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل ایک ریلی نکلتی ہے جسے ”محبت کا قافلہ“ نام دیا جاتا ہے (۲)۔

✽ اسی طرح امریکہ کی ریاست انڈیانا میں نیکڈسٹی کے نام سے ایک شہر آباد ہے، وہاں ہر سال پوری دنیا کی مادرزاد برہنہ ہونٹکی شوقین عورتوں کے ”ویمین نیوڈورلڈ“ مقابلہ ہوتے ہیں۔

✽ امریکی جریدہ ”نائنمز“ کے مطابق جرمنی، فرانس، چیکوسلوکیہ، رومانیہ، ہنگری اور بلغاریہ کی بڑی بڑی شاہراہوں پر فاحشہ عورتیں قطار باندھے کھڑی دکھائی دیتی ہیں۔ برلن اور پراگ کو ملانے والی بارہ سو کلومیٹر لمبی شاہراہ غالباً دنیا کا ارزاں ترین اور طویل ترین جنسی اڈہ ہے جہاں سے گزرنے والوں کو نہایت سستی عیاشی کے لیے نوخیز اور حسین و جمیل لڑکیاں مل جاتی ہیں (۳)۔

(۱) Just the Fact Dayton Right to life U.S.A

(۲) ماخوذ از کتاب ”الجدران المتصدعة“ عبدالناصر بن محمد مغنم۔

(۳) نوائے وقت، ۲۶ جون ۱۹۹۷ء۔ اب یہ پیشہ مغرب کے علاوہ دیگر بہت سارے ممالک میں بھی عام ہو چکا ہے۔ عوام اس قدر بے غیرت ہو چکے ہیں کہ اپنے ہی شہر میں اس قسم کے اڈے (طوائف خانے یا قحبہ خانے وغیرہ) دیکھتے ہیں لیکن ان اڈوں کو ختم کرنے کی تدبیر نہیں کرتے۔ ہندستان کے تقریباً سارے بڑے شہروں میں جسم فروش عورتوں کے اڈے ہیں۔ دہلی کی جی بی روڈ پر رات دن جسم فروش عورتوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ اس مجرمانہ پیشہ سے منسلک لوگ بڑے پیمانے پر اب یہ کاروبار کرنے لگے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ممبئی کی ایک ذیلی عدالت نے قحبہ خانوں سے آزاد کرائی گئی لڑکیوں کے ریماڈ ہوم میں جاری مبینہ بدعنوانیوں کی سی آئی ڈی کے ذریعہ تحقیقات کا حکم دیا۔ پولیس نے قحبہ خانے پر چھاپہ مار کر ۸۷ کسٹ لڑکیوں کو آزاد کرایا اور =

✽ امریکی وزارت عدل نے ایک بیان جاری کیا ہے کہ امریکہ کے اندر روزانہ ۱۹۰۰ عورتیں جنسی ہوس کا شکار ہوتی ہیں، امریکہ میں ۲۰ فیصد لڑکیاں اپنے باپوں کے جنسی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں جبکہ ۲۶ فیصد اپنے قریبی رشتہ داروں کے ذریعہ، ۵۱ فیصد دوستوں اور جان پہچان کے لوگوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں اور ۴ فیصد لڑکیاں مجہول اشخاص کی ہوس پرستی کا نشانہ بنتی ہیں (۱)۔

غرض مغربی اقوام میں زنا کاری کو بالکل ہی معمولی مسئلہ تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک باہمی مرضی سے زنا کاری کو جرم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اب مغربی اقوام میں جنس پرستی بھی ایک دبا چل پڑی ہے؛ چوں کہ فریقین کی رضامندی سے یہ قبیح فعل انجام پاتا ہے، اس لیے ان کے یہاں یہ بھی جرم کی تعریف سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جنس پرستی نے بے حیائی میں طوفان برپا کر دیا ہے۔ چنانچہ ”نیویارک ٹائمز“ کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف امریکہ میں تحریک نسواں کی تیس سے چالیس فیصد خواتین اپنی ہم جنسوں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھتی ہیں۔

امریکی اقوام کے ہاں خاص طور سے کلنٹن کے دور حکومت میں جنس پرستی نے جس قدر فروغ حاصل کیا، مغرب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بل کلنٹن نے قوم لوط کی آل کے پورے مطالبات کو اہمیت دی اور وہاٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرین کے اجتماع کے رو برو خطاب کرتے ہوئے کہا:

= انہیں عدالت کے حکم کے مطابق ریٹائر ہو میں رکھا گیا لیکن وہاں سے ۲۵ لڑکیاں غائب ہو گئیں۔ [اردو نیوز جلد، ۷، ۱۷ فروری ۲۰۰۲ء] اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے ملک میں یہ مجرمانہ کام کس قدر منصوبہ بندی سے ہو رہا ہے۔

”میں امریکی معاشرہ کے تمام گروہوں اور ہم جنس خواتین و حضرات کے درمیان مساوات کے قیام کے لیے کی جانے والی جدوجہد کی بھرپور تائید کرتا ہوں“ (۱)۔

یورپی عوام کی ہم جنسیت میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اب ان کے ہاں سرکاری و عوامی سطح پر ہم جنسیت کوئی قابل اعتراض یا غیر اخلاقی جرم نہیں رہا۔ یورپ کی کئی پارلیامنٹوں اور حکومتوں نے اسے قانونی تحفظ دیا ہوا ہے۔ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر کی بیوی نے کچھ عرصہ قبل ہی ایک ہم جنس پرست جوڑے کا باقاعدہ مقدمہ لڑا اور یہ مطالبہ کیا کہ ان کو پارٹنرشپ کے برابر حقوق دیے جائیں اور ابھی اوپر آپ نے بل کلنٹن کا خطاب بھی ملاحظہ فرمایا۔

غیر مذہبی لوگوں کی یہ بے راہ روی تو ایک طرف، لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ تقدس و رہبانیت اور تجرد کی عبا ئیں چڑھائے ہوئے، خطاؤں سے عاری اور لوگوں کے گناہ بخشنے کے پروانے جاری کرنے والے ان کے پیر، رہنما، پیشوا اور پادری غیر اخلاقی و غیر فطری جرائم کے میدان میں اپنے عوام کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں گے۔ مارچ ۲۰۰۲ء میں بوسن کی آرچ ڈیپوس نے صرف ایک پادری گوہن کے ہاتھوں زیادتی سے متاثرہ ۸۶ لوگوں کو ۲۰ ملین ڈالر ادا کیے۔ ۱۹۹۴ء میں گوہن کی خاطر ہی ایک گروپ کو ۱۵ ملین اور ایک خاندان کو ۴ لاکھ ملین ڈالر ادا کیے اور ابھی ۱۲۰ دعووں کو نمٹانا باقی ہے۔ اپریل ۲۰۰۲ء میں میکسیکو میں جنسی زیادتی کے کیسوں میں ملوث پادریوں کے دفاع میں منعقد ہونے والی بشپ حضرات (Bishop) پوپ کے بعد سب سے بڑا عہدہ ہے) کی کانفرنس میں جب بعض ارکان نے یہ اعتراض کیا کہ چرچ نے متاثرین کو خاموش کرنے کے لیے بھاری رقم ادا کی ہیں تو ایک

(۱) روزنامہ یو ایس اے ۲۷ اپریل ۱۹۹۳ء۔

بڑے بشپ نے پریس کانفرنس میں اس فعل کی یہ کہہ کر توجیہ کی:

"Dirty laundry is best washed at home"

”گندے کپڑے گھر پر ہی بہتر دھوئے جاتے ہیں“

امریکہ اور مغرب میں چرچ کے چھوٹے سے لے کر بڑے پادریوں اور ذمہ داران میں جنسی زیادتی کا جرم بڑھنے کا بنیادی سبب یہی ہے کہ عیسائیوں نے راہبوں اور پادریوں کے لیے خود ساختہ قانون کے تحت شادی کو ممنوع قرار دے دیا، جبکہ تورات و انجیل میں کہیں بھی یہ غیر فطری حکم نہیں ہے۔ چنانچہ ایک طرف وہاں جنسی بے راہ روی کا اس قدر طوفان ہے کہ مغربی پارلیامنٹ ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے چکی ہے اور پوری قوم بے لگام جنسی آزادیوں کے نتیجہ میں اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکی ہے۔ دوسری طرف پادریوں کے تجرد کے خلاف کوئی تحریک نہیں جس کے نتیجے میں وہ بھی ہم جنسیت کا شکار ہو چکے ہیں اور خود ساختہ مذہبی پابندیوں کے سبب غیر فطری تعلقات کی بھیینٹ چڑھ چکے ہیں اور اس طرح کنوارے پادریوں کے رنگیلے کارناموں سے یورپی فضا مکدر اور کرہیہ ہو چکی ہے۔

قرآن نے سچ کہا ہے:

”وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقًّا

رِعَايَتَهَا“۔ [الحمد: ۲۷]

”اور انہوں نے لذات سے کنارہ کش ہو کر خود ہی ایک نئی بات نکالی جس کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا، مگر انہوں نے (اپنے خیال کے مطابق) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (آپ ہی ایسا) کر لیا تھا۔ پھر جیسا اس کو نباہنا چاہئے تھا، نباہ نہ سکے“ (۱)۔

فقدان غیرت کے باعث مغربی اقوام میں جو تباہی آئی ہے اس کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

(۱) ملاحظہ فرمائیں مجلہ الدعوة، جولائی ۲۰۰۲ء، مضمون ”کنوارے پادریوں کے رنگیلے کارنامے“ کا خلاصہ۔

کیوں کہ کوئی ایک گوشہ ہو تو اس پر روشنی ڈالی جائے، یہاں تو جہاں نگاہ پڑتی ہے وہاں اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اوپر آپ نے جو کچھ ملاحظہ فرمایا ہے، ذرا ایک نظر ذیل کی رپورٹوں پر بھی ڈالیں اور دیکھیں کہ غیرت و حمیت سے محرومی کا نتیجہ امریکی عوام کے لیے کس قدر کڑوا کیلا ہے:

”امریکی اخبار لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق ہر (۲۳) سیکنڈ میں ایک عورت پر مجرمانہ حملہ ہوتا ہے۔ ہر چار سیکنڈ کے بعد چوری کی واردات ہوتی ہے، (۱۲) سیکنڈ کے بعد نقب زنی اور ہر (۲۰) سیکنڈ کے بعد سائیکل چوری کی واردات ہوتی ہے، ۱۹۹۵ء میں امریکہ میں (۲۳) ہزار تین سو پانچ افراد قتل ہوئے، ایک لاکھ دو ہزار چھیانوے (۱۲۰۰۹۶) خواتین جنسی تشدد کا شکار ہوئیں۔ رپورٹ کے مطابق ہر امریکی اپنے گھر سے جب نکلتا ہے تو وہ ذہنی طور پر تیار ہوتا ہے کہ اسے کسی بھی موڑ پر لوٹ لیا جائے گا کیوں کہ مزاحمت کرنا جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے“^(۱)۔ ”مشہور خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ۱۹۸۵ء کے مقابلے میں اب تک جرائم کی شرح میں (۱۳۱) فی صد اضافہ ہوا ہے“^(۲)۔ ”۱۹۹۰ء میں امریکہ میں چھ لاکھ عورتوں کی آبروریزی کی گئی جبکہ قتل و غارت کی وارداتوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے“^(۳)۔

ایک اخبار کے مطابق: ”امریکہ میں جنسی بے راہ روی، خود غرضی، جرائم اور نسلی نفرت اپنے عروج پر ہیں۔ امریکہ میں اس وقت ایڈز اور ایچ آئی وی (AIDS & HIV) سے متاثرہ تقریباً بیس لاکھ سے زائد مرد اور خواتین موجود ہیں (ان کو خواتین کہنا اس لفظ کی توہین

(۱) نوائے وقت، ۳ جنوری ۱۹۹۶ء۔

(۲) نوائے وقت، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء۔

(۳) نوائے وقت، ۳۰ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

ہے)، اس میں سب سے زیادہ تعداد پچیس سے پینتالیس سال کے افراد کی ہے۔ سرکاری اعداد کے مطابق دس سے پندرہ برس کی عمر میں عموماً اور پندرہ سے انیس سال کی عمر تک کلی طور پر لڑکے اور لڑکیاں جنسی عمل کر چکے ہوتے ہیں۔ امریکہ میں ہر سال دس لاکھ سے زائد لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں (جبکہ کل آبادی صرف اٹھائیس کروڑ ہے) جن کی عمر پندرہ سال تک ہے (استغفر اللہ)..... ”امریکی ادارہ انصاف کے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں ہر دو منٹ بعد کسی عورت کی عزت لوٹی جاتی ہے۔ ان میں دو تہائی تعداد اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ ۹۶-۱۹۹۵ء میں تقریباً سات لاکھ عورتوں کی عزت لوٹی گئی۔ صرف اکتیس فی صد افراد نے پولیس میں رپٹ درج کروائی۔ بچوں کے ساتھ زیادتی کی مد میں ۱۹۶۶ء میں ۱۲۶۰۰۰ کیس منظر عام پر آئے۔ یہ اعداد و شمار امریکہ ہی کے ایک ادارے نے قومی شرم کے نام سے شائع کیے ہیں۔ امریکہ میں اپنی زندگی کے دوران پانچ میں سے ایک عورت کی عزت ضرور لوٹی جاتی ہے۔ یعنی تقریباً بیس فی صد عورتیں، دس میں سے چار لڑکیاں اٹھارہ سال کی ہونے سے پہلے حاملہ ہوتی ہیں، ہر سال دس لاکھ سے زائد لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں“ (۱)۔

اخلاقی انارکی اور تہذیبی کوڑھ میں مبتلا مغرب کے سرخیل امریکہ میں جرائم کا جو ننگا ناچ ناچا جا رہا ہے، اس سے ہر وہ انسان واقف ہے جس کو قدرت کی طرف سے غیرت کا تھوڑا سا حصہ بھی نصیب ہوا ہے۔ روس جو الحاد و لادینیت کا سرخیل ہے اور جہاں عورت و مرد کے جسم تو کجا، شرمگاہوں کو کپڑے سے نہ ڈھانپنے کی حمایت میں باضابطہ تحریکیں چلائی گئیں، اس کے بارے میں یہ تصور نہ کر لیا جائے کہ وہ اخلاقی انارکی اور تہذیبی کوڑھ میں مبتلا نہیں بلکہ روس بھی امریکہ اور مغرب کے دیگر ممالک کی طرح جرائم کی کالونی بن چکا ہے بلکہ وہ امریکہ سے بھی دو قدم آگے ہے۔ اور وہاں جرائم کی شدت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے

(۱) ہفت روزہ غزوہ: ۱۲/ رجب ۱۴۲۳ء مطابق ۲۰/ دسمبر ۲۰۰۲ء۔

کہ روس کے بارے میں اعداد و شمار کے مطابق وہاں صرف قتل کی شرح امریکہ سے ۵۰ فی صد زیادہ ہے، رہا دیگر جرائم کا حال تو اعداد و شمار ہمیں بتاتے ہیں کہ وہاں کے تین ہزار باقاعدہ منظم جرائم پیشہ گروہ، جرائم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں^(۱)۔

اپنے باغیرت ضمیر پر پتھر رکھ کر ذرا اہل مغرب کی بے غیرتی و بے حیائی کی ایک اور سین بھی دیکھئے:

✽ اسرائیلی میگزین ”یڈیعورت أحروت“ کے ۱۰ اگست ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ایک انیس سالہ جوان عورت کا بیان شائع ہوا ہے، اس کا کہنا ہے کہ شادی سے پہلے بھی میرا باپ میری عفت و عصمت کو تار تار کرتا رہا اور شادی کے بعد بھی میں اس کی جنسی ہوس کا شکار ہوتی رہی ہوں۔

✽ حال ہی میں امریکہ کے ایک ٹی وی پروگرام میں دو بھائی بہن کو مدعو کیا گیا جس میں بہن اپنے بھائی سے حاملہ تھی۔ جب ان سے اس تعلق کے بارے میں پوچھا گیا تو نہ صرف انہوں نے اس بات کا اقرار کیا بلکہ اس کو جاری رکھنے کا عہد بھی کیا^(۲)۔

✽ ڈاکٹر محمد علی خولی لکھتے ہیں: ”میں نے امریکہ میں ٹیلی ویژن اسکرین پر میاں بیوی اور بیٹی کو ایک ساتھ انٹرویو دیتے ہوئے دیکھا جس میں سائلہ باپ سے پوچھ رہی تھی کہ اپنی بیٹی سے زنا کرنے سے قبل اور بعد اس کا احساس کیسا تھا اور یہی سوال اس کی بیٹی سے بھی پوچھ رہی تھی، اور سارا خاندان ایسا بیٹھا تھا کہ یہ کوئی معمولی بات ہو!!“^(۳)۔

(۱) حالات فوضی، الآثار الاجتماعية للعولمة، عربی ترجمہ عمران ابو جیلہ ص ۱۱۴۔

(۲) ہفت روزہ غزوہ، ۲۶ تا ۳۰ ستمبر ۲۰۰۲ء۔

(۳) دیکھئے: البریق الزائف للمحضارة الغربية، ص ۳۴، دار الفلاح للنشر والتوزیع اردن ۱۹۹۳ء۔

✽ ایک پندرہ سالہ لڑکا اپنے گھر سے فرار ہو گیا، پولیس نے اسے گرفتار کر کے اس کے ماں باپ کے گھر پہنچانا چاہا، لیکن لڑکا اپنے گھر جانے سے صاف انکار کر دیا اور بتایا کہ میری ماں اور چچی دونوں مجھ پر زبردستی کر کے اپنے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر داتی ہیں (۱)۔

✽ ایک ماں اپنے بیٹے کے پاس یہ خوش خبری لے کر آئی کہ میں امید سے ہوں اور تم عنقریب بیک وقت نومولود کے باپ اور بھائی بننے والے ہو (۲)۔

✽ ”لینڈا کالیفانو“ نامی ۴۲ سالہ امریکی خاتون نے کتے کے ساتھ اپنی شادی کی تقریب منعقد کی، جس میں ملک کی بڑی بڑی شخصیات نے شرکت کیں۔ خاتون نے اپنے ہونے والے شوہر یعنی کتے کا نام ”ماکس“ رکھا، اس کے مطابق یہ کتا اس کے سابقہ تین شوہروں سے مثالی اور کامیاب شوہر ہے (۳)۔

قارئین! مغربی ممالک میں فقدانِ غیرت و حمیت کے جو بھیانک نتائج سامنے آئے ہیں، آپ نے سرسری طور پر ہی سہی، ان کا مطالعہ فرمایا۔ اب ذرا انصاف کے ساتھ جواب دیں کہ جو قوم عفت و عصمت کے تحفظ و بقا میں اس قدر بے غیرتی کا شکار ہو کہ اپنے سب سے قیمتی سرمایہ عزت و آبرو ہی کو جگہ بہ جگہ نیلام کرتی پھرے، حتیٰ کہ نجس جانوروں سے بھی اپنی جنسی شہوت کی آگ بجھانے میں فخر محسوس کرتی ہو، پھر جس قوم میں شہوانیت کی آگ غیر فطری و غیر طبعی طریقوں سے بجھانے کا انجام یہ ہو کہ جنم لینے والے بچے کے حقیقی باپ ہی کا پتہ نہ ہو تو ایسی قوم کے اندر کون سی خوبی باقی رہ سکتی ہے جو دوسروں کے لیے قابلِ تقلید و نمونہ بن سکے؟..... ایسی قومیں کسی کے لیے قابلِ اسوہ تو کیا، یہ تو نہایت ہی لعنت کی مستحق ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کی شریعت سے بغاوت کی روش اختیار کرنے کے سبب ان فاجر

وفاق قوموں پر ایڈز جیسی نہایت موذی بیماری عذاب کی شکل میں مسلط کر دی گئی ہے جو تقریباً دو عشروں سے عذاب الہی کا کوڑا بن کر ان پر برس رہی ہے۔ قرآن نے سچ کہا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے یا کوئی دردناک عذاب نہ انہیں آگھرے“۔ [النور: ۶۳]

مغربی اقوام کی خوفناک صورتحال کا مختصر سا خاکہ جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے کہ غیرت کے فقدان کے باعث مغربی اقوام جرائم کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔ امراض خبیثہ کی کثرت ان کی موت کا سامان کر رہی ہے، گندی سوچ نے انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ان اقوام نے اللہ کی شریعت سے بغاوت کی روش اختیار کی اور اللہ کے قانون کے مقابلے میں خود ساختہ قانون سے زندگی کے نشیب و فراز کے مسائل کا حل تلاش کیا۔ ستم تو یہ ہے کہ مغرب زدہ طبقہ اللہ کے قانون کو اپنے خود ساختہ قانون — جس نے مغربی اقوام کی زندگی کو جہنم زار بنا دیا ہے — کے سامنے پیش کرنے پر اصرار کر رہا ہے اور اس میں تبدیلی و اصلاح کا آوازہ بلند کر رہا ہے، تاکہ وہ اس کو بھی تراش کر انسانی خود ساختہ قوانین کے سانچے میں ڈھال دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان کس قدر سچا ہے جو ایسے موقع پر ہماری آنکھوں سے پٹی کھول رہا ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَيِّبَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾

”اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان (کامیاب) لوگوں کی راہ کھول دے جو تم سے پہلے گزر چکے

ہیں اور انہی کے طریقہ پر تمہیں چلائے اور تم پر اپنی نظر رحمت کرے، اللہ (تمہاری مصلحتوں) کا جاننے والا اور اپنے (تمام احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے (اور تم برائیوں سے تاب ہو جاؤ جن میں وہ مبتلا تھے) لیکن جو لوگ احکام حق کی جگہ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ اعتدال سے ہٹ کر بہت دور جا پڑو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نرمی اور آسانی چاہتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ انسان طبیعت کا کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ [النساء: ۲۶-۲۸]



فقدانِ غیرت کے اسباب اور ان کا علاج

گزشتہ صفحات میں مسلم معاشرے کے اندر فقدانِ غیرت کی تقریباً تمام جھلکیوں کی نشاندہی ہم نے قدرے تفصیل سے کر دی ہے، جن کا آپ نے مطالعہ کر لیا ہوگا۔ یہاں ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر وہ کون سے اسباب و محرکات ہیں، جن کی وجہ سے اسلامی معاشرے کے اندر سے غیرت و حمیت ختم ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے۔ ساتھ ہی نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے چلیں گے کہ ان اسباب و محرکات سے نمٹنے کے لیے قرآن اور صحیح احادیث کی طرف سے ہمیں کیا تعلیمات دی گئی ہیں۔ آئیے فقدانِ غیرت کے چند بنیادی اسباب اور ان کے علاج کے تعلق سے ذیل میں چند باتیں پڑھیں اور جو کمزوریاں ہمارے اندر ہیں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیمات کے ذریعہ دور کریں:

۱۔ ایمان کی کمزوری:

فقدانِ غیرت کا سب سے بنیادی سبب ایمان کی کمزوری ہے۔ جب بندہ کا ایمان کمزور ہوگا تو لامحالہ اس کی غیرت و حمیت بھی ماند پڑ جائے گی، کیوں کہ غیرت و حمیت کا تعلق براہِ راست ایمان سے ہے۔ حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ غیرت کھاتا ہے اور مومن بندہ بھی غیرت مند ہوتا ہے“ (۱)۔

(۱) اس کی تخریج (ص ۵۳) حاشیہ (۲) میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں، جہاں حرمت کی پامالی کی بات آتی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے (۱)۔

معلوم ہوا کہ ایک بندہ اسی وقت خالص مومن بن سکتا ہے جب کہ اس کا ایمان کامل ہو اور کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ بندہ حرمت و حدود کی پامالی پر شدید غیرت مند ہو۔ علامہ میناوی "فیض القدیر" میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ واشرف اور بلند ہمت والے لوگ وہی ہیں جو سب سے زیادہ باغیرت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مومن بندہ غیرت کے موقع پر غیرت کھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی من جملہ صفات میں سے ایک صفت کے اندر اس کی موافقت کرتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں اس کی موافقت کرتا ہے وہ صفت اس کے زمام اختیار میں ہوتی ہے، بندہ اس پر حاوی ہوتا ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب کرتی ہے۔"

۲- قرآن و سنت کی تعلیمات سے دوری:

فقدانِ غیرت کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی تعلیم، جس نے ظلمت و بربریت میں غرق دنیا کو روشنی عطا کیا، آج خود مسلم طبقہ ہی میں اجنبی بن کر رہ گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے دوری ہی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے نو نہالان مغربی دانشوران و مفکرین کے خطرناک نظریات کے حامی بن جاتے ہیں اور اپنا سب کچھ لٹانے پر مصر ہو جاتے ہیں۔ اگر قرآن اور صحیح احادیث کی تعلیمات سے انہیں آگاہی ہوتی تو پھر یہ ماڈرن کلچر کے شکنجوں میں گرفتار ہو کر اپنی غیرت و حمیت سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھتے۔ یہ بھی اسلامی تعلیمات سے عدم توجہی کا سبب ہے کہ ہمارے معاشرے میں ڈھونگی پیروں اور ناقص الایمان مولویوں کی ایجاد کردہ

(۱) اس کی تخریج (ص ۳۱) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

طرح طرح کی بدعات و خرافات میں اکثر مسلم طبقہ گرفتار ہے، اور ان کی گمراہ کن راہوں پر چل کر اپنا تن من دھن سب کچھ برباد کرنے میں اپنی بھلائی تصور کرتا ہے اور اسے اپنی بے غیرتی و بے حتمی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر اگر امت اسلامیہ زندگی گزارتی اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ”تَرَكْتُ فِيكُمْ أُمُورَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُم بِهِمَا؛ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ“^(۱) (یعنی میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک قرآن اور دوسری میری سنت) کے مطابق عمل کرتی تو بدعات و خرافات اور ضلالت و گمراہی کی تمام راہیں بند ہو جاتیں اور اسلامی غیرت و حمیت خود بخود بحال ہو جاتی: ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ”حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے والا“۔

[سورۃ الاسراء: ۸۱]

۳- اسلامی تربیت سے لاپرواہی:

فقدان غیرت کا ایک بنیادی سبب اسلامی تربیت سے لاپرواہی بھی ہے جس کی وجہ سے معاشرے کی جدید نسلیں دیگر اقوام کی تعلیم و تربیت کو اپنا بہترین آئیڈیل سمجھنے لگتی ہیں اور اسلامی تربیت نہ ہونے کے سبب ان کا مزاج اسلامی تعلیمات سے جا بجا متصادم ہوتا ہے۔ عصری کالج کے ایک گریجویٹ نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے بقا کی اہم شرط بیان کرتے ہوئے دوران گفتگو کہا کہ تمام دینی مدارس کو ہندوستان کی سرزمین سے ختم کر دیا جائے۔

دینی تعلیم و تربیت سے لاپرواہی کی وجہ سے مسلم معاشرے کا عصری تعلیم یافتہ طبقہ اگر

(۱) موطا الجامع، باب ۸، رقم: (۲۶۱۸)، دیکھئے ”المشکاۃ“ (۱۸۰۶) تحقیق البانی، الصحیحۃ: (۳۶۱/۳)۔

اس قسم کی لالیعنی اور مضحکہ خیز کلام کرے تو ہمیں کچھ تعجب نہیں کھانا چاہئے۔ کیوں کہ بنیادی غلطی جو ہم سے سرزد ہوئی ہے وہ یہ کہ ہم نے بچوں کی تربیت خالص اسلامی تعلیمات کے سایہ میں نہیں کی۔ رسول اکرم ﷺ نے سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز سکھانے اور مسجد لے جانے کا حکم دیا ہے اور دس سال کی عمر میں اگر وہ نماز میں کوتاہی کریں تو انہیں مارنے کا بھی حکم دیا ہے۔

نماز جو دین کا دوسرا اہم رکن ہے، اسی ایک قضیہ کو ذرا بغور دیکھیں کہ مسلم معاشرہ اس سلسلہ میں کس قدر پیچھے ہے جبکہ جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑنے والا کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر کوئی مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا معاشرہ خالص اسلامی معاشرہ ہو اور اسلامی غیرت و حمیت معاشرہ کے ہر فرد میں جاگزیں ہو تو پہلی فرصت میں خود اسلامی تعلیم و تربیت سے لیس ہو کر آنے والی نسلوں کو انبیائے کرام، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے نقش قدم پر چلانا ہوگا، اور قرآن و احادیث میں تعلیم و تربیت سے متعلق جو اہم مباحث مذکور ہیں، ان کا مطالعہ کر کے اپنی نسلوں کی تربیت ان ہی کے تناظر میں کرنی ہوگی تاکہ وہ شعائر اسلام سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

۴۔ فواحش و منکرات کی کثرت:

جس معاشرہ میں فواحش و منکرات اور بے حیائیاں و بدکاریاں عام ہو جائیں، اس معاشرہ کی اخلاقی حالت پست ہو جاتی ہے اور معاشرے کے غیرت مند افراد کے اندر سے بھی دھیرے دھیرے غیرت و حمیت نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے تمام لوگ بے حیائیوں کی زد میں آجاتے ہیں۔ اسی لیے اسلامی معاشرہ کے سدھار کے لیے قرآن و احادیث میں بہت سارے اصول بتائے گئے ہیں اور مخرّب اخلاق اقوال و افعال سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [سورة الحشر: ۷]

”رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ“

نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق اگر معاشرے کے افراد زندگی گزارنے لگیں اور قرآن و احادیث کی تعلیمات مضبوطی سے تھام لیں تو فقدانِ غیرت و حمیت کے جملہ عناصر دم توڑ دیں گے اور تمام فواحش و منکرات اور بے حیائیوں و بدکاریوں کی گرم بازاری خود بخود ختم ہو جائے گی۔

معاشرے میں غیرت و حمیت بحال کرنے اور برائیوں و بے حیائیوں کی جڑ کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کس قدر عمدہ اور حساس ہیں، اس کا اندازہ ذیل کی صرف ایک حدیث سے لگائیں اور اگر مسلم سوسائٹی میں ان برائیوں میں ملوث کوئی فرد ہے تو اسے اپنے ایمان کی خیر منائی چاہئے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

”لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهَا فِيهَا أَبْصَارُهُمْ حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَغْلُ أَحَدُكُمْ حِينَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ“ (۱)۔ ”زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا، چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا، شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا، بڑی چیزیں لوٹنے والا جس کی طرف لوگوں کی نگاہ اٹھے، لوٹتے وقت مومن نہیں ہوتا، اور نہ خیانت کرنے والا خیانت کرتے وقت مومن ہوتا ہے اس لیے تم سب ان سے سختی کے ساتھ بچو“۔

۵- سود خوری:

سود خوری ایک ایسا مرض ہے جو جسم میں سرطان (کینسر) سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

(۱) مسلم: کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالعاصی... رقم: (۵۷)، بخاری (۲۴۷۵)۔

یہ غیرت و حمیت کے عناصر کو دیمک کی طرح اس طرح چاٹ لیتا ہے کہ معاشرہ بہت ہی جلد خلائی بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔ سود خوروں کے اندر مادہ پرستی اور دنیاوی حرص و طمع اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ عفت و عصمت اور عزت و آبرو کی اہمیت ان کی نگاہ میں وہ نہیں رہتی جو پہلے کبھی تھی۔ پھر جوں جوں معاشرہ سود خوری کے شکنجے میں گرفتار ہوتا جاتا ہے اسی رفتار سے اس کے اندر غیرت و حمیت کے عناصر بھی ماند پڑتے جاتے ہیں اور ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ عفت و عصمت کی دھجیاں اڑا دینے والے اسباب و محرکات پیدا ہو جاتے ہیں اور سود خور معاشرہ انتہائی بے غیرتی کے عالم میں زندگی گزارنے کا عادی بن جاتا ہے۔

اگر آپ کو مذکورہ بات سے اختلاف ہو تو ذرا مذکورہ صفت کے حامل کسی معاشرہ کا شاہدہ کر لیں خود بخود اختلاف کا حل نکل آئے گا، اور آخر اس سود خوری کا انجام برا اور تباہ کن کیوں نہ ہو؟ کھیت سے وہی فصل تو نکلتی ہے جس کا بیج ڈالا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ”جن لوگوں نے برائیاں کیں تو برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے اور رسوائی ان پر چھا جائے گی“۔ [یونس: ۲۷] سود خور کتنا بڑا بے غیرت اور گناہ گار ہوتا ہے اس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے لگائیے: ”الرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا“۔ ”سود کے گناہ کے تہتر دروازے ہیں“^(۱)۔ امام حاکم نے آگے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ زیادہ کیا ہے: ”إِنَّ أَيْسَرَهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ“۔ ”سود خور کا سب سے ادنیٰ اور کم تر گناہ اتنا ہے جتنا کہ ایک آدمی اپنی ہی ماں سے نکاح (زنا) کرے“^(۲)۔

سود خوری کے عظیم گناہ ہی کہ وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے بچنے اور احتیاط

(۱) ابن ماجہ، رقم: (۲۲۷۵)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے صحیح ابن ماجہ: (۱۸۵)۔

(۲) مستدرک حاکم: (۳۳۲۲)۔

کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ ”اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا کر سود نہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ، اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے“۔ [آل عمران: ۱۳۰-۱۳۱]

لیکن جو لوگ سود کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے، اس کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے بلکہ سودی کاروبار اور لین دین میں مشغول رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید سنائی ہے: ﴿وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ”اور جو (سود کی حرمت سے آگاہی کے باوجود) اسے لے گا تو وہی لوگ جہنمی ہوں گے۔ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے“۔ [البقرہ: ۲۷۵]

۶۔ منشیات کا استعمال اور شراب نوشی:

مسلم سوسائٹی میں فقدانِ غیرت کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ منشیات کا استعمال اور شراب نوشی کرنے والوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، جب کہ منشیات کا استعمال یا شراب نوشی کرنے والے لوگ اس قدر بے غیرت ہوتے ہیں کہ بدہوشی میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے۔ بیٹی، بہن اور ماں جیسے مبارک رشتے بھی ان کی نگاہ میں کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لیے شرابی اور منشیات کا عادی شخص بے حیائی کی ایسی ایسی قبیح اور شرمناک حرکتیں کر بیٹھتا ہے جن کا ارتکاب ذلیل انسان بھی کرنے سے گریز کرتا ہے۔ ایسی صورت حال میں وہ شرابی اور منشیات کا عادی شخص دوسری مسلم خواتین کی عفت و عصمت پر کیا غیرت کھائے گا جب کہ اس کے ہاتھوں خود اس کی محرم عورتیں ہی محفوظ نہیں ہیں؟؟

آپ نے شراب خوروں اور منشیات کے عادی لوگوں کے متعلق بے غیرتی پر مبنی بہت سارے واقعات سنے ہوں گے۔ حال ہی میں اخبار ”اردو نیوز جدہ“ ۲۶/اپریل ۲۰۲۰ء نے

اپنے فیچر (FEATURES) کے کالم میں منشیات کے عادی ایک شخص کے متعلق ایسی رپورٹ شائع کی ہے جس کو پڑھ کر مسلم معاشرہ کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ بلکہ ایسے بے غیرت اور درندہ صفت لوگوں کے نام سے بھی بدبو آنے لگتی ہے۔ پوری کہانی نہ پڑھ کر صرف عنوان ”مکروہ مقاصد کے لیے بیٹیوں کی زندگی اجیرن کرنے والا درندہ“ کے تحت اخبار کا تبصرہ ہی پڑھ لیں جس سے حقیقت واقعہ سمجھ سکتے ہیں۔ اخبار تبصرہ میں لکھتا ہے:

”انسان کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں کبھی کبھار ایسے واقعات کا بھی سامنا ہوتا ہے جن پر حقیقت ہوتے ہوئے بھی یقین نہیں آتا۔ یہ واقعات نہ صرف ناقابل یقین ہوتے ہیں بلکہ انسانیت سے بھی ان کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ انسان جب انسانیت سے کوسوں دور ہو جائے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ایسے ہی ناقابل یقین واقعات جدہ شہر میں ایک خاندان کے ساتھ پیش آئے جنہیں صرف سوچنے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انسان جب احسن تقویم سے گر کر اسفل سافلین بن جائے تو اس سے کوئی بھی توقع کی جاسکتی ہے۔ مقامی اخبار ”المدینہ“ میں مسلسل پانچ روز تک ایک کہانی چھپتی رہی جسے ارجح الحیدری نے تیار کیا ہے۔ ہم اس کہانی کا ترجمہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس گھر میں ایسے واقعات رونما ہوئے جنہیں سن کر گھن آتی ہے۔ یہاں ایک بھیڑ یا نما انسان رہا کرتا تھا جس کا انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ افسوس کہ وہ پھول سے بچوں کا باپ ہے۔ اس شخص کو منشیات نے اخلاقی پستی کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ اس نے نہ صرف اپنے آپ کو شیطان کے حوالہ کر دیا اور گناہوں کی آخری حدوں کو پار کر گیا بلکہ اس شخص نے ایسے اعمال کا ارتکاب کیا جسے انسانیت کا ضمیر ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔ اپنی دو جواں سال بچیوں کے ساتھ بدکاری کی کوشش اور انہیں بدکاری پر اکسانا، یہ ایسا جرم ہے جو انسان کو جانوروں بلکہ ان سے پرلے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ اس نے نہ بچی کے آنسوؤں کو دیکھا نہ ہی بچی کی ماں کی

الٹھاؤں پر غور کیا۔ بیچاری ماں دونوں بچیوں کو درندہ صفت باپ سے بچانے کے لیے ساری ساری رات جاگ کر ان کی حفاظت کرتی اور ہر روز اس پر عتاب ٹوٹتا۔ درندہ صفت باپ کی سولہ سالہ بچی الماس نے اپنی ناقابل یقین کہانی ہمیں سنانے کی کوشش کی مگر آنسوؤں کی لڑی کو کون روکتا؟

قارئین! آپ نے منشیات کے عادی مذکور شخص کے قبیح اور شرمناک واقعہ کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ اب ذرا بتائیں کہ شرابی اور گانجا، چرس، بھاگ، امیون اور حشیش جیسی مہلک اور نشہ آور اشیاء کے عادی لوگ معاشرے کی مسلم خواتین کی عفت و عصمت کی کیوں کر حفاظت کر سکتے ہیں؟.....

ابھی چند ہی دنوں کی بات ہے کہ آندھرا پردیش میں منشیات کے عادی ایک شخص نے صرف شراب خریدنے کے لیے اپنے لاڈلے بچہ کو فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس نے اس کی یہ حیا سوز کوشش ناکام بنادیا^(۱)۔ درحقیقت منشیات کے استعمال سے جسمانی، تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی بحران یقینی ہے، اس لیے دنیا کے تمام ممالک میں منشیات کی اسمگلنگ کرنے والے کے لیے سخت سے سخت سزائیں مقرر ہیں بلکہ سعودی عرب میں اس کی سزا قتل ہے۔ شریعت اسلامیہ نے منشیات کے تباہ کن اثرات ہی کے پیش نظر اس کا استعمال، تجارت یا اس میں کسی بھی طرح کا تعاون حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهَا﴾ ”لوگ آپ سے شراب اور جو کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں۔ اور ان کے گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑے ہیں“۔ [البقرہ: ۲۱۹]۔

شراب کی حرمت کے بارے میں مذکورہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی، اس کے بعد سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ ”اے ایمان والو! تم جب نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔“ [النساء: ۴۳] اور سب سے آخر میں سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا، اور بت اور قال نکالنے کے پانے کے تیر، یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو جاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آس پاس میں عداوت اور بغض واقع کر دے، اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سواب بھی کیا تم باز آ جاؤ گے؟“۔ [المائدہ: ۹۰-۹۱]

نیز احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اور منشیات کا استعمال اور ان کی تجارت، حتیٰ کہ ان کو بطور دوا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔
غرض معاشرے میں اگر خیر کے عناصر دیکھنا ہے تو دیگر اسبابِ فقدانِ غیرت کے ساتھ ساتھ شراب نوشی اور منشیات کے استعمال پر بھی پابندی لگانی ہوگی تاکہ مسلم معاشرہ خوش اخلاق اور پاکیزہ بن سکے۔

۷۔ اندھی تقلید:

فقدانِ غیرت کا ایک اہم سبب غیر مسلم اقوام کی اندھی تقلید (Blind Following) ہے جس کے نتیجے میں شرعی تعلیمات کی جگہ غیر اسلامی اور خرافاتی تعلیمات مسلم سوسائٹی میں رائج ہو گئی ہیں، اور مسلم معاشرہ کا ہر فرد وہی کچھ کرنے کی تگ و دو میں دن رات سرگرداں ہے

جو غیر مسلم اقوام کے اعمال و افعال سے موافق اور اسلامی شریعت کے اصول و ضوابط سے متصادم ہو..... انفرادی و اجتماعی، گھریلو و معاشرتی، تربیتی و تجارتی، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں حتیٰ کہ چلنے پھرنے، رہنے، کھانے پینے، پہننے اور سونے جاگنے میں بھی ہمارا اسوہ وہی لوگ ہیں جنہیں شرک و کفر کی ڈگر پر چلنے کی وجہ سے قرآن کریم نے بہرہ، گونگا، اندھا بلکہ نجس اور ناپاک تک کہا ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کی اسی ناگفتہ بہ حالت کا مشاہدہ کر کے کہا تھا:

تقلید پہ یورپ کے رضا مند ہوا تو ہم کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں
ذرا غور کریں کہ جب اس قسم کے لوگوں کے خرافاتی عقائد و افکار اور اعمال و افعال مسلم
معاشرہ میں اہمیت اختیار کر جائیں اور مسلم معاشرے کے افراد انہیں اپنی زندگی کے ہر شعبہ
میں نافذ کر لیں تو بھلا اسلامی غیرت و حمیت کے عناصر کیوں کمر سرد نہیں پڑیں گے؟
نبی کریم ﷺ نے تو ایک مسلمان عورت کو مسلمان مرد کی مشابہت اختیار کرنے اور
ایک مسلمان مرد کو کسی مسلمان عورت کی مشابہت اختیار کرنے پر بھی لعنت بھیجی ہے؛ چہ جائیکہ
کوئی مسلم معاشرہ کسی غیر مسلم سوسائٹی کے نظریات و افکار اور افعال و اعمال کو اپنی عملی زندگی
میں جگہ دے۔ اب اگر کوئی مسلمان غیر مسلم اقوام کی مشابہت اختیار کرتا ہے یا ان کی اندھی
تقلید کرتا ہے تو پھر اسے انہی لوگوں کے ساتھ اپنا حشر کیے جانے کے لیے تیار رہنا چاہئے
جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“ (۱)۔ ”جس نے
کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی میں سے ہے“۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلم معاشرہ کے افراد خالص اسلامی اور خوشگوار معاشرہ کی تشکیل
کے خواہشمند ہیں تو پھر دیگر اقوام کی اندھی تقلید سے بالاتر ہو کر خالص اسلامی طریقے کو زندگی

(۱) ابوداؤد: کتاب اللباس، باب فی لبس النضرۃ، وأحمد: (۲/۵۰۹)، ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

کے ہر شعبہ میں نافذ کرنا ہوگا۔ ورنہ یہ اندھی تقلید ایسی خطرناک و باہے جس نے ہر دور میں تباہی مچائی ہے بلکہ اسلام کی آمد سے پہلے دنیا میں ظلم و بربریت کی گرم بازاری، عفت و عصمت اور عزت و آبرو کی ارزانی اور طرح طرح کی برائیوں و بے حیائیوں کے وجود کا سبب بھی یہ اندھی تقلید ہی تھی جس کی وجہ سے ان کی زندگی جہنم زار بن چکی تھی۔

اب سوچے وہ جسے دیدہٴ عبرت نگاہ ہو

۸۔ فکری جنگ کی کامیابی اور ہماری غفلت:

فقدانِ غیرت کا ایک بنیادی سبب دشمنانِ اسلام کی فکری جنگ کے مقابلہ میں مسلمانوں کا بے حس و حرکت ہو جانا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان دشمن یہودی دنیا کے چپے چپے میں فحاشیت و عریانیت پھیلا کر جدید نسلوں کو اخلاقی بحران میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں، اور سیکس کی راہ میں انقلاب برپا کر کے نئی نسلوں کو سیکولر آئزیشن کے خطرناک اور غیر اخلاقی اصولوں کا پابند بنادینا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ میڈیا پر قبضہ جمانے کے بعد اخلاق سے گہرے ہوئے ایسے ایسے عریاں اور فحش پروگراموں کو پیش کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر ایک غیرت مند کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ دراصل یہ ایک ایسا مضبوط اور فکری حملہ ہے جس کی زد میں قوی الایمان شخص بھی بآسانی آسکتا ہے، اور اسی لیے یہ انسان دشمن لوگ جنسی لذت پرست سوسائٹی (Eroticized Society) کا قیام عمل میں لا کر پوری انسانیت کا خون کرنے میں رات دن ایک کیے ہوئے ہیں^(۱)۔

(۱) اخبار اردو نیوز لکھتا ہے: ”یہ سیٹلائٹ اور انٹرنیٹ کا دور ہے جو ہر گھر میں کسی روک ٹوک کے بغیر گھس جاتا ہے اور ہمارے ذہنوں کے سانچوں کو مغربی افکار کے مطابق ڈھال رہا ہے۔ ان جدید وسائل اطلاعات پر امریکی اور یہودی قابض ہیں۔ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ وسائل اطلاعات پیش قدمی کرتے ہیں اور رائے عامہ ان کے پیچھے چلتی ہے۔ دماغوں کو تیار کرنے والے اور ذہنوں کو ڈھالنے والے یہ جدید آلات اپنی متحدہ طاقت کے ساتھ ایک ہی طرز خیال کو انسانی ذہن کے ریشہ ریشہ میں پیوست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس سے =

چوں کہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کا بغض و حسد روزِ اوّل ہی سے عیاں ہے۔ اس لیے خاص کر جزیرہ عرب سے ذلت کے ساتھ نکالے جانے کے بعد انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذِ آرائی شروع کر دی ہے، اور آج جب کہ اسلام دشمن دیگر طاقتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں، انہیں ایک سنہری موقع ہاتھ لگ گیا ہے؛ چنانچہ جہاں ایک طرف فلسطینی مسلمانوں کو میزائلوں اور ٹینکوں سے روندنا جا رہا ہے تو دوسری طرف فکری جنگ کے ذریعہ امتِ اسلامیہ کو اخلاقی جذام میں مبتلا کر دینے کی زبردست سازشیں ہو رہی ہیں، تاکہ اسلامی ممالک کے اخلاق کو مشتبہ اور غیر انسانی بنا کر ان کی عفت شعار خواتین کی عزت و آبرو سے کھلواڑ کیا جائے، اور یہ مسلمان جنہیں عفت و عصمت کی پامالی پر شدید غیرت آتی ہے، ان کی غیرت و حمیت کو بالکل منجمد کر دیا جائے۔

اس فکری جنگ میں وہ کہاں تک کامیاب ہیں، اس کا اندازہ مسلم سوسائٹی میں فکری

== مختلف معاشروں کا ان سے متاثر نہ ہونا غیر ممکن ہے۔ ان وسائلِ اطلاعات کی خطرناکی دیکھتے ہوئے فرانسیسی وزیرِ انصاف کو کہنا پڑا کہ انٹرنیٹ کی موجودہ صورت حال سے امریکی استعمار کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ہم نے فوری تدابیر اختیار نہ کیں تو ہماری تہذیب خطرے میں پڑ جائے گی۔ ہمیں فرانسیسی زبان اور تہذیب کو امریکی ثقافتی یلغار سے بچانا ہوگا۔ یونیکسو کی ایک میٹنگ میں فرانسیسی وزیرِ ثقافت نے کہا: ”جس ملک نے دنیا کو آزادی کا درس دیا ہے وہ ملک آج اپنی تہذیب دنیا پر مسلط کرنے پر تلا ہوا ہے۔ وہ زمینوں پر نہیں بلکہ دماغوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ امریکی ثقافتی یلغار سے بچنے کے لیے فرانس کی حکومت نے فرانسیسی ٹی وی چینلوں پر پابندی لگائی ہے کہ وہ زیادہ تر فرانسیسی زبان میں نشر کرے۔ عربوں کی نئی نسل کو امریکانائز کرنے کے لیے عرب علاقے میں وائس آف امریکہ ریڈیو کو وسیع پیمانے پر عربی زبان میں نشر کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ یہ ریڈیو خبروں کے علاوہ عرب کلاسیکل اور پاپ گانے اور مختلف پروگرام نشر کرے گا اور جس کے ذریعہ نوجوان نسلوں کے ذہنوں کو مغربی اقدار کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ اس کام کے لیے امریکی کانگریس نے ۳۵ بلین ڈالر بجٹ کی منظوری دے دی ہے۔“ [اردو نیوز، جدہ، ۲۹ مئی ۲۰۰۲ء]۔

واخلاقی بحران سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ میں فلسطین کی حالیہ جنگ میں قطر کا ٹی وی چینل ”الجزیرہ“ دیکھ رہا تھا جس میں زمین کے عرض و طول میں پھیلے ہوئے مسلمانوں پر دشمنان اسلام کے ظلم و بربریت کے متعلق خبریں شائع ہوتی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ یہ چینل عربوں کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، اسی اثنا میں ایک گیارہ سالہ سعودی بچہ ریموٹ اٹھایا اور لبنان کا چینل کھول دیا جس میں نیم عریاں لڑکیوں کے ذریعہ فحاشیت و عریانیت پر مبنی پروگراموں کو پیش کیا جاتا ہے۔

ذرا غور کریں کہ یہ دشمنان اسلام بلکہ دشمنان انسانیت صالح اور نیک معاشرے کی تخریب کاری کے لیے کس قدر شیطانی فکر کا حربہ استعمال کر رہے ہیں کہ معاشرے کی نوخیز نسلیں بھی ان کی فکری جنگ میں اخلاقی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایسی بہت ساری باتیں ہیں جنہیں یہاں طوالت کے خوف سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اسلامی سوسائٹی کی غیرت مند شخصیتیں ان فکری حربوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔

ایسی صورت حال میں ضرورت ہے کہ مسلم معاشرہ کے افراد دشمنان اسلام کی فکری جنگ کا مقابلہ جم کر کریں۔ اس کے لیے سب سے بنیادی ہتھیار یہ ہے کہ مسلم معاشرہ کو خالص اسلامی معاشرہ بنایا جائے۔ قرآن و احادیث کی تعلیم و تربیت سے نئی نسلوں کو آراستہ کیا جائے اور فکری جنگ کے جملہ حربوں کے بائیکاٹ کے لیے کوئی مثبت لائحہ عمل تیار کیا جائے اور دشمنان اسلام کے ان حربوں کو اپنے معاشرے میں بالکل ہی جگہ نہ دی جائے تاکہ ان کا بکروفریب خائب و خاسر اور ان کی فکری جنگ کے تمام حربے ناکام و نامراد ثابت ہوں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ مسلم سوسائٹی کے غیرت مند افراد قرآن و سنت کا مشعل لے کر آگے بڑھیں گے اور فکری جنگ کے افکار و نظریات کو سمجھ کر انہیں پسپا کرنے کی خود کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [سورة الرعد: ۱۱]

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۹۔ تصور جہاد سے خوف:

فقدان غیرت و حمیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ مسلم سوسائٹی میں جہاد اسلامی کا تصور ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں باطل طاقتیں سر اٹھا رہی ہیں اور مجاہدین کی لاشوں کو مسلم سوسائٹی میں بطور عبرت پھینک رہی ہیں کہ خبردار! جو تم مسلمانوں نے جہاد کے نام پر دہشت گردی شروع کی تو پھر وہی انجام تمہارا بھی ہوگا جو تم دیکھ رہے ہو۔

اس طرح جہاد اسلامی کا نام دہشت گردی سے بدل کر دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اسلامی مدارس و جامعات جو سیکڑوں سال سے تعلیم و تربیت میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں، اب ان دینی مراکز کو دہشت گردی کے اڈوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسانی رہنمائی کے لیے نازل شدہ آسمانی کتاب قرآن کریم کے اندر سے سورۃ الأنفال خارج کرنے کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو جہاد سے دور کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں سیٹلائٹ انقلاب کی مردوجہ علامت ”ڈش انٹینا“ کے ذریعہ موسیقی، ناچ، گانا، فحش ڈرامہ، عریانیت و فحاشیت اور لادینیت کا سیلاب گھر گھر پہنچا کر مسلم جوانوں کا رنج شمشیر و سنان سے طاووس و رباب کی طرف پھیرنے کی زبردست سازشیں جاری ہیں؛ چنانچہ جن ہاتھوں کو دشمنان اسلام کو جہہ تیغ کرنے کی خاطر کلاشن کا ٹرانسنگر آن کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہئے، ان ہاتھوں کی ساری قوتیں ٹی وی اور وی سی آر کا مٹن آن کرنے میں خرچ ہو رہی ہیں اور جن ہاتھوں میں تلوار اور تیر و قنگ ہونے چاہئیں ان ہاتھوں کی ساری توانائیاں میدان کرکٹ میں بلے بازی اور بولنگ

کی حد تک محدود کرنے کے لیے نئی نئی چالیں معرض وجود میں آ رہی ہیں۔

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ میر کاٹل نہ بن جائے

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دشمنان اسلام کو صوم و صلاۃ سے کوئی خطرہ نہیں، بلکہ اگر خطرہ ہے تو جہاد اسلامی کا پرچم لے کر نکلنے والے حق کے شیدائی ان مجاہدین سے ہے، جن کی تلواروں کی جھنکار نے ان کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ اندرونی یا بیرونی اسلام دشمن طاقتیں جو اسلامی ریاست کے اندر دہشت گردی، خون ریزی اور تشدد کے ذریعہ امن و امان کو برباد کرنے یا اسلامی حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازشیں کر رہی ہیں، ان کے دل گردے میں مجاہدین کے ذریعہ انجام پذیر قرآنی حکم سے زلزلہ آیا ہوا ہے اور ان کی ہمت و جرأت جواب دیتی نظر آ رہی ہے۔ کیوں کہ قرآن انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی دھمکی دے رہا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں، ان کا بدلہ یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ رسوائی ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں انہیں عذاب عظیم دیا جائے گا۔“ [المائدہ: ۳۳]

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج ساری دنیا میں مسلمانوں کی اس قدر زیادہ آبادی کے باوجود اسلامی روح یعنی جہاد اسلامی سے عدم توجہی کی بنا پر اسلام دشمن طاقتیں زمین کے عرض و طول میں پھیلے مسلمانوں پر ظلم و استبداد کے نیچے گاڑ رہی ہیں۔ شاید اس قدر ذلت و رسوائی کا دن اس سے پہلے مسلمانوں نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ ابھی حال ہی میں فلسطینی

رہنما یا سرعرات اسرائیلی بھیڑیوں کے خوف سے اندر چھپے موم بتی کی مدد سے کچھ لکھنے پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، جب کہ دشمنوں نے پانی بجلی ٹیلیفون اور دیگر سہولیات کو باہر سے اندر جانے پر پابندی لگادی تھی اور ان کے ہیڈ کوارٹر کو مسمار کر دیا تھا۔ یہ شرمناک خبر تقریباً دنیا کے تمام معروف اخبارات میں شائع ہوئی اور ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔

پوری دنیا میں مظلوم مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور انہیں دی جانے والی طرح طرح کی اذیتوں سے قطع نظر صرف مذکورہ فلسطینی رہنما کے ساتھ دشمنان اسلام کا یہ ظالمانہ رویہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کے لیے ایک چیلنج ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ سرور کائنات ﷺ کے فرمان: ”حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ“ (۱) (دنیا سے محبت اور موت (جہاد) سے فرار) کا جو اپنے کندھوں سے اتار کر مسلمانان عالم یک زبان ہو کر دشمنان اسلام اور باطل طاقتوں سے برسرِ پیکار مجاہدین اسلام کی حمایت کی خاطر اور ان کی مظلوم خواتین کی عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے اعلانِ جہاد کر دیں؟ کیا تاریخ کا ایمانی غیرت و حمیت سے پر وہ واقعہ آج کے مسلم حکمرانوں کو یاد نہیں جو صرف ایک مظلوم مسلمان عورت کی پکار پر رونما ہوا تھا؟ ذرا وہ واقعہ پڑھ کر اپنی ایمانی غیرت کا جائزہ لیں:

”۸۳۷ء میں قیصر روم توفیل (۸۲۹ء تا ۸۴۲ء) نے عراق کے ایک شہر زبطرہ پر حملہ کیا، قلعوں کو خوب لوٹا، قیدی مردوں کی آنکھوں میں گرم سلاخی پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ قیدی عورتوں میں سے ایک عورت نے ”وامعتصما!“ (اے معصم! میری مدد کر) کی فریاد کی۔ معصم باللہ (۸۳۳ء تا ۸۴۱ء) کو جب قیصر روم کے ان وحشیانہ مظالم اور عورت کی فریاد کی خبر پہنچی تو اس وقت وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا، وہیں سے بیٹھے بیٹھے بولا: ”لبیک لبیک“ (یعنی میں پہنچا میں پہنچا) تخت سے اُترا اور اعلانِ جہاد کروادیا۔ خود بغداد کے قاضی

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے، دیکھئے (ص ۷۸)۔

عبدالرحمن بن اسحاق کے روبرو جا کر وصیت کی کہ میری وراثت کا ایک تہائی اولاد کو، ایک تہائی اقرباء کو اور ایک تہائی فی سبیل اللہ دے دیا جائے اور خود لشکر لے کر رومیوں کے سب سے بڑے مستحکم قلعہ ”عموریہ“ پر ٹوٹ پڑا اور عموریہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی“ (۱)۔

ہم نے بطور نمونہ یہ ایک واقعہ یہاں بیان کیا ہے جب کہ اسلامی تاریخ ایسے بہت سارے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا جہاد کو بنائے رکھا، پوری دنیا میں مسلمانوں کی عزت و شان اور عفت و عصمت محفوظ رہی اور جس کسی نے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو لگا کر ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ پھر اسی اسلامی جہاد کی برکت کا ثمرہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات ۶۳۲ء سے لے کر ۸۷۰ء تک صرف دو سو سال کی قلیل سی مدت میں بحیرہ اسود سے لے کر ملتان تک اور سرحد سے لے کر فرانس تک تقریباً نوے لاکھ مربع میل کے وسیع رقبہ پر اسلامی سلطنت کا پھریرا لہرانے لگا اور مسلمان دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی عظیم الشان سیاسی، تہذیبی اور تمدنی طاقت بن کر نمودار ہوئے، اور مسلم مجاہدین نے جس سرزمین میں بھی قدم رکھا کامیابی و کامرانی قدم بوس ہوئی اور پے درپے حکومتیں دشمنوں کے ہاتھوں سے نکل کر مجاہدین کے تلووں میں آگئیں۔ جذبہ جہاد سے برہنہ اور سلسلہ وار فتوحات کا یہی وہ سنہرا دور تھا جس کے بارے میں شاعر مشرق اقبالؒ نے ”ترانہ ملی“ کے یہ اشعار لکھے:

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جوان ہوئے ہیں

خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی ازاں ہماری

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

غرض اگر مسلم معاشرہ کے افراد کی خواہش ہے کہ وہ عزت و شان کی زندگی گزاریں، اسلامی معاشرہ میں امن و امان رہے اور مسلم خواتین کو برہنہ عفت و عصمت سے لیس رہیں تو پھر باطل طاقتوں کی سرکوبی کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ہوگا۔ قرآن کے مطابق کفار و مشرکین کے خلاف جہاد کے لیے جدید ترین اسلحے اور سامان جنگ اور تربیت یافتہ مستقل فوج تیار کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ، اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ ”کافروں کے مقابلے کے لیے ہر ممکن طاقت اور فوجی گھوڑوں کو تیار کرو جن کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کرو گے اور دوسرے دشمنوں کو بھی جو ان کے علاوہ ہیں، جنہیں تم نہیں جانتے ہو، انہیں اللہ جانتا ہے، اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا کا پورا واپس دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں ہوگا“۔ [الأنفال: ۶۰]

یہ واضح رہے کہ جہاد اسلامی کے پرچم بلند کرنے سے قبل مسلمانوں کے لیے چند بنیادی اصول و ضوابط بتائے گئے ہیں جو قرآن و احادیث میں موجود ہیں۔ جہاد اسلامی کے موضوع سے متعلق تقریباً سارے محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب ہی باندھا ہے جن کا مطالعہ کر کے ان احادیث کے اندر موجود تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے، تب ہی جہاد اسلامی کے اصل مقصد تک رسائی ہو سکتی ہے اور صحیح ڈھنگ سے جہاد کے مختلف اقسام میں طاقت کے مطابق حصہ لیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سارے علماء نے جہاد سے متعلق کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جنہیں ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان اصول و مبادی اور تعلیمات میں سے چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مجاہد خود صحیح عقیدہ رکھتا ہو، شرک و بدعات میں مبتلا شخص جہاد کی روحانیت کو نہیں

سمجھ سکتا اور نہ ہی وہ جہاد کر سکتا ہے۔

ب۔ جہاد کا مقصد صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہو، نہ کہ قوم و وطن اور زبان کا تعصب یا دیگر سیاسی اغراض و مقاصد۔

ج۔ جہاد کی شرائط میں سے ایک اہم شرط امارت ہے، کسی شرعی سیاسی حکمران اعلیٰ کی ماتحتی میں ہی جہاد کیا جاسکتا ہے، نہ کہ چند سر پھرے ایک ایک ٹولا بنا کر نکل پڑیں۔

د۔ جہاد کے درمیان بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور لڑائی سے کنارہ کش عام بے گناہ لوگوں کے قتل سے پرہیز کیا جائے اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

ھ۔ لڑائی شروع کرنے سے پہلے دشمن کو مذاکرات کی دعوت دی جائے، جس میں اسلام قبول کرنے، یا جزیہ ادا کرنے یا مسلمانوں کو پہنچائے ہوئے نقصان کا تاوان ادا کرنے وغیرہ کا ایجنڈہ رکھا جائے، لڑائی آخری چارہ کار ہے۔

یوں تعلیمات اسلامی کے مطابق علم جہاد بلند کیا جائے گا تو ضرور مجاہدین سرخرو و سرفراز ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے حیرت کو

اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

[ظفر علی خان]

۱۰۔ عورت پر مرد کی حاکمیت کا غلط استعمال:

اسلامی معاشرے میں فقدانِ غیرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب مردوں نے عورتوں پر اللہ کی عطا کردہ قوامیت کا کما حقہ یا تو مفہوم نہیں سمجھا اور اگر سمجھا تو عورتوں کی نگرانی میں سستی برتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد نے عورت کو ایک قدم آگے بڑھایا لیکن عورت از خود مرد کی بے غیرتی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چار قدم آگے بڑھ گئی۔ خانگی زندگی سے مرد نے عورت

کونیکٹری یا کمپنی میں ملازمت کے لالچ سے نکالا لیکن غیرت و حمیت سے عاری لوگوں نے اسے کال گرل کی حیثیت دے دی؛ چنانچہ بازار کی چھوٹی بڑی دکانوں سے لے کر فلمی انڈسٹریز تک ان عورتوں کا استحصال ہوتا رہا؛ بلکہ مادہ پرست لوگوں نے تو عورتوں کے مقابلہ میں اپنی قومیت و حاکمیت کی عزت نہ کرتے ہوئے فحشہ خانوں اور طوائف خانوں تک صنف نازک کی راہیں ہموار کر دیں۔ عورتوں کے متعلق مردوں کی اسی بے غیرتی سے طیش میں آ کر فرانسو بارتو بیہ نامی ایک نوجوان فرانسیسی دوشیزہ اہل قلم نے کچھ دنوں قبل ایک کتاب سپرد قلم کی ہے جس نے موجودہ معاشروں میں پھیل چادی ہے۔ سماجیات کی ماہر اس بے باک مصنفہ نے اپنی کتاب ”مردوں کے نام چند نئے خطوط“ میں اپنا یا اپنی ہم جنس لڑکیوں کا ہی دلیرانہ دفاع نہیں کیا ہے، بلکہ جملہ حقائق کو بلا کم و کاست صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اس کی تحریر کا خلاصہ درج ذیل ہے:

”مردوں کی موجودہ فکر یہ ہے کہ جب کوئی کام بگڑ جاتا ہے تو اس کی ساری ذمہ داری اور نتائج کی خرابی عورت کے سر ڈال دیتے ہیں۔ جب کہ مرد موجودہ کل سماجی امور کا تنہا ذمہ دار ہے۔ ہر قسم کی پیچیدگی، بگاڑ، اخلاقی و جنسی انارکی اور اضطراب کا جوابدہ مرد اور صرف مرد ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج پوشاک کی دکانوں یا مختلف آرٹ گیلریوں میں جن لڑکیوں کا استحصال کیا جا رہا ہے اور جن لڑکیوں کو سیلز گرل کے طور پر مختلف اسٹالوں میں جھونک کر ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان کی اس حرکت میں مردان کے برابر کے شریک ہیں، عورتیں تنہا اس کی جوابدہ نہیں ہو سکتیں، کیوں کہ اپنی ذاتی اور خانگی ضرورتوں کے پیش نظر وہ مجبور ہیں یا پھر انہیں مہرہ بنا کر گمراہ کیا جا رہا ہے۔“

”سوچنا چاہئے کہ کسی عورت کی غیرت کو لٹکانے اور اسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے اس سے زیادہ بری چیز کیا ہوگی کہ اسے بازار کا مال اور شوکیس کی چیزیں بنا کر پیش کیا جائے۔“

اس کے جسم، اس کی روح، اس کے پورے وجود اور اس کی نسوانیت کو تجارت کے فروغ اور بازار کو چکانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ کیا یہ غلامی کی منظم شکل اور قبحہ گری کی نئی صورت نہیں ہے؟..... اس میں شک نہیں کہ ہر عورت یکساں طور پر ان دونوں رنگوں سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتی ہے کہ اس کی جنس کو پیشہ بنانے نے ابدی اور لازوال محبت سے اس کو جتنا محروم کیا، کسی اور چیز نے نہیں کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص اس زمانے کی اس دکھتی رگ کو پکڑنے اور موجودہ مسائل کو سمجھنے کے لیے یہ کہے کہ عورتوں کے بارے میں چھان بین کر لی جائے، تو میں کہوں گی کہ اس المناک داستان کی تہہ تک فوری رسائی کے لیے تم پہلے مردوں کے بارے میں چھان بین کر لو،^(۱)

اس دو شیزہ اہل قلم کی بات میں کس قدر سچائی ہے اور مردوں میں کس قدر عورتوں کی جانب سے سستی اور بے غیرتی ہے اس کا فیصلہ آپ خود کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی و مفہوم اور تفسیر کا مطالعہ کر کے عورتوں پر مردوں کی حاکمیت و قوامیت کی اہمیت سمجھیں تاکہ معاشرہ غیرت مند افراد سے پر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْرَبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس برتری کی بدولت جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر دے رکھی ہے اور اس لیے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ پس نیک عورتیں اللہ سے ڈرنے والی، شوہر کے پیٹھ پیچھے (اس کی عزت و مال کی) اللہ کی حفاظت کی بدولت حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں، اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں

ڈر ہو، انہیں وعظ و نصیحت کرو اور بستر میں ان سے علیحدگی اختیار کر لو، اور انہیں مارو۔ پھر اگر تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے سلسلہ میں کوئی کارروائی نہ کرو۔ بے شک اللہ بڑی بلندی اور کبریائی والا ہے۔“ [النساء: ۳۴]

۱۱۔ ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کی سزا میں تفریق:

حق و ناحق میں تمیز کیے بغیر مجرم کی دنیاوی حیثیت کے مطابق عوام الناس کا ایکشن لینا بھی فقدانِ غیرت کا ایک اہم سبب ہے۔ ایک صاحبِ جاہ و منصب یا مالدار شخص زنا یا دیگر فواحش و منکرات میں گرفتار ہوتا ہے تو لوگ اس کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار، اس کی صفائی میں ناحق اور ناجائز ثبوتوں کی بھرمار لگا دیتے ہیں۔ جب کہ اسی جرم میں کوئی معمولی منصب والا یا کوئی غریب زادہ پھنستا ہے تو لگتا ہے کہ پورا معاشرہ غیرت کی آگ میں جھلس گیا۔ جس کی زبان اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتی وہ بھی اس مجرم کے خلاف شعلے نکالتے دکھائی دیتا ہے اور مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے خوب زور شور کرتا ہے۔..... آخر ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کی سزا میں یہ تفریق کیوں؟ کیا مجرم کی سزا کی نوعیت اسلام میں الگ الگ بتائی گئی ہے!!

اگر سچ پوچھئے تو ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کی سزا میں تفریق کرنے والی ذہنیت نے اسلامی سوسائٹی سے غیرت و حمیت کا جنازہ نکالنے میں بہت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔ کیوں کہ ایک غریب مجرم بھی کبھی جاہ و منصب کا مالک بن سکتا ہے اور اس کی زندگی میں بھی کبھی مادی انقلابات کے اثرات نمایاں ہو سکتے ہیں، اور جب صورتِ حال ایسی ہی ہو جائے تو آدمی کی حیثیت کے مطابق حق و ناحق کا فیصلہ کرنا جو ہمارے معاشرے کے افراد کی عادت بن چکی ہے، کس قدر نقصان دہ ثابت ہوگا اس کا اندازہ کریں۔ پھر ایسے مجرموں کے خلاف کیوں کر آواز بلند کی جاسکتی ہے، جب کہ یہ مجرمین بھی غربت کی سرحد سے نکل کر جاہ و منصب اور دولت

کے ٹھیکیدار بن چکے ہیں؟!

جرم کا ارتکاب کرنے والا خواہ بڑا آدمی ہو یا چھوٹا، بہر حال وہ دونوں ہی مجرم ہیں اور دونوں ہی اسلامی سزا کے مستحق ہیں۔ ناحق ثبوتوں سے گناہ کی سزائیں تخفیف کرانا ایک مسلمان کا کام نہیں، اور اگر کوئی مسلمان مجرم کے حق میں اس کے جاہ و منصب اور مال و دولت کا خیال کر کے ناحق گواہی دیتا ہے یا سفارش کرتا ہے تو ایسا شخص اسلام کی حدود سے کھلواڑ کر کے اسلامی معاشرے کو تباہ کر رہا ہے، اور اسلامی غیرت و حمیت سے عاری یہ شخص مستقبل میں اسلامی معاشرے کی نسلوں میں بے حیائی اور اخلاقی انارکی پھیلانے کا سامان کر رہا ہے۔ ناحق سفارش و گواہی کے اسلامی معاشرے میں جو برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور جس طرح حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرنے کی نئی نئی چالیں وجود میں آرہی ہیں، ان ہی ساری برائیوں کے تدارک کے لیے اسلام نے حدودِ الہی میں سفارش کو قبول نہیں کیا ہے۔ کیا آپ کو فتح مکہ کے موقع کا وہ واقعہ یاد نہیں کہ قبیلہ مخزوم کی ایک قریشی خاتون چوری کے جرم میں گرفتار ہو گئی تھی جو مالدار اور بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی بچاؤ کے لئے لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کے سب سے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سفارشی بنا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب اسامہ بن زید نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سفارشی بن کر حاضری دی تو آپ ﷺ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: ”اتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟“ ”کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟“ اس کے بعد نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

”أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَإِنِّي وَاللَّهِ نَفْسِي بَيْنَهُ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.“ ”اُبابعد! تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت

و تباہی کا سبب یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی مالدار شخص چوری کا ارتکاب کرتا تو اس کو سزا نہیں دیتے، لیکن اسی چوری کے مقدمہ میں کوئی غریب آدمی گرفتار ہوتا تو وہ لوگ اس پر بطور سزا حد جاری کرتے اور (کان کھول کر سن لو) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد (جو میری پیاری صاحبزادی ہے) چوری کرے گی تو میں بطور سزا اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اس چوری کرنے والی مخزومیہ قریشی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا (۱)۔

عفت و عصمت کی تباہی سے چشم پوشی اور حدود اللہ میں ناحق تصرف ہی کا نتیجہ تھا کہ بنو اسرائیل میں زنا جیسے فحش فعل کے مرتکبین کے لیے آسانی سزا کے بجائے خود ساختہ قانون کے مطابق سزا دی جانے لگی جس کی وجہ سے ان یہودیوں کا معاشرہ جنسی انارکی کا شکار ہو چکا تھا، اور آج بھی قدرت کا قانون تسلیم نہ کرنے کے جرم میں ان کا معاشرہ بری طرح اخلاقی جذام میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا جہم کی جگہ خود ساختہ سزا جو انہوں نے مقرر کر لی تھی، اس کی تاریخ بھی کچھ ایسی ہی ہے کہ انہوں نے حق و ناحق کا فیصلہ مجرم کے خاندان اور جاہ و منصب کے مطابق کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس زنا کے مرتکب ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہودیوں کے (علماء کے) پاس آ کر دریافت کیا: ”مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَةِ عَلَى مَنْ زَنَى؟“ ”تورات کے اندر زنا کے ارتکاب کرنے والے کی سزا کیا لکھی ہے؟“ یہودیوں نے بتایا: اس کی سزا یہ ہے کہ ہم زانی مرد اور زانیہ عورت کا چہرہ کالا کر کے ان دونوں کو گدھے پر سوار کر دیں اور ان کے چہرے مخالف جانب کر کے گھمائیں۔ آپ ﷺ

(۱) صحیح بخاری: کتاب الحدود، باب کراہیۃ الشفاعة فی الحد إذا رفع إلی السلطان، (۶۷۸۸)، نیز دیکھئے رقم

(۳۳۰۴)، مسلم: کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیرہ: رقم: (۱۶۸۸)۔

نے فرمایا: ”اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تورات لے کر آؤ“۔ وہ تورات لا کر اسے پڑھنے لگے، جب آیت رجم پر پہنچے تو جو یہودی پڑھ رہا تھا اس نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے ہاتھ کی درمیان والی اور پیچھے کی عبارت پڑھ ڈالی۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام (جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی تھے) نے کہا: (اے اللہ کے رسول!) آپ اس یہودی کو کہیں کہ ہاتھ اٹھائے۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی؛ چنانچہ زنا کا ارتکاب کرنے والے مرد و عورت کو رسول اکرم ﷺ کے حکم سے سنگسار کیا گیا۔ حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: انہیں رجم کرنے والوں میں سے میں بھی تھا، میں نے دیکھا کہ مرد و عورت کو پتھر لگنے سے بچا رہا تھا^(۱)۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہودیوں کی کتاب تورات میں آیت رجم ہونے کے باوجود زنا کی ہلکی سزا مقرر کرنے کا سبب بھی یہی ہے کہ انہوں نے ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کے درمیان الگ الگ سزائیں متعین کر لی تھیں جیسا کہ حدیث کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی بااثر اور مالدار آدمی زنا کا ارتکاب کرتا تو اس پر بطور سزا حد جاری نہیں کی جاتی۔ اس کے برعکس جب کوئی غریب آدمی اس جرم میں پھنستا تو یہ لوگ اس پر حد جاری کرتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ غریب لوگوں نے مالداروں کے خلاف احتجاج کر دیا کہ زانی خواہ مالدار ہو یا غریب، اس کی سزا تورات میں ایک ہی مقرر ہے اور وہ یہ کہ اسے سنگسار کیا جائے۔ جب تورات میں ایک ہی گناہ کے دو مجرموں کی سزائیں تفریق نہیں کی گئی تو تم کون ہوتے ہو تفریق کرنے والے؟ ہم غریبوں میں سے اگر کوئی زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد جاری کی جائے اور تم مالداروں میں سے کوئی اس گناہ کا مرتکب ہو تو اس کی جان بخشی ہو، یہ کہاں کا انصاف اور مساوات ہے؟..... ہم اپنے غریب مجرم کو اس وقت تک

(۱) مسلم: الحدود، باب رجم اليهود، أحل الذمة فی الزانی، رقم: (۱۶۹۹)، بخاری: المناقب (۳۶۳۵)۔

سنگسار نہیں کریں گے جب تک تمہارے والد زنا کار پر حد جاری نہ کی جائے!!
غریبوں کی اس آواز نے والدین یہودیوں اور ان کے چاہلوس علماء کی نیندیں اڑادی،
کیوں کہ اس جرم سے بچنا ان کے بس سے باہر تھا؛ چنانچہ یہودی لیڈران، سرداران، علماء اور
غریب سب لوگ اکٹھا ہوئے اور باہم مشورہ سے یہ طے پایا کہ زنا کی سزا جرم نہیں بلکہ زانی
وزانیہ کے منہ کالا کر کے انہیں گدھے پر گھمایا جائے۔ یہی آج سے اس گناہ کے مرتکبین کی
سزا رہے گی؛ خواہ وہ مجرم والد اور بڑا آدمی ہو یا غریب و کمزور۔

دیکھا آپ نے حق اور ناحق میں تمیز کیے بغیر مجرم کی حیثیت کے مطابق یک طرفہ فیصلہ
کرنے والے معاشرہ کا انجام؟ یقیناً آج بھی اگر کوئی معاشرہ اسلامی شریعت کے
مطابق فیصلہ کرنے کے بجائے خود ساختہ قانون یا چشم پوشی کے ذریعہ معاملہ حل کر کے حق کو
ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرے گا تو پھر اس معاشرہ میں برائیوں اور بے حیائیوں کی ترویج
کے لیے ایسے ہی بے غیرت لوگوں کی کمیشیاں بنیں گی اور معاشرے میں چشم پوش اور
بے غیرت لوگوں کا اضافہ ہوگا، پھر اس معاشرہ کا آگے انجام کیا ہوگا، سب کو معلوم ہے۔

۱۲- میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو:

بہت سے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں پر بڑے با غیرت ہیں، لیکن ان کا
یہ دعویٰ اکثر جھوٹ پڑتی ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ لوگ اگر اپنے دعویٰ میں سچے
ہوتے تو اپنی ہوسناک نگاہیں دوسری عورتوں کے اوپر نہیں ڈالتے اور کبھی بھی اپنی مسلمان
بہنوں کی عفت و عصمت پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

عَفْتُ إِنْ كُنْتُ غَيُورًا مَا زَنَا قَطُّ غَيُورًا

(اگر واقعی تم غیرت مند ہو تو پاکدامن رہو، کیوں کہ غیرت مند کبھی بھی زنا نہیں کرتا)

یقیناً غیرت مند بہت دور اندیش ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کا دل پاکیزہ رہتا ہے

اور اس کا ضمیر اسے اس قبیح حرکت پر ملامت کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری برائی کا خمیازہ ہماری عورتوں کو بھگتنا پڑے۔ عربی محاورہ ہے: ”کما تدین تدان“۔ ”یعنی جیسا تم دوسروں کے ساتھ کرو گے تمہارے ساتھ ویسا ہی کیا جائے گا“۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی کس قدر برحق ہے: ”عَفُوا تَعَفُّ نِسَاؤُكُمْ“ (۱)۔ ”تم پاک دامن رہو، تمہاری عورتوں کی عفت و عصمت محفوظ رہے گی“۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

مَنْ يَزْنِ فِي قَوْمٍ بِالْقِي دِزْهِمْ فِي أَهْلِهِ يُزْنِي بِرُبْعِ الدَّرْهِمْ
(جو کسی دوسری قوم میں دو ہزار درہم میں زنا کرتا ہے، اس کے اہل خانہ سے ربع درہم میں زنا کیا جاتا ہے)۔

یہ شعر بھی پڑھیں:

مَنْ يَزْنِ يَزْنَا بِهِ وَلَوْ بِجَدَارِهِ إِنْ كُنْتَ يَا هَذَا لَبَيًّا فَافْهَمْ
(اے وہ شخص! اگر تم باغیرت اور ہوشیار ہو تو سمجھ لو کہ زنا کرنے والے کے ساتھ زنا کیا جائے گا؛ خواہ دیوار کے اوٹ ہی سے کیوں نہ ہو)۔

کسی منچلے نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے:

مت چھیڑ کسی لڑکی کو پاپ ہوگا
تو بھی کسی دن کسی لڑکی کا باپ ہوگا
ایسی صورت حال میں اگر کوئی شخص زنا کا ارتکاب کرتا ہے اور کسی کا سہاگ لوٹتا ہے

(۱) بخاری نے ”مجمع الزوائد و منبع الفوائد“ (۸۳/۸) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے ”الأوسط“ میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی خالد بن زید العمری ہے جو کذاب ہے۔ علامہ تاج الدین البانی رحمہ اللہ نے ضعیف الجامع حدیث رقم: ۲۳۲۸، ۲۳۲۹ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تو پھر وہ اپنے ساتھ یہ کارروائیاں ہونے سے کیوں کر مطمئن رہ سکتا ہے کیا کوئی شخص اس قسم کی بے حیائی اپنی عورتوں کے ساتھ دیکھنا پسند کر سکتا ہے؟؟..... نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ کیوں کر اس چیز کی خواہش رکھتا ہے جو اپنے لیے پسند نہیں کرتا؟! رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کر سکتا، اس لیے آپ مجھے صرف زنا کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا: ”کیا تم اپنی محارم عورتوں کے ساتھ یہ پسند کرو گے؟“ اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: ہرگز نہیں، تو آپ نے فرمایا: ”دوسرے بھی اپنی محارم کے ساتھ ایسا ہونا پسند نہیں کریں گے“ (۱)

لہذا معاشرہ میں اسلامی غیرت و حمیت کی بحالی کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے لیے وہی کچھ پسند کیا جائے جو اپنے لیے پسند ہو۔ ایسا نہ ہو کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کے اصول پر چلا جائے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے دیگر مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے“ (۲)

۱۳- خوف الہی کی کمی:

اسلامی معاشرے کے افراد کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب کے خوف میں کمی بھی غیرت و حمیت کے فقدان کا ایک سبب ہے۔ کیوں کہ لوگوں کو اگر اپنے برے اعمال کے برے انجام کی خبر ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا یقین ہوتا تو ضرور معاشرے میں اسلامی غیرت و حمیت ہمہ وقت بحال رہتی اور برائیوں و بے حیائیوں سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی

(۱) یہ اختصار ہے، پوری حدیث پیچھے گزر چکی ہے، تخریج کے لیے دیکھیے (۲۸)۔

(۲) تخریج کے لیے ملاحظہ ہوس ۶۷: حاشیہ (۲)۔

جاتی۔ پھر عذاب جہنم کا تصور کرتے ہی وہ اپنے برے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت مانگتے: جی ہاں! اس جہنم کے عذاب کا تصور جسے قیامت کے دن ایک ارب نوے کروڑ فرشتے کھینچ کر لائیں گے (۱)۔

اللہ کے خوف سے اپنی بری نیت سے پلٹ جانے والے اس مرد مجاہد کا قصہ پڑھیے جس کا یہ مخلصانہ عمل عین مصیبت پر کام آیا اور اس کی دعا نے نجات دلائی۔ واقعہ یہ ہے کہ تین آدمی کہیں جا رہے تھے، سخت بارش کے سبب ایک غار کے اندر چھپ گئے، اتنے میں غار کے دہانے پر ایک بھاری چٹان لڑھک آئی اور ان کے نکلنے کے راستے بند ہو گئے۔ اب ان کے پاس خالص اللہ تعالیٰ کے بیم درجہ سے اپنے کیے گئے اعمال صالحہ کا واسطہ دے کر دعا کرنے کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں مل سکی! ان میں سے ایک شخص نے یوں دعا کی:

”اللہ! میرے چچا کی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی جس سے میں بہت ہی زیادہ محبت کرتا تھا، جیسے مرد لوگ عورتوں سے کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے اس سے اپنی بری خواہش پوری کرنی چاہی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ ہاں سودینار کے لالچ میں اس نے میری برائی کی نیت پر حامی بھر دی۔ چنانچہ میں نے انتھک محنت کر کے سودینار کمائے اور اسے دے دیا۔ جب میں اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے خوف کر اور بلاحق میری بکارت زائل مت کر۔ یہ سنتے ہی (میرے اندر تیرا خوف پیدا ہو گیا اور) میں اس لڑکی کی عصمت پر دھبہ لگائے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایسا صرف تیری خوشنودی کی خاطر کیا ہے تو اس چٹان کو غار کے دہانے سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مخلصانہ عمل کے واسطے سے کی گئی دعا قبول فرمائی اور چٹان غار

(۱) صحیح مسلم: کتاب البیوع، صفحہ ۱۷۸، باب ۱۲، رقم: ۲۸۴۲۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب ۱۷، رقم: ۲۲۱۵، صحیح مسلم: کتاب الذکر

والدعاء، باب قصۃ أصحاب الغار الثمانیہ، رقم: ۲۷۴۳۔

کے دہانے سے ہٹ گئی۔“ (۲)۔ اگر مسلم معاشرے کے افراد میں ایسا خوف اور عذابِ جہنم کا خیال پیدا ہو جائے تو بہت ہی جلد اسلامی معاشرہ اپنی کھوئی ہوئی غیرت و حیثیت کو حاصل کر لے گا، اور اسلامی معاشرہ اسی طرح صاف و شفاف اور برائیوں سے پاک ہو جائے گا جس طرح آج سے تقریباً پندرہ سو سال قبل رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا معاشرہ تھا۔ تو آئیے دیری کس بات کی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ نصوح کریں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں تاکہ از سر نو اسلامی سوسائٹی میں اسلامی غیرت و حیثیت بحال ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ تو اس قدر رحیم و غفور ہے کہ سو (۱۰۰) افراد کے قاتل سفاک اور بے درد انسان کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے اور اچھے معاشرے کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ جنت میں ہمیشہ ہمیش کی نعمتوں سے اسے مالال کرے (۱)۔

۱۴۔ شرم و حیا کی قلت:

فہدانِ غیرت کا ایک بنیادی سبب عوام الناس کے اندر سے شرم و حیا کا ختم ہو جانا ہے۔ جس معاشرہ سے شرم و حیا نکل جاتی ہے اس کے افراد کے اخلاق و عادات بدتر ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھوں کا پانی مر جاتا ہے، ان کی نگاہوں کے سامنے ان کی عورتیں بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہوتی ہیں، لیکن انہیں شرم و حیا کی کمی کے باعث تھوڑی سی بھی غیرت نہیں آتی۔ ان ہی جیسے بے شرم و بے حیا اور بے غیرت آدمی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ”دیوث“ کا لفظ استعمال کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا آدمی جنت کا مستحق نہیں بن سکتا (۲)۔

دراصل ایک بازاری عورت اور ایک شریف النفس باعزت خاتون کے اندر بھی بنیادی

(۱) اس قصہ کی تفصیل مسلم وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔

(۲) مسند امام احمد، ۱/۲۸۶، علامہ البانی نے صحیح الجامع (۳۰۵۲) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

فرق یہی ہے کہ اول الذکر عورت جان پہچان اور انجانے سمجھوں سے بلا جھجک، کھل کھلا کر انتہائی بے شرمی کے ساتھ باتیں کرتی ہے۔ لیکن ثانی الذکر خاتون اپنی عفت و آبرو پر اس قدر باغیرت ہوتی ہے کہ اگر کوئی اجنبی شدید ضرورت کے وقت بھی اس سے ہم کلام ہوتا ہے تو وہ شرم و حیا کی پیکر بنے ایسے انداز میں جواب دیتی ہے کہ سامنے والا اپنے دل میں بھی کسی قسم کی برائی کی لالچ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عفت شعار اور شریف النفس خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے قرآن کریم میں یہ بہترین تعلیم دی ہے: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ (اگر تم پاکیزہ عورتیں اللہ سے ڈرنے والی ہو تو) نرم گفتگو نہ کرو، کہ جس کے دل میں (گناہ کی) بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے۔ [الاحزاب: ۳۲]

شرم و حیا سے عاری اور غیرت و حمیت سے خالی آدمی کے نزدیک عزت و آبرو کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور ایسا آدمی خود بھی عفت و عصمت کی پامالی میں ملوث ہونا پسند کرتا ہے، بلکہ برائی و بے حیائی کے ہر کام میں پیش پیش ہوتا ہے۔ کیوں کہ برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کی جو بریک ہے یعنی شرم و حیا، وہ پہلے ہی سے اپنی گاڑی کے اندر سے نکال کر پھینک دیا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی گاڑی شجر و حجر سے ٹکرائے یا کسی کھائی میں جا گرے، اسے اس کی چنداں فکر نہیں ہوتی اس لیے نبی کریم ﷺ نے ایسے بے حیا آدمی کے لیے فرمایا ہے: ”إِذَا لَمْ تَسْتَحْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ“ (۱)۔ ”اگر تمہیں شرم و حیا کا پاس و لحاظ نہیں تو جو چاہو کرو۔“

ابو تمام متنبی کہتا ہے:

فَلَا وَاللَّهِ مَا فِي الْقَيْشِ خَيْرٌ وَلَا الدُّنْيَا إِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ

(۱) اس کی تخریج گزرچکی ہے، دیکھئے ص: (۱۵۳)، حاشیہ (۲)

إِذَا لَمْ تَخْشَ عَاقِبَةَ اللَّيَالِي وَلَمْ تَسْتَحْ، فَاصْنَعْ مَا تَشَاءُ
(اللہ کی قسم! جب شرم و حیا رخصت ہو جائے (اور آنکھوں کا پانی نہ مرجائے) تو زندگی اور دنیا میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے۔ جب رات کے (کرتوت لکے) انجام سے تجھے خوف نہیں اور شرم و حیا کا پاس و لحاظ نہیں تو پھر جو چاہو کرو)

جس آدمی کے اندر حیاء نہ ہو وہ بہت سارے اعمالِ قبیحہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنے بے حیا کرتوتوں کی وجہ سے دوسرے لوگوں کی نگاہ میں اس کی عزت نہیں ہوتی۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

إِنِّي كَأَنِّي أَرَى مَنْ لَا حَيَاءَ لَهُ وَلَا أَمَانَةَ وَسَطَ النَّاسِ عُرْيَانًا
(جو شرم و حیا اور امانت کا پاس و لحاظ نہیں رکھتا، ایسے شخص کو میں نے لوگوں میں ننگا ہوتے ہوئے دیکھا ہے)

اس کے برعکس با حیا شخص با غیرت ہوتا ہے۔ جب کبھی اپنے اہل خانہ یا معاشرے میں بے حیائی کے عناصر دیکھتا ہے تو فوراً اس کی غیرت و حمیت جاگ اٹھتی ہے اور وہ عفت و عصمت کی طرف پیش رفت جملہ وسائل کو فوراً ملایمیت کر دیتا ہے۔ اس کی حیا اس کی ایمانی غیرت و حمیت کو لگا کرتی ہے کہ تمہارے جیتے جی اسلامی معاشرے میں بے حیائی کے عناصر نظر نہیں آنے چاہئیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ حیا اور غیرت کا تعلق ایمان سے ہے اور ایک مومن بندہ عزت و آبرو کے تحفظ میں جان کی بازی لگا دینا اپنی شان سمجھتا ہے۔ پھر شرم و حیا اور غیرت، مومن کی شان ہی تو ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ“ (۱) ”حیا ایمان کا ایک جزو ہے“

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

(۱) بخاری: الإیمان، باب: أمور الإیمان، رقم: ۹۰؛ مسلم: الإیمان، باب: بیان عدد شعب، رقم: ۳۵

ارشاد فرمایا: ”الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ“ (۱)۔ ”حیا کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے، اور فحش گوئی کا تعلق اجڈ پن اور بداخلاقی سے ہے اور یہ جہنم میں لے جانے والا ہے“۔

غرض جس معاشرے کے افراد باحیا ہوں، اس معاشرے کے اندر غیرت و حمیت برقرار رہے گی اور معاشرہ کبھی بھی اخلاقی انارکی کا شکار نہیں ہوگا۔ اس لیے مسلم سوسائٹی کے افراد کو چاہئے کہ معاشرے کے اندر ایمانی غیرت و حمیت بحال کرنے کے لیے اپنی نسلوں کو شرم و حیا کی تعلیم دیں، کیوں کہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حیا میں خیر ہی خیر ہے: (الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ) (۲)۔

پھر اس شرم و حیا کا اصل مستحق اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حیا ہی معاشرے میں بے حیائی ختم کر سکتی ہے۔ (فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحَى مِنْهُ)

۱۵- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے غفلت:

کسی بھی معاشرے میں برائی اور بے حیائی کی جڑ پکڑنے کا سب سے بنیادی اور اہم سبب یہی ہے کہ معاشرے کے اندر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے) کا فریضہ انجام دینے والوں کا وجود ختم ہو جائے۔ برائی سے روکنے اور بھلائی کا حکم دینے والے لوگوں کا وجود معاشرے سے ختم ہوتے ہی معاشرے کے پورے افراد آہستہ آہستہ اخلاقی انارکی کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کے اندر سے غیرت و حمیت ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ جو لوگ سیدھے سادے اور نیک ہوتے ہیں وہ لوگ بھی معاشرے کے

(۱) سنن ترمذی: کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الحیاء، رقم: ۲۰۰۹۔ مسند امام احمد: ۵۰/۲، علامہ البانی نے صحیح

الجامع (۳۱۹۹) میں اس کی تصحیح کی ہے۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان... رقم: ۳۷۔

افراد کی اخلاقی پستی کو دیکھتے دیکھتے خود اخلاقی بحران کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ابھی کچھ ہی پہلے قوم یہود کے اندر زنا جیسے فحش فعل پر الہی قانون کی جگہ خود ساختہ آسان قانون نافذ کرنے کی جو تاریخ آپ نے پڑھی ہے، دراصل اس گناہ میں ان کے طوط ہونے کا بنیادی سبب بھی یہی ہے کہ بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والوں کا ایمان ماند پڑ چکا تھا اور دنیا کے لالچ میں انہیں اس اہم فریضہ کا کوئی پاس و لحاظ نہیں تھا، اس لیے سب کے سب اس جرم میں طوط ہو گئے تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے اسلامی معاشرے میں کیا دور رس اور عمدہ نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اس فریضہ سے غفلت اختیار کرنے سے معاشرے کو کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سلسلہ میں چند باتیں قرآن و احادیث کی روشنی میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ درج کی جا رہی ہیں:

(۱) اسلامی معاشرے کی کامیابی بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو“۔

[آل عمران: ۱۱۰]

(۲) یہ فتح و نصرت کا ذریعہ ہے اور زمین میں خلافت کے استحکام کا راز بھی اسی میں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ، الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ ”جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑی قوت والا، بڑا ہی زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں، اور اچھے

کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔“ [الحج: ۴۰-۴۱]

(۳) اس کام کو انجام دینے میں بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ”ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں، ہاں! بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے، اور جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے، اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔“ [النساء: ۱۱۴]

(۴) یہ گناہوں کے مٹا دینے کا ذریعہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”آدمی کے اہل، مال، خود اس کی ذات اس کی اولاد اور اس کے پڑوس کے درمیان جو فتنے (گناہ) رونما ہوتے ہیں؛ وہ نماز، روزے، صدقے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی سے ختم ہو جاتے ہیں۔“ (۱)

اور اس فریضہ کے انجام نہ دینے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ذیل میں مطالعہ فرمائیں:

(۱) معاشرے میں ہلاکت و تباہی آتی ہے اور پورا معاشرہ عذاب الہی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ ”تم ایسے وبال سے بچو! کہ جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے۔“ [الأنفال: ۲۵]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُؤْشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ

(۱) بخاری: کتاب مواقیع الصلاة، باب الصلاة كفارة، رقم: ۵۲۵، مسلم: کتاب النہن وأشرط الساعۃ، رقم: ۱۴۴۰۔

(۲) ترمذی: کتاب النہن، باب ما جاء فی الأمر بالمعروف (۲۱۶۹) شیخ البانی نے حسن کہا ہے۔

يَتَعَثَّ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ“ (۲)۔ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور بھلائی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکو؛ ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنا عذاب مسلط کر دے گا۔ پھر تم اللہ کو پکارو گے لیکن تمہاری دعائیں صدا بہ صحرا ثابت ہوں گی۔“

(۲) دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ اس بارے میں بہت ساری احادیث مروی ہیں، مذکورہ حدیث انہی میں سے ایک ہے۔ نیز ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ“ (۱)۔ ”تم بھلائی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، قبل اس کے کہ تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔“

(۳) اسلامی معاشرے میں بھلائی کا چراغ گل ہو جائے گا اور قتل و غارت گری عام ہو جائے گی۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”وَاللّٰهُ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذَنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرَنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرَاءً، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قِصْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ“ (۲)۔ ”اللہ کی قسم! تم ضرور بھلائی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، اور ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حق کی طرف جھکا دو جیسا کہ جھکانے کا حق ہے یا اس کو پوری طرح حق پر ٹھہراؤ (یعنی زبردستی اس کو حق اور انصاف پر مجبور کرو) ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا، پھر تم پر ضرور لعنت بھیجے گا جیسے ان پر (یعنی بنی اسرائیل پر)“

(۱) [حسن] ابن ماجہ: کتاب القنن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، (۴۰۰۳)، ومسنود امام احمد: ۱۵۹/۶۔

(۲) ابوداؤد: کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، رقم (۴۳۳۷)، وترمذی: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ المائدۃ، نیز دیکھئے:

ابن ماجہ: کتاب القنن۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

بھیجا تھا“۔

(۴) فسق و فجور اور کفر کا تسلط ہو جائے گا اور فواحش و منکرات عام ہو جائیں گے، پھر عفت و عصمت اور عزت و آبرو کی پامالی ہوگی اور پورا معاشرہ جنسی بے راہ روی، لوٹ کھسوٹ اور اخلاقی انارکی کا شکار ہو جائے گا۔ بہت ساری آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے یہ مستفاد ہے۔

آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں چند بنیادی باتیں پڑھیں۔ اب ذرا انصاف کے ساتھ جواب دیں کہ کیا ہمارے معاشرے میں فقدان غیرت کا بنیادی سبب اس فریضے میں کوتاہی برتنا نہیں ہے؟ آپ کا جواب ضرور ”ہاں“ میں ہوگا۔ اس لیے آئیے ہم سب مل کر مسلم معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دیں اور ہر آدمی حتی الوسع اس نیک کام میں حصہ لینے کی کوشش کرے، اور معاشرے سے مقدرت بھر برائی و بے حیائی کے کاموں کو ختم کرے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“ (۱)۔ ”تم میں سے جو کوئی منکر کام دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے ختم کر دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل ہی میں اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے“۔

نوٹ: قارئین کرام! آپ نے فقدان غیرت کے اسباب اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے علاج کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، ان کا مطالعہ فرمالیا۔ ان کے علاوہ بھی کئی ایک اسباب ہیں جن کے فقدان کے سبب ہمارے معاشرے میں غیرت منجمد ہو گئی ہے اور معاشرہ اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ لیکن ہم نے جن بنیادی اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن

(۱) مسلم: کتاب الایمان، باب کون النہی عن المنکر، رقم: ۴۹، ۲۰۳۰۔ مسند امام احمد: ۳/۲۰۳، ۴۹۔

وسنت کا جو موقف بیان کیا ہے۔ اگر معاشرے کے افراد اس پر عمل کرتے ہوئے فقدانِ غیرت کے ان اسباب کو اپنے معاشرے میں پنپنے سے روک دیں تو یقیناً مسلم معاشرے سے تمام برائیوں و بے حیائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر مسلم معاشرہ اسلامی غیرت و حمیت سے پر اور قابلِ تقلید و نمونہ معاشرہ ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہذا ہم اتنا ہی پر بس کرتے ہوئے کتاب کے اگلے اور آخری حصے میں غیرت کی اقسام سے متعلق لکھ رہے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ ہمارے قارئین زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی غیرت و حمیت کو بحال رکھیں گے اور اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی تعلیمات کے مطابق گزاریں گے۔



غیرت کی اقسام

قارئین کو یاد ہوگا کہ ہم نے کتاب کے شروع میں غیرت کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا؛ ایک غیرت محمودہ اور دوسرے غیرت مذمومہ۔ لیکن وہاں ان اقسام کے متعلق کچھ نہ لکھ کر کتاب کے آخری حصے میں قدرے تفصیل سے لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ ذیل میں ان اقسام کے متعلق چند باتیں مثالوں کے ساتھ قلمبند کی جا رہی ہیں تاکہ قارئین کرام خاطر خواہ فائدے اپنے دامن غیرت میں سمیٹ لیں اور اسلامی غیرت و حمیت کو اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں نافذ کریں۔

پہلی قسم: غیرت محمودہ

غیرت محمودہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی شک و شبہ کی بنیاد پر غیرت کرے اور یہی وہ غیرت ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے؛ بشرطیکہ یہ غیرت شرعی ضوابط اور کتاب و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ غیرت محمودہ کی کئی ایک اقسام ہیں لیکن ہم چار بنیادی اقسام کو ذیل میں مثالوں کے ساتھ قلمبند کریں گے، اس امید کے ساتھ کہ ان شاء اللہ بقیہ جتنی بھی اقسام متعین کی جائیں اور ان کا تعلق غیرت محمودہ سے جوڑا جائے تو ہماری بیان کردہ چاروں اقسام میں ان کو جگہ مل جائے۔

۱۔ حرمت کی پامالی پر غیرت:

اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ کے لیے غیظ و غضب کا اظہار کرے، حرمت کی پامالی پر اس کی غیرت و حمیت جاگ اٹھے، قرآن و سنت کی پاکیزہ تعلیمات کا مذاق اڑانے والوں سے بایکٹ کرے اور حرمت و حدود کی پامالی پر اللہ تعالیٰ نے جو سزا مقرر کیا ہے، اسے نافذ کرنے میں کسی قسم کا شبہ اور جھجک نہ کرے۔ اس سلسلہ میں بہت ساری احادیث مروی ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن جہاں حرمت الہی کی پامالی کی بات آتی، وہاں آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے (۱)۔

اسی طرح ابھی کچھ ہی دیر قبل آپ نے بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی پڑھی ہے کہ جب اسامہ بن زید نے قریش کی مخزومیہ عورت کی چوری کے معاملہ میں سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں گا“ (۲)۔

ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو پردہ پر جاندار کی تصویر دیکھ کر آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ آپ ﷺ نے پردہ کو چاک کر دیا اور فرمایا:

”مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هَذِهِ الصُّوَرِ“۔

”قیامت کے روز تصویر کشی کرنے والوں کو سب سے سخت عذاب دیا جائے گا“ (۳)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں بڑے باغیرت تھے۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں سب سے پہلے جس نے میان سے تلوار کھینچی وہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک روز وہ دوپہر میں قیلولہ کر رہے تھے کہ ایک آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی: ”رسول اللہ ﷺ قتل کر دیے

(۱) اس کی تخریج گزر چکی ہے، دیکھئے ص ۳۱ حاشیہ (۱)۔

(۲) اس کی تخریج کے لیے دیکھئے ص ۳۱۵۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب الأدب، باب ما يحوز من الغضب والشدّة لأمر الله تعالى (۶۱۰۹)، صحیح مسلم:

کتاب اللباس والزينة، باب ۲۶ (۲۱۰۷)۔

گئے۔ چنانچہ صقل اور تنگی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اتنے میں سامنے نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہو گئی، آپ ﷺ نے پوچھا: ”اسے زبیر! کیا معاملہ ہے؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے کانوں سے یہ آواز نکلائی کہ آپ ﷺ کو قتل کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”فَمَا أَرَدْتَ أَنْ تَضَعَهُ؟“ ”پھر تمہارا کیا کرنے کا ارادہ تھا؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میرا ارادہ تھا کہ پورے اہل مکہ کا خون کر دوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں دعائے خیر دی (۱)۔

رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں صحابہ کرام کس قدر شدید غیرت مند تھے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک اندھے کے پاس ایک ام ولد تھی جو رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی جھوٹا کرتی تھی۔ وہ اندھا (جو اس کا مولیٰ تھا) اسے اس بات سے منع کیا کرتا لیکن وہ باز نہیں آتی، وہ جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی طرح نہ مانتی تھی۔ ایک رات اس نے (عادت کے مطابق) آپ ﷺ کی جھوٹ شروع کی اور آپ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے لگی۔ اس اندھے (کو اس بات سے شدید غیرت آئی اور اس) نے جھڑا لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر زور دیا، جھڑا اس کے پیٹ میں گھس گیا اور وہ عورت مر گئی۔ اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں ایک بچہ آ گیا اور وہاں کی جگہ خون سے لت پت ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ سے اس خون کا ذکر ہوا، آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: ”أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَّ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ“۔

”جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اس کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے (اور اقرار کرے)۔“

(۱) دیکھئے: حلیۃ الأولیاء (۸۹/۱)، الإصابۃ (۵۴/۱)، حیاة الصحابة (۶۳/۲)۔

یہ سن کر وہی اندھا کھڑا ہوا اور لوگوں کو پھاندتا ہوا اور لرزتا ہوا آیا، اور آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا، پھر عرض گزار ہوا: اے اللہ کے رسول! میں اس لوٹڈی کا قاتل ہوں، وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی اور آپ کی جو بیان کرتی تھی۔ میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی اور جھڑکتا تھا جب بھی وہ نہ مانتی تھی۔ اور اس کے بطن سے موتیوں کی طرح (خوبصورت) میرے دو بیٹے ہیں۔ کل کی رات وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے لگی اور آپ کی جو کرنے لگی اس لیے میں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس قدر زور سے دبایا کہ وہ مر گئی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَلَا اَشْهَدُوا إِنَّ دَمَهَا هَذَرٌ“۔ ”آگاہ رہو! اس کا خون لغو ہے“ (۱)

امت مسلمہ کے علمائے کرام بھی حرمت و حدود کی پامالی پر بڑے باغیرت گزر رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک عز بن عبد السلام ہیں۔ ایک مرتبہ سلطان مصر نجم الدین ایوب سرکاری لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا عز بن عبد السلام نے کہا: اے ایوب! اس نے کہا: جی حضرت۔ عز بن عبد السلام نے کہا: فلا نے سرائے میں شراب کا بیوپار ہوتا ہے اور وہاں منکرات کو مباح ٹھہرایا جاتا ہے اور آپ ہیں کہ اس ملک کی باگ ڈور سنبھالے عیش میں بے خبر ہیں۔ سلطان نے کہا: میں نے تو یہ کام نہیں کرایا، یہ تو میرے باپ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ عز بن عبد السلام نے کہا: کیا آپ بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے کہا تھا: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ ”ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک طریقہ پر چلتے پایا اور ہم ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کریں گے“ [الزخرف: ۲۳]

چنانچہ سلطان مصر نے اس سرائے کو بند کرنے اور اسے ختم کرنے کا حکم صادر فرمادیا (۲)۔

(۱) اکبرداد: کتاب الحدود، باب الحكم فمن سب النبي ﷺ (۴۳۶۱)، نسائی: کتاب تحریم الدم، باب اھم فی من سب النبي ﷺ (۴۰۷۰)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) کتاب تربية الأولاد فی الإسلام للشيخ عبد الله ناصح علوان، ص ۳۷۰۔

شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی غیرت کا بھی اندازہ لگائیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حریمات کو پھلانگنے والی بدکار عورتوں کی عفت و عصمت پر کس قدر شدید غیرت مند تھے:

”صاحب ذکر جلی، مولوی محمد علی صاحب رامپوری کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے مدرسہ کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سی جوان عورتیں رتھوں اور پہلیوں میں سوار ہو کر بلا پردہ کہیں کو جا رہی تھیں۔ مولوی صاحب نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون عورتیں ہیں؟ ایک شخص نے کہا کہ یہ سب کسبیاں فلانی کسی بڑی کبھی کے گھر کچھ تقریب ہے وہاں جا رہی ہیں۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں مسلمان ہیں۔ تب مولانا نے فرمایا: جب مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زنا کاری میں گرفتار تھیں اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی، اس واسطے اب تو میں ان کے مکان پر جا کر ان کو نصیحت کروں گا۔ آپ کے رفیقوں نے کہا کہ آپ گے وہاں تشریف لے جانے سے (خاسدین) آپ کو بدنام کریں گے کہ کھڑواڑے میں بھی آپ جانے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اسماعیل کو اس بات کی کچھ پرواہ نہیں، جب اللہ اور رسول کا حکم سنانے کو نکلا تو ہر ایک کو سناوے گا، اس کے واسطے سب کلمہ گو مومنین کا حق برابر ہے۔ بالآخر شام کو مولانا صاحب درویشوں کا سا بھیس بدل کر اس کبھی کے پاس پہنچے جہاں سب کسبیاں جمع ہو کے کچھ گا بجا رہی تھیں۔ چونکہ مولانا صاحب ایک نامور اور شریف گھرانے کے صاحبزادے تھے اس لیے باوجود بھیس بدلنے کے بھی کسبیاں آپ کو پہچان گئیں اور اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر آپ کے سامنے مودب کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے بالا خانے پر بدکاری میں ملوث طوائفوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“ کا مژدہ سنایا تو اس دلپذیر وعظ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر جوان عورتیں

تھیں سبھوں نے توبہ کر کے شرعی نکاح کر لیے اور جو بوڑھی و سن رسیدہ نایکا وغیرہ تھیں، انہوں نے محنت و مزدوری سے اپنی گزران کرنی شروع کر دی“ (۱)۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے غیرت کھانے والوں کی آج بھی الحمد للہ کی نہیں ہے۔ حال ہی میں اپریل ۲۰۰۲ء کے اردو نیوز کے ایک ایڈیشن میں ایک غیرت مند ایمان افروز خاتون کی خبر شائع ہوئی ہے کہ اس نے اپنے شوہر کے گھر جانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کیوں کہ اس کا شوہر سگریٹ نوشی کا عادی تھا۔ اس نے کہا کہ سگریٹ پینا از روئے شرع حرام ہے اور جب تک میرا شوہر اس حرام فعل کے ارتکاب سے باز نہیں آجاتا میں اس کے پاس نہیں رہ سکتی۔ اخبار اردو نیوز ہی میں ۲ مئی ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں ایک غیرت مند خاتون کے متعلق یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ جدہ کی اس ایمان افروز اور غیرت مند خاتون نے فلسطینی مظلوم مسلمانوں پر اسرائیلی بھیڑیوں کے ظلم و استبداد سے غیرت میں آکر، اپنا حق مہر ۶۰ ہزار سے زیادہ کی رقم جو کہ ہندستانی تقریباً آٹھ لاکھ روپے کے مساوی ہے، فلسطینی مسلمانوں کی مدد میں دے دیا تاکہ فلسطینی مسلمان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کا مقابلہ کر سکیں۔

امام ابن قیمؒ نے کیا خوب لکھا ہے کہ ”دینی اعتبار سے سب سے زیادہ قوی انسان وہی ہوگا جس کے اندر اللہ کی حرمت و حدود پر سب سے زیادہ غیرت و حمیت ہوگی“ (۲)۔

۲- عزت و آبرو پر غیرت:

ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ غیرت کا تعلق ایمان سے ہے۔ اس لیے ایک بندہ مومن

(۱) کتاب تواریخ عجیبہ، مخص از کتاب حیات طیبہ شاہ اسماعیل شہید، تالیف مرزا حیرت دہلوی، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۲۔

اسلامی اکادمی، لاہور ۱۹۷۱ء۔

(۲) روضة المحبین: ۲۳۵-۲۳۶۔

کبھی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ اس کی عورتوں یا دیگر مسلم خواتین کی عزت و آبرو اور عفت و عصمت پر کوئی شیطان بٹہ لگائے۔ نیز یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ باغیرت خود رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے، اس لیے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک بھجورے کو نسوانی صفات بیان کرتے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسے لوگ تم ازواجِ مطہرات کے پاس ہرگز نہ آیا کریں“ (۱)۔

عزت و آبرو پر غیرت کے متعلق بہت ساری مثالیں ہم اس کتاب کے عنوان ”ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت“ میں بیان کر چکے ہیں، اس لیے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، ایک بار پھر اس کا مطالعہ فرمالیا جائے۔

۳۔ علم پر غیرت:

اس سے مراد یہ ہے کہ علم کو وہیں بیان کیا جائے جہاں فائدہ کی امید ہو۔ فہم و ادراک سے بالاتر علم لوگوں کے سامنے نہ بیان کیا جائے؛ بلکہ سامنے والے کی صلاحیت و قابلیت کے مطابق ہی علم کی بات رکھی جائے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ علم پر غیرت کھاتے ہوئے کہتے تھے: ”حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟“ (۲)۔ لوگوں سے وہی بیان کرو جو وہ سمجھ سکیں، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عَقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ“۔ ”تم کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث مت بیان کرو

(۱) اس کی تخریج ص ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

(۲) صحیح بخاری مع التلخیص: کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم... رقم: ۱۱۷۰۔

جس کا سمجھنا ان کی عقل و ادراک سے باہر ہو؛ ورنہ بعض لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے،“ (۱)۔
 قرآن وحدیث کے علم پر غیرت سے متعلق یہ واقعہ پڑھئے۔ کتاب ”الکامل والمقتضب“
 کے مصنف ابوالعباس المبرّدؒ جو علم لغت کے بڑے عالم ہیں، کہتے ہیں کہ ان کے نحو کے استاذ
 ابو عثمان المازنی سے بعض ذمی لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ سیبویہ کی کتاب انہیں
 پڑھائیں اور اس کے بدلے اہل الذمہ سونے کے سودینا دیں گے۔ لیکن ابو عثمان نے اہل
 الذمہ کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ ان کے شاگرد ابوالعباس نے کہا کہ آپ کو روپے پیسے کی اس
 قدر شدید ضرورت ہے پھر بھی اس پیش کش کو ٹھکرا رہے ہیں؟ استاذ نے جواب دیا: سیبویہ کی
 کتاب میں تین سو سے زائد قرآنی آیات ہیں اور میری غیرت قبول نہیں کر رہی ہے کہ ذمی
 لوگ ان آیات کا پاس و لحاظ رکھیں گے اس لیے میں انہیں سیبویہ کی کتاب سنانے سے گریز
 کر رہا ہوں۔

پھر کسی شعر میں ایک کلمہ کے اندر حل اختلاف کے سبب خلیفہ واثق عباسی نے ابو عثمان کو
 ایک ہزار دینار عطا کیا۔ گویا مذکورہ عالم نے سیبویہ کی کتاب میں تین سو قرآنی آیات پر غیرت کھاتے
 ہوئے اہل ذمہ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی غیرت کا یہ بدلہ عنایت فرمایا (۲)۔
 علم پر اہل علم کی غیرت سے متعلق بہت سارے واقعات کتب تاریخ میں بھرے پڑے
 ہیں جن میں علم حدیث کے بڑے بڑے ائمہ کرام کا نام بھی آتا ہے۔ جنہیں مزید خواہش ہو وہ
 ائمہ حدیث اور فقہائے کرام کی سوانح کا مطالعہ فرمائیں۔

۴- وقت پر غیرت:

ایک بندہ مسلم اپنی عمر اور وقت پر شدید غیرت مند ہوتا ہے کہ کہیں اس کی زندگی کا کوئی
 لمحہ بغیر عمل صالح کے نہ گزر جائے، کیوں کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ وقت کی

نزاکت کو نہیں سمجھ پاتے اور فریب کھا جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ“^(۱)۔ ”دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ فریب خوردہ ہیں؛ ایک صحت اور دوسری فرصت کے اوقات“۔

پھر مومن کو معلوم ہے کہ وہ اپنی عمر کے ایک ایک لمحہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيهِ“^(۲)۔ ”قیامت کے دن چار باتوں کے متعلق سوال کیے جانے سے پہلے کسی بھی بندہ کا قدم آگے نہیں بڑھ سکے گا: (۱) اپنی عمر کے لمحات کن چیزوں میں گزارا، (۲) اپنی جوانی کے ایام کہاں گزارے، (۳) مال کہاں سے حاصل کیا اور کیسے کاموں میں خرچ کیا، (۴) اور اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق کہاں تک عمل کیا“۔

مومن کے وقت پر غیرت کھانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی نگاہ میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گردش کرتا رہتا ہے:

”اَغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَخَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ“^(۳)۔ ”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو: (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے، (۴) فراغت کے اوقات کو مشغولیت سے

(۱) صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب ما جاء في الصحة والفراغ... رقم ۶۴۱۲۔

(۲) صحیح سنن ترمذی: کتاب صفة القيامة، باب في القيامة، رقم: ۲۳۱۷، البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

(۳) مستدرک حاکم والبیہقی فی الشعب، البانی نے صحیح الجامع الصغیر و زیادہ (۱۰۷۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

پہلے، (۵) اور زندگی کو موت سے پہلے۔

دوسری قسم: غیرت مذمومہ

غیرت مذمومہ سے مراد یہ ہے کہ بغیر شک و شبہ کے خواہ مخواہ غیرت کھائی جائے جس کا ایمان و تقویٰ اور عقل و شریعت سے کوئی تعلق نہ ہو، اور عام طور پر یہ غیرت میاں بیوی میں کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ حالانکہ شوہر کا بار بار بیوی پر غیرت کھانا اور خواہ مخواہ بیوی کو پریشان کرنا، اس کو برائی کی راہ پر ڈالنے کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسی طرح شوہر کے گھر آتے ہی بیوی کا سوالوں کی بوچھاڑ کر دینا اور خواہ مخواہ بلا شک و شبہ شوہر پر غیرت کھانا بھی شوہر کو برے راستے پر ڈال سکتا ہے۔ سچ ہے۔

غیرت ہی انسان کو سنوارتی ہے لیکن غیرت ہی انسان کو عادت بھی کرے ہے ایک عربی شاعر کہتا ہے:

ما أحسن الغيرة في حينها وأقبح الغيرة في غير حين
(غیرت اپنے موقع پر ہو تو کس قدر بہتر ہے، لیکن یہی غیرت بے موقع ہو تو کیسی بدترین چیز ہے)
اس لیے میاں بیوی دونوں کو چاہئے کہ غیرت کے موقع ہی پر غیرت کا استعمال کریں اور یقیناً یہ غیرت اسلام کی نظر میں محبوب ہے۔ لیکن خواہ مخواہ بغیر شک و شبہ کے میاں بیوی کا ایک دوسرے پر غیرت کھانا از روئے شرع ناپسندیدہ عمل ہے جس کی وجہ سے دونوں کی زندگی بری راہ پر چل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے پر اعتماد بحال رہے۔

چوں کہ عورت اپنے شوہر پر بڑی باغیرت ہوتی ہے اس لیے بار بار شوہر کی تفتیش میں لگی رہتی ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی وکیل دفاع اور حمایت کرنے والی ہو، سراغ رسائی کے محکمہ کی انچارج نہ ہو، جو گھر میں خاوند کے آتے ہی اس پر برس

پڑے اور سوالات پر سوالات داغتی چلی جائے۔ مثلاً کہاں تھے؟ کیا کر رہے تھے؟ دیر سے کیوں آئے؟ کس کس سے گفتگو کی؟ کیا کہہ رہے تھے؟ صاف صاف بتاؤ، بات کیا تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔ عورتوں کے اندر کس قدر شدید غیرت ہوتی ہے۔ ذیل میں اس تعلق سے چند احادیث نبویہ درج کی جا رہی ہیں:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سفر کے لیے نکلتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ ایک مرتبہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے نام سے قرعہ نکلا۔ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلیں۔ رات میں نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چلتے اور ان سے گفتگو کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی تاکہ تم (میرے اونٹ کو) دیکھ لو اور میں (تمہارے اونٹ کو) دیکھ لوں۔ میں نے کہا: کوئی بات نہیں، پھر عائشہ حفصہ کے اونٹ پر اور حفصہ عائشہ کے اونٹ پر بیٹھ گئیں۔ جب نبی کریم ﷺ عائشہ کے اونٹ پر آئے تو اس پر حفصہ سوار تھیں۔ آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ قافلہ نے پڑاؤ ڈالا۔ عائشہ نے آپ ﷺ کو گم پایا تو انہیں غیرت آگئی۔ جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو وہ اپنا پاؤں اذخر گھاس پر رکھتیں اور کہتیں:

”يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي، رَسُولُكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا“۔ ”اے میرے رب! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے۔ تیرے رسول ہیں، میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی (کیونکہ قصور تو میرا ہی ہے)“ (۱)۔

② جب رسول اکرم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا تو راستہ

(۱) صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب القرعۃ بین النساء إذا أراد سفرًا، رقم: (۵۲۱۱)۔ صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ،

باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم: (۲۳۳۵)۔

ہی میں ان سے زفاف کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے لباس بدلا اور دیکھنے نکلی، آپ ﷺ نے مجھے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے میری طرف رخ کیا تو میں پلٹ گئی۔ آپ ﷺ نے تیز چل کر مجھے آلیا اور سینہ سے لگا کر فرمایا: ”تم نے صفیہ کو کیسی پایا؟“ میں نے عرض کیا: یہودی کی بیٹی یہودن ہی تو ہے۔ یعنی قیدی ہے (۱)۔

③ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لیے ازواج مطہرات میں سے کسی نے ایک رکابی میں شید بھیجا۔ اس وقت آپ ﷺ کسی اہلیہ کے گھر میں تھے۔ حضرت عائشہ نے خادم کے ہاتھ پر مارا تو رکابی گر کر ٹوٹ گئی۔ نبی کریم ﷺ شید سینے لگے اور اسے ٹوٹی ہوئی رکابی میں رکھنے لگے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”کھالو! تمہاری ماں (عائشہ رضی اللہ عنہا) غیرت میں آگئی!!“۔ پھر آپ ﷺ نے خادم کو روک لیا اور جس بیوی کے گھر میں تھے، اس کے یہاں سے رکابی لے کر اس بیوی کے پاس بھیج دیا جس کی رکابی ٹوٹ گئی تھی (۲)۔

④ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ”تمہیں بھی غیرت آتی ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: آخر مجھ جیسی کو آپ جیسے پر غیرت کیوں نہ آئے؟ (۳)۔

عورتوں کی شدید غیرت کے تعلق سے بہت ساری صحیح احادیث مروی ہیں۔ مذکورہ حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک عورت کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے شوہر کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت قدم رکھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے معاملہ میں بڑی باغیرت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود عورت کو چاہئے کہ وہ خواہ مخواہ کی غیرت سے احتراز کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شدید غیرت اور جذبات میں پڑ کر اسلامی تعلیمات

(۱) ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء۔ شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب الخیرۃ، رقم: (۵۷۸۵)۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب النفاقین، باب (۷۰)، مسند امام احمد: (۱۱۵/۶)۔

کی خلاف ورزی کر بیٹھے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔

اسی طرح شوہروں کے لیے نصیحت ہے کہ وہ بھی غیرت کا صحیح استعمال کریں۔ شریعت اسلامیہ سے متصادم غیرت ہرگز نہ کریں اور بار بار بغیر شک و شبہ کے غیرت کرنے سے احتراز کریں۔ اس میں میاں بیوی دونوں کی بھلائی ہے۔ ڈاکٹر امیر بقطر لکھتے ہیں:

”دیگر نفسیاتی امراض کی طرح غیرت بھی مریض کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اس کے توازن کو بگاڑ دیتی ہے، اس کی شخصیت کا وقار مجروح کر دیتی ہے، اس کی شعور و ادراک والی زندگی کشمکش کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے، اس کا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے، اس کے عقلی قوی گراؤٹ کے شکار ہو جاتے ہیں اور اس کی تخلیقی صلاحیت اور کارکردگی کی توانائی گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جملہ اوصاف، طبائع اور صالح جذبات کی طرح غیرت اپنے میں مبتلا آدمی کے لیے بسا اوقات دہال جان اور مصیبت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ خصوصاً جب آدمی غیرت کرنے میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو یہ جذبہ اسے لے ڈوبتا ہے اور سدا سے دل گرفتہ اور آزرده بنائے رکھتا ہے“ (۱)۔

غیرت کے نام پر قتل:

کتاب کے اختتام سے پہلے غیرت مذمومہ سے متعلق اس رواج پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں جو کہ اسلامی معاشرے میں ایسا گھناؤنا رنج اختیار کر چکا ہے جس کی مثال آج سے پندرہ سو سال قبل زمانہ جاہلیت کی تاریخ میں ہی ملتی ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان میں ”غیرت کے نام پر قتل“ کا رواج برسوں سے چل رہا ہے بلکہ آج کے اس روشن مزاج دور میں بھی یہ قتل زوروں پر ہے۔ آئے دن اخبارات میں ”غیرت کے نام پر قتل“ کی واردات

کے متعلق نئی نئی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ غیر انسانی رواج دنیا کے کسی دوسرے ملک میں دیکھنے کو تو نہیں ملا؛ ہاں، آج سے تقریباً پچاس سال قبل اسلام کے نام پر آزادی حاصل کرنے والے اب تک اسلامی تہذیب و ثقافت سے محروم جمہوریہ پاکستان ضرور اس گھناؤنے جرم میں ملوث ہے۔

پاکستان کے بلوچ اور پنجتون قبیلوں اور دیہاتوں میں ہی نہیں بلکہ شمالی مغربی بالائی صوبے اور بالائی سندھ خصوصاً جہاں بلوچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ پنجاب میں بھی غیرت کے نام پر قتل کیے جاتے ہیں۔ دیہی علاقوں، قصبوں اور شہروں میں بھی ایسے قتلوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ سندھیوں میں اس قتل کو ”کاروکاری“ اور بلوچوں میں ”سیاہ کاری“ کے نام سے یہ سزا دی جاتی ہے۔ نام الگ الگ مگر قتل ایک ہی وجہ اور نوعیت کے ہوتے ہیں۔ کاری (سیاہ عورت) اور کارو (سیاہ مرد) کو رواج کے مطابق قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں، اور یہ سب پوری کمیونٹی کی صریح اجازت سے کیا جاتا ہے۔

غیرت کے نام پر قتل سے متعلق ان کے حالات کا مطالعہ کرنے والوں کے مطابق وہاں وقوع پذیر ایسی ایسی انسانیت سوز باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کو سن کر ہی رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شادی شدہ مرد و عورت اگر بدکاری کریں تو بلاشبہ زانی و زانیہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے گا لیکن محض شک و شبہ کی بنیاد پر غیرت کے نام پر عورت کی ناک کان کاٹ لینا، آنکھ پھوڑ دینا اور پھر طرح طرح کی سزائیں دے کر اسے قتل کر دینا سراسر حرام اور غیر شرعی فعل ہے جس سے اسلام کو کوئی واسطہ نہیں۔ ایسا مجرم سخت سزا کا مستحق ہے۔

اخبارات کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مذکورہ علاقوں میں محض شبہات اور معمولی باتوں پر بھی غیرت کے نام پر عورتوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً گاؤں میں اگر کسی شر پسند نے کسی عورت کی کردار کشی کرتے ہوئے بدنامی کر دی، کوئی بیوی شوہر کو پلٹ

کر کسی بات پر جواب دے دے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو بدکاری اور بے وفائی کرتے ہوئے محض خواب میں دیکھ لے تب بھی اس پر مہلک تشدد کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ عورت کو کسی غلط فہمی کو دور کرنے کا موقع بھی نہیں دیا جاتا بلکہ روایت کے مطابق فوراً یہ فرمان جاری کر دیا جاتا ہے کہ غیرت کو بحال کرنے کے لیے عورت کو قتل کر دیا جائے۔

ہر سال پاکستان میں ہر عمر کی کئی سو خواتین ملک کے ہر علاقے میں غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔ ان میں نو عمر و بالغ لڑکیاں، غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں، عمر رسیدہ خواتین (جن میں دادی یا نانی بھی ہوتی ہیں) شادی شدہ خواتین اور بیوائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

تجربہ خیز بات تو یہ ہے کہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس اندھیر نگری میں اب تک الجھا ہوا ہے۔ اخبار اردو نیوز جده کی رپورٹ کے مطابق زینا برگز نامی ایک نوجوان لڑکی نے پاکستان میں مقیم اپنے قبیلے کے لڑکے کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا، کیوں کہ برطانیہ میں رہتے ہوئے وہ اپنے لیے دیہاتی لڑکے کا رشتہ موزوں نہیں سمجھتی تھی۔ اپنی مرضی کی شادی کرنے پر اس کے گھر والوں نے کرائے کے دو قاتل اس کے اور اس کے شوہر کے پیچھے لگا دیے اور یہ جوڑا زندگی بھر کے لیے ایک خوف میں مبتلا ہو گیا ہے۔

جناب سمیرہ عزیز پاکستان میں ”غیرت کے نام پر قتل“ کے اس فتنے اور سفاکانہ رواج کی تاریخ بتاتے ہوئے لکھتی ہیں:

”یہ مسئلہ صدیوں پرانے رسم و رواج کے تحت رائج ہے۔ غیرت کے نام پر قتل پاکستان بننے سے پہلے کی رسومات ہیں۔ انگریز سندھ کو فتح کرنے کی خواہش کا بہانہ کاروکاری کے مسئلے کو ہی بناتا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں جنرل چارلس ٹیپن نے ایک رپورٹ لکھی جس میں بتایا گیا کہ سندھ کو فتح ہی اس عزم کے ساتھ کیا گیا تھا کہ کاروکاری کا قلع قمع کیا جاسکے مگر کاروکاری کی وارداتیں کم نہ ہوئیں بلکہ اچانک خواتین کی خودکشی کی وارداتیں بڑھنے لگیں۔ عورتوں کا گلہ دبا

کر پھندہ ڈال کر خودکشی ظاہر کی جاتی ہے۔ حقیقت جاننے کے بعد جنرل چارلس پیئر نے یہ احکامات جاری کیے کہ جس گاؤں میں کوئی عورت پر اسرار حالات میں خودکشی کر کے مردہ پائی گئی وہاں پورے گاؤں کو سزا دی جائے گی۔ جنرل چارلس پیئر نے جو کچھ لکھا ہے حقیقت اس سے مختلف ہے۔ دراصل کاروکاری کی رسم کو تقویت پہنچانے میں انگریزوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے وہاں کے حالات، واقعات اور رسم و رواج کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کرتے اور **DIVIDE AND RULE** کی حکمت عملی انجام دیتے۔ بلوچستان اور سندھ کے لوگ عزت و غیرت پر بہت جلد مشتعل ہو جاتے اور ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکال لیا کرتے۔ ان کی اس کمزوری کا انگریزوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ لوگوں کے مرنے مارنے اور عورت کے کاری ہونے کے بعد آخر میں صلح کروا دی جاتی، یوں قبائل غیرت کے نام پر قتل کے عادی ہوتے چلے گئے اور یہ قبیح رسم پختہ ہوتی چلی گئی۔^(۱)

قارئین کرام! تہذیب و ثقافت کے اس جدید دور میں بھی انسانیت کی قاتل اس جماعت کے متعلق آپ نے مطالعہ فرمایا جس نے اسلامی غیرت کو چھوڑ کر غیر انسانی غیرت کو اپنا رکھا ہے اور مسلم خواتین کو ظالمانہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کر رہی ہے؛ حالاں کہ اسلامی غیرت کا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اس غیرت مذمومہ کو مسلم سماج سے ختم کیا جائے اور اس کی جگہ وہاں خالص اسلامی غیرت و حمیت کو بحال کیا جائے اسی میں مسلم معاشرے کی عزت و آبرو کے تحفظ کا راز مضمر ہے۔



خاتمہ

قارئین کرام! غیرت و حمیت کے فقدان کے سبب مسلم معاشرے میں پھیلی برائیوں و بے حیائیوں کی طرف ہم نے جو نشاندہی کی ہے اور مغربی تہذیب و ثقافت کی یلغار سے آپ کو آگاہ کرتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں، غلط اور اسلام سے متصادم افکار و نظریات کا جو پوسٹ مارٹم کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے جن جن قاری بھائی کے ہاتھ میں میری یہ کتاب پہنچے وہ پڑھنے کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی ذہن سازی کرتے ہوئے مسلم معاشرے کے نوہالوں کی تعلیم و تربیت میں خالص اسلامی طریقے کو اپنائیں تاکہ آنے والے دنوں میں مسلم معاشرہ خالص اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق بن سکے اور ساتھ ہی معاشرے میں فقدانِ غیرت کے سبب آئی ہوئی تباہیوں سے خود بچنے اور آنے والی نسلوں کو بچانے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور اپنی مقدرت بھر مسلم معاشرے میں پھیلی برائیوں اور بے حیائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

ہم یہ بھول جائیں کہ آسمان سے کوئی مسیحا نازل ہوگا جو ہمارے معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ پھیرے گا اور معاشرے میں پھیلی ہوئی بیماریوں کا علاج کر کے ہمارے درد کا مداوا اپنے گا، نہیں، بلکہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ مسئول و ذمہ دار، دین اسلام کا داعی و مبلغ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوابدہ ہے۔ اس لیے جس قدر ممکن ہو سکے اصلاح معاشرہ کے سدھار میں کوشش کریں اور اس میدان میں کام کرنے والوں کے ساتھ بھرپور تعاون پیش کریں۔ اور ہمیشہ یہ فرمانِ رسول پیش نظر رکھیں:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“۔

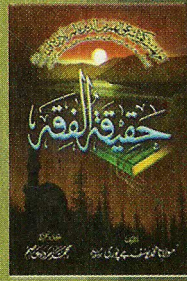
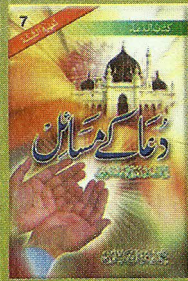
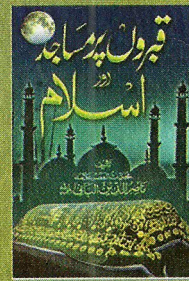
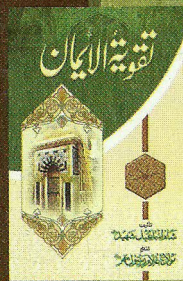
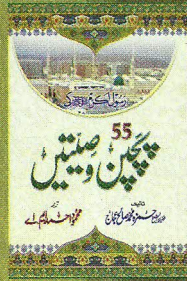
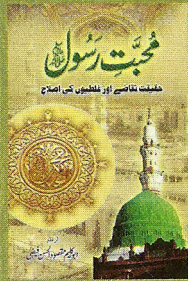
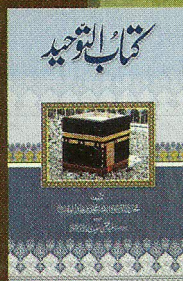
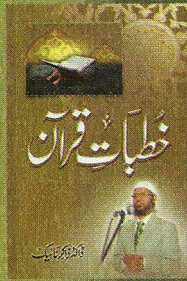
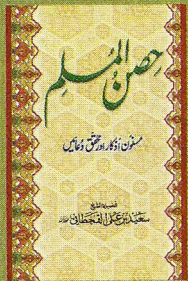
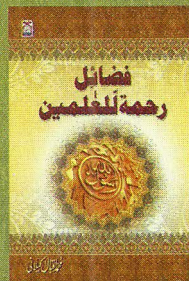
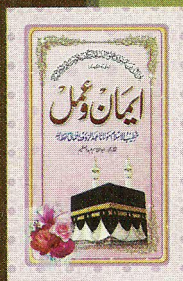
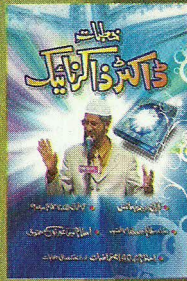
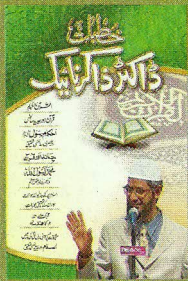
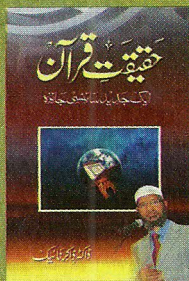
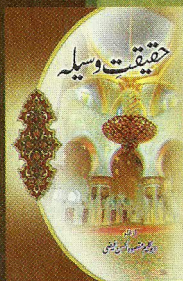
”تم میں سے جو کوئی منکر کام دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے ختم کر دے، اگر اس کی

طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل ہی میں اس کو
براسمجھے اور یہ ایمان کا کتر درجہ ہے، (۱)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کا فائدہ عام کرے، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو
اس سے فائدہ پہنچائے اور قیامت کے دن اس کتاب کو ہماری اور ہمارے والدین کی نجات
کا ذریعہ بنائے۔ یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ۔
وَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ
وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

دعاؤں کا طالب
رضوان اللہ ریاضی

[۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء]



فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2

Phones : 011-23289786, 011-23289159 Fax: 011-23279998

E-mail : faridexport@gmail.com - Website : www.faridbook.com

Rs. 150/-